تلک الایام نداولہا بین الناس

ترجمہ

ان ایام کو ہم گشت کراتے ہیں لوگوں میں

کنز التاریخ

سنہ ۱۳۱۹

مولوی محمد رضی الدین صاحب بسمل وکیل و آنریری مجسٹریٹ شاہجہانپو

رئیس بدایوں

بحسن سعی و اہتمام

خاکسار نظام الدین حسین نظامی بدایونی پروپرائیٹر و مہتمم مطبع

نظامی پریس بدایوں میں چھپی

سنہ ۱۹۰۷ء

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
تمہید	۱	مقبرہ مخدومہ جہاں	۵۴
باب اول جغرافیہ ضلع بدایوں		کتبہ سرائے میراں	۵۵
طول و عرض، حدود وغیرہ	۳	گنبد راپڑ	۵۸
آب و ہوا	۴	کتبہ مقبرہ عماد الملک	۵۹
دریا	۶	روضہ یمنی	۶۱
معدنیات	۸	روضہ جھجّار خاں	۶۲
ریلوے اور سڑک	۹	گنبد شاہ یمنی	۶۳
		کتبہ زیارت احمد خندال	"
خاص بدایوں اور اس کے پرگنہ جات		کتبہ نئی زیارت	۶۴
کے تغیر و تبدل کا بیان	۱۲	کتبہ فتح خاں	۶۶
حالات خاص شہر بدایوں و دیگر قصبات	[illegible]	روضہ اخلاص خاں	۶۷
وجہ تسمیہ بدایوں	۲۲	زیارت مولانا سید احمدؒ	"
آبادی شہر	۳۶	روضہ شیخ فرید فاروقی	۶۸
بیان جامع مسجد	۴۱	قلعہ شیخوپور	"
بیان عیدگاہ شمسی	۴۵	مقبرہ شاہ عالم خاں	"
بیان مدرسہ معزیہ	۴۶	قاضی حوض	۶۹
زیارت خواجہ بدر الدین شاہ ولایتؒ	۴۹	زیارت شاہ جھنڈہ	"
کتبہ زیارت جلال کاشی	۵۰	زیارت اعظم شہید فاروقی	۷۰
کتبہ زیارت میراں ملہم شہیدؒ	۵۱	زیارت حضرت سلطان العارفینؒ	"
مسجد سوختہ	۵۳	کتبہ مسجد زیارت حضرت جنگی شہیدؒ	۷۱
مسجد خان و واقعہ محلہ سوختہ	۵۴	کتبہ دروازہ مکان حکیم محمد ممتاز الدین صاحب مرحوم	"

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
زیارت حضرت مولوی دلدار علی صاحب		**باب سوم**	
مذاق سخن	۷۲	اہل اسلام حکمران	۱۹۳
زیارت حضرت شاہ عین الحق صاحب	۷۳	شاہان شرقی بدایوں	۲۰۹
مدارس		[illegible]	۲۰۹
مساجد	۷۵	شہنشاہان کا زوال	۲۰۰
منادر	۸۵	**باب چہارم**	
تقسیم حلقہ جات پولیس چوکی	۹۱	عہد انگریزی	۲۹۵
مشہور قصبہ جات ضلع کا تاریخی حال	۹۳	غدر ۱۸۵۷ء	۳۰۳
تھانہ و سرائے	۱۰۲	بدایوں بعد غدر	۳۵۹
تبدیلی صدر مقام حدود ضلع	۱۰۳	محرم و دسہرہ ۱۸۹۵ء	۳۶۶
تغیر و تبدل حدود دیوانی و رجسٹری وغیرہ	۱۰۵	دوسرا محرم ۱۹۰۱ء	۳۸۲
حالات بندوبست مالگذاری ضلع	۱۱۴	فہرست اسمائے جج صاحبان	۳۸۶
مردم شماری	۱۲۹	موجودہ وائسرائے و لفٹنٹ گورنر	۳۹۱
صنعت و حرفت و تجارت	۱۶۰	خاتمہ کتاب از مولف	۳۹۲
باب دوم		تتمہ از ۱۹۰۳ء سے ۱۹۰۷ء تک حالات	۳۹۵
ہنود حکمراں	۱۶۵	مختصر حالات مولف و تقریظ کتاب ہذا از مہتمم مطبع	۳۹۶ تا ۴۱۲

قطعہ تاریخ اشاعت کتاب ہذا از حکیم حسنین احمد صاحب مورخ بدایونی

لکھی بدایوں کی کیا ہی تاریخ مولوی رضی دیں نے
نظام دیکھ پریس سے جب بحسن و خوبی یہ چھپ کے نکلی
کہ چار دانگ جہاں میں برپا ہے دادِ تحسین و آفریں ہے
کہا مورخ نے بہتر تاریخ — یادگار رضی دیں ہے
۱۳۲۵ھ

ناظرین براہ مہربانی مطالعہ کتاب سے پہلے اغلاط کی صحت کریں

تصحیح اغلاط کنز التاریخ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۷	[illegible]	انہیں	۹۹	۱۴	جاری ہیں	جاری نہیں ہیں
۳	۱۰	[illegible]	[illegible]	〃	۱۹	[illegible]	[illegible]
۱۰	۴	۲	[illegible]	۱۰۰	۱۲	منسا	سینہا
۱۹	۱۳	[illegible]	[illegible]	۱۱	۱۲	[illegible]	۵۴
۱۹	۴	[illegible]	[illegible]	〃	۱۲	[illegible]	منصفی
۲۰	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۱۱۴	۳	مالیا تھا	بھیجا تھا
				〃	۹	[illegible]	[illegible]
۴۰	آخر سطر	[illegible]	[illegible]	۱۱۵	۲	[illegible]	[illegible]
	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۱۲۴	۱۵	[illegible]	[illegible]
۵۴	۱۳	سے	۲	۱۴۶	۱۵	انق	کوارنتی
۵۲	۱۷	[illegible]	[illegible]	۱۵۱	۱۶	جہان	فاروقی
۵۵	آخر سطر	رکھتے تھے	رکھی تھی	۱۵۷	۱۱	مانات	نانات
۶۱	〃	زمانہ	بزمانہ	〃	۱۷	بنجی	بنتھی
۶۵	[illegible]	نظرت کا نظرت	نظرت کی انظ [illegible]	۱۶۰	۱۳	سے	کی
				۱۶۴	۱	نشین	جانشین
۸۱	۹	[illegible]	[illegible]	۱۷۵	۱۷	جو	جو
۸۲	۴	[illegible] القواعد	[illegible] ابراہیم القواعد	۱۸۳	۱۲	اشکوک	اشوک
				۱۹۲	۳	بہجا	بھیجا
۸۴	۳	عادت	عمارت	۱۹۴	۱	من	بین
۸۷	[illegible]	اسمعیل باشنبہ	اسمعیل شہید	۱۹۵	۲	جبغہ	جیبغہ
	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۲۰۰	آخر	جاجنگر	جاجنگر
				۲۰۱	اول	۔	〃
[illegible]	[illegible]	[illegible] اللہ [illegible]	[illegible] الدین [illegible]	۲۰۵	۷	بعض القاب	بعض ثقات
[illegible]	سطر اول	دیتھا	دیکھی	〃	۱۴	سغیر	سنقر
[illegible]	۳	[illegible]	[illegible]	۲۱۴	حاشیہ	متقاصد	قاصد
۹۴	۶	[illegible]	[illegible]	۲۱۸	۱۱	اسبرکو بھی	امیرکو بھی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۲۵	۴	میں ہبی	میں بھی
۲۲۷	اول	درارت	وزارت
۲۲۷	۱۰	کرحکے	کرچکے
۲۲۹	آخر	•	اس بادشاہ کے
۲۳۳	۵	قزبلی	فزبلی
〃	۶	جانجہاں	خانجہاں
۲۳۷	۱۳	بابکب شاہ نے اپنی	باربک شاہ اپنی
〃	۱۵	قمزبلی	فمزبلی
۲۳۸	۲	بہاوشاہ	بشاہ
〃	۶	قزبلی	فزبلی
〃	۷	چمن بنیہ جانجہاں	چمن نبیہ خانجہاں
۲۳۹	۲	قزیلی	فزبلی
〃	۵	〃	〃
۲۴۳	۱۵	سگِ خو	سگِ کو
〃	〃	فغاں	فغانی
۲۴۶	۶	مشتعلہ	مشعلہ
۲۵۷	۶	نواب فصیح الدین خاں	محمد فصیح الدین خاں
۲۶۴	۱۱	اسباب	اسپان
۲۶۶	۸	محروگی	مجروحی
〃	۱۳	سنہ ۱۸۲۸ء	سنہ ۱۷۴۸ء
۲۶۷	۲	قاسم گنج	قایم گنج
۲۶۸	۱۱	ابدائی	ابدالی
۲۷۵	۸	گھبرآیا	گھبرایا
۲۸۴	۶	فیض گنج	فتح گنج
〃	۱۳	۴۰۰۰۰	۴۰۰۰
۲۹۴	۱۶	بابری ما	یاری ما
〃	آخر	سبکساراِی	سبکساری
۲۹۵	۱۵	شاہ عالم بیحادثہ	شاہ عالم پرحادثہ
۲۹۹	۳ و ۴	ویران ویران	ویراں
〃	۹	اس فرض کے	اس قرض کے
۳۰۰	۴	اُب	باب
〃	۱۵	بدایوں وادہستہا	بدایوں و آبیت
۳۰۱	۲	برام پور	بلرام پور
۳۰۳	۱۰	رفت بود	رفتہ بود
۳۰۴	نوٹ ۱	دلل	دنل
〃	۹	سلہا	سلسلہا
۳۰۷	۱۲	کمشیری	کشمیری
۳۱۰	۱۰	رنگریزا	انگریزان
۳۱۹	۳	دہلی میں	دہلی
۳۲۴	۴	اہل قبر	اہل قریہ
۳۴۸	۳	سی ای	سی آئی
۳۶۴	۱۰	نیک	نیک چلنی
۳۶۷	۱۳	نے	سے
۳۶۸	۱۰	میں نے	میں نے اور لالت
۳۸۳	اشاعت ۳	ششہ	ششہ
۳۸۸	نمبر ۱۹	سی اسٹیل	سی ڈی اسٹیل
۳۸۹	۱۰ نمبر شمارہ ۲۰	اڈمس	اڈیس
۳۹۰	نمبر ۳۳	سی اسٹیل	سی ڈی اسٹیل
۳۹۱	۱۳	تبلا	تبلاکر
۳۹۶	۱۱	لعہد د	لعہدہ
۳۹۷	۱	سناوت	سکونت
〃	۱۷	حکیم شریف علی خاں صاحب	حکیم صادق علی خاں صاحب
۴۰۵	۱۶	بابت	پراسکے
۴۰۷	۱۳	زمانہ قدیم	زمانہ قدیم کے

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

حامداً و مصلّیاً

امّا بعد محمد رضی الدین **بسمل** ابن حکیم محمد سعید الدین **کامل** مرحوم و مغفور صدیقی فرشوری بدایونی ارباب بصیرت و اصحاب خبرت کی خدمت میں التماس کرتا ہے کہ اس خاکسار نے بوقت تالیف کتاب **تذکرۃ الواصلین** بعض احباب کے اصرار سے عزم بالجزم کیا تھا کہ ایک رسالہ میں تاریخ مفصّل شہر بدایوں کی لکھکر ہدیہ ناظرین کرونگا کیونکہ اس شہر قدیم مردم خیز کی کوئی تاریخ مشرّح و مفصّل اسوقت تک باوجودیکہ اکثر اہل کمال ناظم و ناثر و مورّخ اس خطّہ میں ہوئے مگر کسی نے بوجوہات چند نہ لکھی اوّل تو تاریخی سرمایہ قدیم ملنا دشوار تھا دوم اُن اصحاب کو اشتغال خاص سے اشتغال عامّہ کی طرف توجہ نہ تھی اگرچہ ملّا عبد القادر صاحب مرحوم بدایونی صاحب منتخب التواریخ نے تمام ہندوستان کی تاریخ عہد اکبر میں نہایت معتبر لکھی ہے اور وہ بنام تاریخ بدایونی مشہور ہے الّا اُسمیں ملّا صاحب نے خاص اس شہر کے حالات تاریخی

وسج نہیں فرمائے۔ اس لیئے خاکسار نے کتب ہائے مفصلہ ذیل سے اس کتاب کو مرتب کر کے باسم کنز التاریخ موسوم کیا جو تاریخ تالیف رسالہ ہذا ہے۔
۱۳۱۹ھ

اسمائے کتب جو بوقت تالیف رسالہ ہذا مؤلف کے پیش نظر رہیں

طبقات ناصری۔ تاریخ فرشتہ۔ منتخب التاریخ بدایونی ملا عبدالقادر۔ آئین اکبری۔ تزک جہانگیری۔ تذکرہ ہفت اقلیم امین احمد رازی قلمی مصنفہ ۱۰۰۲ھ۔ اکبر نامہ ابوالفضل۔ تاریخ طبری۔ تاریخ برنی فیروز شاہی۔ تاریخ خاوندشاہی۔ سیر المتاخرین۔ تنقیح الاخبار۔ نزہتہ القلوب حمد اللہ مستوفی۔ مآثر الامرا۔ مآثر عالمگیری۔ ترک تازان ہند۔ زبدۃ التواریخ۔ جامع التواریخ۔ تاریخ بیہقی۔ تاریخ دول اسلام۔ حضرت شیخ احمد دحلان سفرنامہ ابن بطوطہ۔ جام جہاں نما فارسی مؤلفہ محمد قدرت اللہ صدیقی ساکن موضع موئی علاقہ سنبھل۔ عالم آرائے عباسی۔ بدایع الظہور۔ گلستان رحمت قلمی۔ اخبار الاخیار۔ تاریخ جاولیہ۔ روضۃ الاحباب۔ روضہ صفا مؤلفہ اکرام اللہ محشر بدایونی۔ تقویم البلدان۔ خزاین الفتوح۔ تاریخ فرخ آباد اردو۔ اقوام الہند اردو۔ تاریخ راجہ شیوپرشاد سی۔ ایس۔ آئی۔ تاریخ عجیب۔ تاریخ سیحم۔ راج ترنگی اردو۔ مہابھارت اردو۔ تاریخ ہند ذکاء اللہ خان شمس العلماء مؤلفہ حال اردو۔ گزیٹیر بداؤں انگریزی۔ گزیٹیر شاہجہان پور انگریزی۔ گزیٹیر بریلی انگریزی۔ گزیٹیر مرادآباد انگریزی۔ رپورٹ بندوبست بدایوں ۱۸۷۲ء کارمیکل صاحب بہادر۔ رپورٹ بندوبست بدایوں ۱۸۹۴ء مؤلفہ مسٹن صاحب بہادر۔ ترجمہ تاریخ الفنسٹین اردو۔ ٹاڈ راجستان ہنٹر صاحب اردو۔ تاریخ مصائب غدر سرگزشت ایڈورڈ صاحب بہادر کلکٹر بدایوں

تاریخ دت پروفیسر کیمبرج کالج لندن۔ تاریخ بدایوں مؤلفہ ڈپٹی محمد کریم مرحوم۔ علاوہ تاریخ ہائے مسطورہ بالا کے کتبہ جات مفصلہ ذیل سے اقتباس کیا گیا۔

کتبہ موضع دیوریا جو سنہ ۱۸۲۶ء میں برآمد ہوا تھا۔ کتبہ سنگین جو سنہ ۱۸۵ء میں اساس قلعہ بدایوں سے برآمد ہو کر عجائب خانہ لکھنؤ میں رکھا گیا۔ کتبہ آہنین جو سنہ ۱۸۹۴ء میں موضع بالس کھیڑہ ضلع شاہجہاں پور سے برآمد ہوا۔ کتبہ جات متفرقہ جو مختلف جگہوں سے حاصل کیے گئے اور فرامین شاہنشاہان ہند وغیرہ راقم الحروف نے اس کتاب میں بلاتعصّب و بلا رو رعایت بے کم و کاست جسقدر حالات معلوم ہوئے اور محقّق ہوئے مندرج کیے ہیں اور جس مقام پر محاکمہ کی ضرورت ہوئی ہے وہ بھی مرقوم کیا ہے۔ بمقتضائے بشریت اگر سہو و خطا ہوئی ہو تو اس کو نظر عنایت سے دیکھیں اور معاف کریں والعذرُ عند کرام النّاسِ مقبولْ۔

باب اوّل جغرافیہ ضلع بدایوں

فصل اوّل

(طول وعرض وحدود و رقبہ وغیرہ)

واضح ہو کہ عرض بلد ۲۷ درجہ ۳۸ دقیقہ سے ضلع بدایوں کا شروع ہے اور ۲۸ درجہ ۳۹ دقیقہ پر ختم ہوا ہے اور طول بلد ۷۸ درجہ ۱۲ دقیقہ سے شروع ہو کر ۷۹ درجہ ۳۵ پر ختم ہوتا ہے۔ اور خاص شہر بدایوں عرض بلد پر جانب شمال ۲۸ درجہ ۲ دقیقہ ۳۰ ثانیہ پر اور طول بلد پر جانب مشرق ۷۹ درجہ ۹ دقیقہ ۴۵

ثانیہ پر واقع ہے۔

اس ضلع کے حدود جو اسوقت ہیں وہ بہ تفصیل ذیل سمجھنا چاہئیں جانب شرق دریائے رام گنگا و ضلع بریلی و ضلع شاہجہاں پور۔ جانب غرب ضلع بلند شہر وحصّہ ضلع علی گڑھ جانب شمال ضلع مراد آباد وحصّہ بریلی و قدرے حصّہ ریاست رام پور۔ جانب جنوب دریائے گنگ و ضلع علی گڈھ و ضلع ایٹہ و ضلع فرخ آباد ہیں۔

ضلع بدایوں کا رقبہ سنہ ۱۸۶۴ء کے بندوبست میں کل سرحدی پیمایش سے ۲۶۳ میل تھا اور طول موضع سرؤ سے چاؤپور تک ۸۴ ½ میل اور عرض موضع سیکری سے بلّیا تک ۴۲ میل اور درمیانی عرض زیادہ سے زیادہ ۲۹ میل اور کم سے کم ۱۱ میل اور کل رقبہ ۲۰۰۱٫۵ میل مربع تھا لیکن بندوبست حال میں جسکی رپورٹ مسٹر مسٹن صاحب نے سنہ ۱۹۰۱ء میں مرتب کی ہے سابق کی نسبت کل ضلع کا رقبہ ۶ میل کم ہوگیا ہی کیونکہ دریا بُرد ہوگیا۔ اور یہ ضلع سطح سمندر سے ۶۰۸ فیٹ بلندی پر واقع ہی۔

فصل دوم

آب وہوا ضلع بدایوں

آب وہوا اس شہر کی نہایت خوش گوار اور بہ نسبت دیگر اضلاع روہیلکھنڈ کے قدرے گرم ہے اُس کی وجہ یہ ہے کہ یہ شہر دیگر اضلاع روہیلکھنڈ کی نسبت کسیقدر کوہ ہمالہ سے فاصلہ پر واقع ہے۔ اس ضلع میں آب وہوا پرگنہ گنّور اور داتا گنج

سہسوان کی ایام بارش میں بوجہ قرب دریائے گنگا و رام گنگا و سیلابی وغیرہ کے خراب ہوجاتی ہے۔ باقی پرگنہ جات مثل خاص شہر بدایوں و بسولی و اسلام نگر و اجھیانی کی ہمیشہ آب و ہوا اچھی رہتی ہے۔

فصلی بیماری ایام بارش و شروع سرما میں کبھی کبھی مثل تپ و لرزہ و تخمہ کے ہوجاتی ہے اور بہ نسبت دیگر اضلاع کے بفضلہ تعالےٰ وبائی امراض اس جگہ کم ہوتے ہیں اور سواد خاص شہر کا نہایت ضرب المثل ہے۔ چنانچہ مشہور مقولہ ”شام دہلی و صبح بدایوں“ ہے اور یہ بوجہ انفاس بابرکات بزرگان و شہدا کے جو یہاں مدفون ہیں سمجھنا چاہیئے۔ اس شہر کے اطراف و جوانب کا جنگل قبل صبح صادق نہایت خوش منظر و دلچسپ معلوم ہوتا ہے۔

قبل آمد اسلام بھی اس شہر کی فضا نہایت عمدہ مشہور تھی چنانچہ جو پتھر منڈئی دروازہ کے قلعہ کی عمارت سے پرانے زمانہ کا اگست سنہ ۱۸۸۷ء میں برآمد ہوا اور وہ عجائب خانہ لکھنؤ میں بحکم گورنمنٹ رکھا گیا ہے۔ یہ پتھر لکھن پال کے زمانہ کا کسی مندر میں لگا تھا۔ سنسکرت زبان میں چند اشعار اس پر کندہ ہیں۔ جسکا مفصل حال ہم آیندہ لکھیں گے۔ یہاں کی آب و ہوا کے متعلق اس کی سطر اول میں یہ درج ہے کہ وہ اس شہر کے گردونواح میں ایسے درخت ہیں جو فردوسی درختوں کے مشابہ ہیں اور کثرت سے منڈارا[لہ] کے درختوں کے ثمر پھولوں سے روشن ہے اور نہایت عمدہ **گندھروں** سے مزین اور **سنٹانا** اور **کالپا** کے درختوں سے محیط

[لہ] منڈارا و سنٹانا و کالپا۔ اندر کی بہشت کے درختوں کا نام ہے ۱۲

اور آسمانی دریا[5] کے بہنے سے تمام خبث واحاطہ برائیوں کا یہاں سے دور رہتا ہے

فصل سوم

دریا و معدنیات ضلع بدایوں

دریا اس ضلع بدایوں میں پانچ دریا واقع ہیں۔ گنگا[1]۔ رام گنگا[2]۔ ندی سوت[3] ندی مہابا[4]۔ ندی ارل[5]۔ گنگا جانب غرب وجنوب ہے جسکا طول اس ضلع میں ۹۳ میل ہے اس دریا کے گھاٹ جو مشہور ہیں وہ راج گھاٹ اور گھاٹ انوپ شہر ضلع بلند شہر میں اور کچھلا گھاٹ ضلع بدایوں میں اور قادر چوک کا گھاٹ ضلع ایٹہ میں اور گھاٹ سورج پور ضلع فرخ آباد میں واقع ہیں جنکے ایک جانب ضلع ہذا ہے راج گھاٹ پر ایک بڑا پل آہنی اودھ روہیلکھنڈ ریلوے کا بنا ہے۔ باقی گھاٹوں پر سوائے ایام بارش کے کشتیوں کا پل بنایا جاتا ہے۔ منجملہ ان گھاٹوں کے دو گھاٹ یعنی کچھلا اور قادر چوک کا پل کلکٹر ضلع بدایوں کے اہتمام سے ٹھیکہ داروں کو دیا جاتا ہے سنہ ۱۳۰۸ فصلی میں اس دریا کے گھاٹوں کی آمدنی جو ضلع ہذا میں ہیں ۲۴ یا ۲۵ ہزار روپیہ سالانہ تھی باقی گھاٹ چھوٹے چھوٹے ہیں جو لایق ذکر نہیں۔

رام گنگا اس ضلع میں قریب ۶۳ میل کے جاری ہے اس ضلع میں شرق وجنوب کو جاکر ضلع شاہجہاں پور میں موضع ڈھائی کی طرف چلی جاتی ہے اور اسکا مشہور گھاٹ بیلا ڈانڈی اس سڑک پر ہے جو شاہجہاں پور جاتی ہے

---

[5] آسمانی دریا سے مراد دریائے گنگ سے ہے۔

اس گھاٹ کی آمدنی سالانہ قریب تین ہزار روپیہ کے ہے۔ یہ ہر دو دریا پہاڑ سے نکلے ہیں۔

سوت ندی اس دریا کا نام یار وفادار۔ دل تھمن بھی ہے۔ اور اس نام کی وجہ مسٹر الیٹ صاحب اپنی کتاب میں اس طرح تحریر کرتے ہیں کہ "تاریخ محمد شاہی میں خوشحال چند نے لکھا ہے کہ یہ نام ایک بادشاہ اہل اسلام نے اس وجہ سے رکھا کہ اُس کی فوج قریب شہر کے پڑی ہوئی تھی جب اُس نے کوچ کیا تو اُس کو پانی ملنے میں تکلیف ہوئی اور اُسے ایک چشمہ رواں نظر آیا اس چشمہ سے جو زیادہ حصّہ اس ضلع میں گھوم گیا ہے اُس سے بآسانی پانی دستیاب ہوا تو اُس نے اُس کا نام یار وفادار دل تھمن رکھا" یہ ندی موضع پیلا کھنڈ پرگنہ امروہہ ضلع مراد آباد سے نکلی ہے اور اس ضلع میں جانب غرب پرگنہ اسلام نگر میں اوّلاً داخل ہوئی۔ اور پھر پرگنہ بسولی وستاسی و بدایوں و کوٹ و اُجھیانی و اسہت ہو کر موضع کھیر اجلال پور سے گذر کر حدود ضلع شاہجہاں پور میں جا نکلتی ہے اور پرگنہ مہرآباد[1] ضلع مذکور میں آکر ڈھائی گھاٹ پر گنگا سے مل گئی ہے۔ روہیلہ پٹھانوں کے عہد میں دو پُل عمدہ ضلع بدایوں میں اس ندی کے بنائے گئے تھے۔ شہر بدایوں کے بین زیارت حضرت سلطان العارفین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مقابل ایک پُل فتح خاں خانساماں نے جو حافظ رحمت خاں مرحوم کے سرداروں میں تھے تعمیر کیا اور دوسرا پُل موضع بجہرا میں متصل بسولی دوندے خاں نے جو حاکم بسولی تھا

---

[1] اب اسکا نام بلال آباد ہے۔

بنایا۔ اور ایک پل پختہ شیخوپور کے متصل بنا ہوا تھا یہ ہر سہ پل بوجہ طغیانی سنہ ۱۹۱۶ء شکست ہو کر نیست و نابود ہو گئے۔ ایک پل قریب زیارت حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ مسٹر کامبیل صاحب بہادر کلکٹر سابق ضلع نے سنہ ۱۸۶۲ء میں بنایا جو اسوقت تک موجود ہے باقی اور کوئی پل اس دریا کا نہیں ہے۔

ندی مہابا۔ یہ دریا ضلع مراد آباد کی ایک دلدل سے نکلکر پرگنہ رجپورہ و اسدپور و سہسوان و پرگنہ اُجھیانی میں ۶۵ میل اپنا بہتا ہے اور جنوب و مشرقی حصہ میں موضع حسین پور پرگنہ اُجھیانی کے قریب دریائے گنگ سے ملجاتا ہے کوئی سرکاری گھاٹ اسپر نہیں۔ بارش کے زمانہ میں قرب و جوار کے دیہات کو سیلاب سے نقصان پہونچاتا ہے۔

ندی ارل۔ اس کو آری بھی کہتے ہیں اور وہ ایک چشمہ سے موضع کوسا پرگنہ سنبھل ضلع مراد آباد سے نکلکر اس ضلع میں موضع اجیت پور مغربی حد پرگنہ اسلام نگر میں داخل ہوتی ہوئی پھر پرگنہ بسولی سے سرحد بریلی تحصیل آنولہ اور رام پور میں ہو کر تقی پور ضلع بدایوں کے قریب سے پرگنہ سلیم پور میں گزرتی ہوئی موضع پاٹہ پرگنہ داتا گنج میں موضع نواداَبدن کے پاس شامل رام گنگا ہو جاتی ہے۔

⁂

معدنیات اس ضلع میں کوئی کان کسی قسم کی سوائے کنکر ڈلاں اور خورد کے پائی نہیں جاتی ضلع کے اکثر حصہ میں چٹان بڑے بڑے کنکروں کی ہیں اور چھوٹا کنکر جو سڑک کے لیے اور چونہ میں کار آمد ہے نکلتا ہے اور موضع اہروان پرگنہ اُجھیانی میں ایک تالاب سے مٹی جسکو پنڈول کہتے ہیں اور نیز

چونہ کا کام اُسکو پکا کر لیتے ہیں برآمد ہوتی ہے اور کسی قسم کی معدنیات اِس ضلع میں نہیں ہیں - سوائے کوروں و مالکھوکے درخت جنگلی ڈھاک وغیرہ بکثرت پائے جاتے ہیں - عملداری اسلام سے پہلے جنگل حوالی شہر و ضلع میں بہت تھا چنانچہ سلطنت مغلیہ کے زمانہ میں بھی تواریخ میں مندرج ہے کہ یہاں شکار بکثرت مثل نیل گاے و پاڑہ و چیتل وغیرہ جانوران کا دستیاب ہوتا تھا اور لوگ شکار کھیلنے دور سے آیا کرتے تھے - اب بوجہ کثرت آبادی جنگل بہت کم ہوگیا ہے باغات آم اس ضلع میں بکثرت تھے لیکن اب وہ بھی کم ہوتے جاتے ہیں -

⁂

ریلوے اور سڑک

اودھ روہیلکھنڈ ریلوے کی وہ شاخ جو بریلی سے علی گڑھ کو جاتی ہے وہ ضلع ہذا کے گوشہ شمال و مغرب میں ہوکر گذرتی ہے جسکا طول اس ضلع میں چالیس٤٠ میل ہے اور اسٹیشن محمد پور، رینگی - آصف پور - دھنورہ - ببرالہ ہیں - دوسری جدید شاخ روہیلکھنڈ کمایوں ریلوے کی بریلی سوروں ریلوے کے نام سے نکلنے والی ہے جسکی پیمایش ہوچکی ہے اُسکا طول ضلع ہذا میں تیس٣٠ میل ہوگا جو دریائے ارل کے قریب سے پرگنہ بداؤں - بناور اور گھٹ پوری کے قریب ہوتی ہوئی اور بداؤں سے شیخوپور - اُجھانی کچھلہ سے گذرتی ہوئی سوروں میں جا کر راجپوتانہ - مالوہ - ریلوے سے ملجاویگی اسکے لیئے پُل دریائے گنگ بمقام کچھلہ یا پیرول تیار ہوگا اور سوت کا پُل شیخوپور کے قریب تیار ہونے کی خبر ہے - اس کے سوا سڑک ہائے پختہ و خام بھی ضلع ہذا میں واقع ہیں - سب سے زیادہ بڑی وہ سڑک ہے

جو جنرل روڈ کے نام سے مشہور ہے اور بریلی سے بنا ور بدایوں۔ اُجھیانی کچھلہ ہوتی ہوئی ضلع ایٹہ کو جاتی ہے۔ دوسرے نمبر پر اُجھیانی سے سہسوان والی سڑک ہے جسکی ایک شاخ مجریا سے بلسی کو جاتی ہے۔ تیسرے بدایوں سے سانجھو نوادہ ہوتی ہوئی ایک سڑک اسٹیشن آنولہ کو جاتی ہے۔ چوتھے بدایوں سے نیو شہرہ ہوتی ہوئی ایک سڑک قادرچوک تک نکالی گئی ہے۔ پانچویں بدایوں سے بسولی تک ایک سڑک پختہ نکالی گئی ہے جو ساہی تک پختہ ہے اور باقی مختلف سڑکیں خام بھی ہیں۔

فصل چہارم

خاص بدایوں اور اُسکے پرگنہ جات کے تغیر و تبدل کا بیان

بدایوں کے حالات جغرافیہ قبل آمد اسلام یہ دریافت نہ ہو سکے کہ اسمیں کون کون قصبہ شامل ضلع تھے۔ الا عہد اسلام میں سلطنت مغلیہ [illegible] بعہد اکبر بادشاہ آئین اکبری میں شیخ ابوالفضل نے جو قصبہ جات و پرگنہ جات لکھے ہیں معہ تعداد اراضی و آمدنی نقدی و مدد معاش و تعداد سپاہ سرکار بدایوں کے ہر ایک پرگنہ میں کمی وہ بخوبی معلوم ہو سکتی ہے۔ چنانچہ ایک [illegible] درج کرتے ہیں۔

نمبر	نام پرگنہ	[illegible]	آمدنی نقدی		سیوتال یعنی مد معاش		[illegible]	[illegible]	[illegible]
			[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]			
۱	اجاؤن ف۱	[illegible] بیگہ ۱۲ بسوہ	۱۳۶۲۸۶۴	۳۳۸۴۰۷۱ ۹۳ دام	۰	۰	[illegible]	۵۰۰	۳۰۰۰
۲	آنواہ	[illegible] بیگہ	۶۰۹۰۳۳۳	۱۶۳۴۵	۰	۰	[illegible]	۵۰	۲۰۰
۳	بیٹلی بہراؤل	[illegible] بیگہ ۵ بسوہ	۴۳۵۸۵۸۱	[illegible]	۲۸۶۹۸۴	[illegible]	[illegible]	۵۰۰	۵۰۰۰
۴	بہیلی	[illegible] بیگہ	[illegible]	۳۱۲۲۲۵	۹۱۳۰۰	[illegible]	[illegible]	۱۰۰۰	۱۰۰۰
۵	بسیر	[illegible] بیگہ	۲۱۲۳۶۷۶۳	[illegible]	۶۷۵۲	[illegible]	[illegible]	۵۰	۵۰۰۰
۶	پونڈیا پٹنا	[illegible] بیگہ	[illegible]	۶۵۱۶	۰	۰	[illegible]	۵۰	۳۰۰
۷	بلنتھی	[illegible] بیگہ	۲۸۹۹۹۲	[illegible]	۱۵۵۵	[illegible]	[illegible]	۵۰	۱۰۰۰
۸	بہسوان	[illegible] بیگہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]		۱۰۰	۳۰۰۰
۹	منڈیا ستاسی	[illegible] بیگہ	۱۳۱۱۷۲۲	[illegible]	۰	۰	[illegible]	۵۰	۵۰۰
۱۰	سینتا	[illegible] بیگہ	[illegible]	۱۹۸۹۹	۳۱۷۱	[illegible]	[illegible]	۳۰۰	۳۰۰۰
۱۱	کانٹ	[illegible] بیگہ ۸ بسوہ	۴۳۹۱۷۵	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۵۰	۵۰۰
۱۲	لوٹ سالباہن	[illegible] بیگہ	[illegible]	۳۲۲۵۴	۰	۰	[illegible]	۵۰	۵۰۰
۱۳	گولہ یا گورا رانی پور	[illegible] بیگہ	۱۱۳۹۹۳۴	[illegible]	۳۲۵۴	[illegible]	[illegible]	۱۰۰	۱۰۰۰
	۱۳ محال		[illegible] ۳۶ دام	۸۷۰۰۲۶ ۹/	۴۵۷۱۸۱	[illegible] ۸ سہ ہائی	[illegible]	۲۸۵۰	۲۸۶۰۰

ف۱ کچھ حصہ پرگنہ اجاؤن و چو محلہ و سرا واں و سرولی جنوبی و سرولی شمالی سنہ ۱۸۶۰ء میں نکلکر نواب رام پور کو خیر خواہی غدر ۱۸۵۷ء میں سرکار برٹش کی طرف سے عطا کیا گیا جو نئے علاقہ کے نام سے رام پور میں مشہور ہے ۱۲

اُسوقت ۱۳ پرگنہ جات پر سرکار بدایوں مشتمل تھی۔ اگرچہ آئین اکبری میں آمدنی باعتبار دام لکھی ہے لیکن دام روپیہ کا چالیسواں حصّہ تھا لہذا نقشہ میں علاوہ دام کے روپیہ کی بھی تعداد مندرج کردی ہے اس نقشہ میں جو ۱۳ پرگنے بموجب آئین اکبری کے درج کیئے ہیں اب اُن پرگنوں سے اجاؤں۔ آنولہ۔ بریلی۔ برسیر۔ سنیھا۔ ضلع بریلی میں بدایوں سے خارج ہوکر شامل ہوگئے۔ سنیھا کا پرگنہ البتہ کسیقدر باقی رہگیا ہی جو تحصیل داتاگنج میں پرگنہ سلیم پور کے نام سے قایم ہے اور پرگنہ کانٹ۔ پونار۔ گولا۔ بلائی۔ ضلع شاہجہاں پور میں شامل ہوگئے ہیں اور ایک حصّہ پرگنہ بلائی کا ضلع بریلی میں تحصیل پیلی بھیت یعنی پرگنہ پیلی بھیت و پرگنہ جہان آباد و پرگنہ رچھا میں شامل ہوا لیکن اب پیلی بھیت کا ضلع علیحدہ ہوگیا ہی۔

قدیمی پرگنے منجملہ ۱۳ محال کے جو سرکار بدایوں میں تھے صرف حویلی بدایوں۔ سہسوان۔ منڈیا۔ ستاسی۔ کوٹ سالباہن اور جزو پرگنہ سنیھا جو پرگنہ سلیم پور ہی ضلع بدایوں میں ابتک بدستور موجود ہیں اور سرکار سنبھل کے پرگنہ جات میں سے جو ضلع مرادآباد میں شامل کیئے گئے تھے وہ ضلع بدایوں میں اب شامل ہوگئے ہیں۔ جنکی تفصیل ذیل میں ہی۔

بنودہنا یعنی اسلام نگر۔ راج پور یعنی رجپورہ۔ گنور۔ اسد پور۔

اب ہم ایک نقشہ بموجب آئین اکبری کے پرگنہ جات قدیم موجودہ ضلع بدایوں اور پرگنہ جات جدید کا جو سرکار سنبھل ضلع مرادآباد سے نکلکر شامل بدایوں ہوکر اور آئین اکبری میں اُنکا رقبہ اور آمدنی جو اُسوقت تھی ذیل میں درج کرتے ہیں۔

نمبر شمار	نام محال	رقبہ بحساب بیگہ	مالگذاری بحساب دام	مالگذاری بروپیہ تنکہ	قوم زمینداران	تعداد سواران	تعداد پیادہ
۱	حویلی بداؤں	۶ لکھ [illegible] بیگہ	۱۶۵۸۵۵۳۴	۲۸۷۹۸۶	شیخ و کایستھ	۵۰۰	۵۰۰۰
۲	سہسوان	۲ لاکھ [illegible] بیگہ	۲۴۹۳۸۹۸	۲۳۲۳۵۱		۱۰۰	۲۰۰۰
۳	سنڈیا سناسی	[illegible] بیگہ	[illegible]	۰	تگا برہمن	۵۰	۵۰۰
۴	کوٹ سالباہنا	[illegible] بیگہ	۱۲۹۰۱۶۵	۰	ٹھاکر تومر	۵۰	۵۰۰
۵	راجپور یعنی چیوپرہ	[illegible] بیگہ	۲۰۰۰۰۰	۰	راجپوت	۵۰	۴۰۰
۶	گنّوڑ	[illegible] بیگہ	۲۶۷۹۱۹	[illegible]	مسلمان	۱۰	۳۰۰
۷	سیتو دہنہ اسلام نگر	۲ لاکھ [illegible] سگہ	[illegible]	۹۰۴۰۰۳	گور	۱۰۰	۵۰۰
۸		۱۴ لاکھ [illegible] سگہ	[illegible]	[illegible]		۸۶۰	۹۴۰۰

اولاً ہمکو یہ ظاہر کرنا ہے کہ یہ تیرہ۱۳ محال سرکار بدایوں کے قدیم زمانہ میں کسٹھ ویزن کے نام سے مشہور تھے۔

مسٹر کننگھم اپنی تحقیقات میں بیان کرتے ہیں کہ **ہوانگ ژنگ** چینی سیاح نے اپنے سفر نامہ میں لکھا ہے کہ **اہائی چھتر** ان سب کا صدر مقام تھا اور اُسکے حدود جسمیں نصف شرقی روہیلکھنڈ شامل ہے اس طور پر تھے۔ جانب شمال کوہ ہمالہ اور جانب جنوب دریائے گنگ اور جانب غرب پیلی بھیت سے تا بہیر آباد جو دریائے گھاگھرا کے قریب مشرق میں واقع ہے۔ ان سب

حدود کے درمیانی شہر و قصبات ضلع اہائی چھترا میں شامل تھے۔ اہائی چھترا قریب آنولہ کے ہے جسکو اب رام نگر کہتے ہیں اور وہاں ایک بہت بڑا قلعہ شکستہ کسی زمانہ قدیم کا موجود ہے جو کھیڑا پڑا ہے اور اسمیں خودرو درخت اور کچھ کاشت بھی ہوتی ہے (گزیٹیر ضلع بریلی صفحہ ۶۴۳) ہم اس مقام پر اُسکی کچھ عبارت کا ترجمہ لکھتے ہیں۔ مورخ مذکور لکھتا ہے کہ قلعہ اہائی چھترا قریب آنولہ کے واقع ہے۔ مہابھارت کے زمانہ میں پنچالوں کی بڑی سلطنت ہمالہ کے جنوب سے چنبل تک چلی گئی تھی اہائی چھترا اُسکے شمالی حصّہ کا جس کو اب روہیلکھنڈ کہتے ہیں دارالسلطنت تھا۔ مہابھارت کی لڑائی سے کچھ پہلے دُرونا نے جو پانڈوں کا اُستاد تھا۔ پنچالہ کے بادشاہ کو اس ملک کے حصّہ سے نکالدیا اس تذکرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اہائی چھترا حضرت عیسے علیہ السّلام کے دوسو برس پیشتر مہابھارت کے مصنّف کے زمانہ میں قدیمی شہر تھا۔ اور دیگر شہادتیں بھی اس تحقیق کی تائید کرتی ہیں۔ ہوانگ زینگ چینی سیّاح کہتا ہے کہ اشوک نے دوسو پچاس برس قبل عیسےؑ سے یہاں پر ایک بودھ کا مندر بنایا تھا راجہ اشوک کے زمانے کے سکّے اب بھی قرب وجوار میں برآمد ہوتے ہیں۔ اور اس مقام اہائی چھترا کو اکثر آدی کوٹ بھی کہتے ہیں۔ عام روایت یہ ہے کہ اسکا بانی آدی اہیر تھا کہ جو دُرونا کا ہمعصر ہوا ہے۔ اس روایت کی قدامت بطلیموس کے جغرافیہ سے ظاہر ہوتی ہے جو ۱۵۰ء میں مرتب ہوا تھا۔ اس جغرافیہ میں اس شہر کا نام آدی ساورا لکھا ہے۔

نیز تحصیل آنولہ میں بعض دیہات ایسے ہیں کہ جنکا تذکرہ مہابھارت میں پایا جاتا ہے مثلاً سنج لکھہ یا گورنگا لوہ کہ ان ہر دو کا ذکر مہابھارت میں درج ہے۔

اہالی چھتر ابس غالباً بودھ اور جین مذہب والے رہتے تھے اور قدیمی ڈھاک کے جنگل میں جہاں درختوں سے صاف ہوگا دیگر قصبے بھی آباد تھے۔ یہ زمانہ خانہ بدوشان کا تھا اور اسلیے اقوام وہ گروہ تھے جو اپنی مویشی جنگل میں چرایا کرتی تھیں۔ آدمی ایک پیدا ہوا تھا جو مستقل بود و باش کا اس ضلع میں بانی ہوا۔ کثرت سے کھدے ہوئے تالاب تحصیل پیلی بھیت میں اور دیگر مقامات میں چرواہوں کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں مشہور یہ ہے کہ پہلے باشندے اس ملک کے جسکے حدود ہمالہ اور گنگا کے درمیانی ہمنے لکھی ہیں۔ قوم اہیر اور گوالے اور گوجر اور دیگر اقوام تھے یہ ملک **پٹہ اہیران** مشہور تھا چنانچہ اب بھی ضلع بدایوں میں پرگنہ رجپورہ و اسدپور و گنور اہرانت کے نام سے مشہور ہے اور وہاں کثرت سے اہیر آباد ہیں۔ **پرسنہ** ایک مشہور شہر آباد کیا ہوا ان ہی اہیروں کا رامگنگا کے کنارے تھا ساٹھ میل تک اسکا رقبہ آبادی کا تھا۔ پچھوئی یا پچومی کے بھی بانی اہیر کہلاتے ہیں۔ پچومی میں تانبے کے سکے اب تک پائے جاتے ہیں۔

بلائے اور پرسوا کوٹ کا بانی مشہور **دتیا** کہا جاتا ہے۔ لیکن پرسوا کوٹ اُسنے اپنے ملازم مسمی پراسو اسکے واسطے تعمیر کیا تھا غالباً یہ دونوں ایک ہی زمانہ کے تعمیر شدہ ہیں۔

چرواہے مذکور الصدر غیر آریا قوم سے سنہ ۶۳۵ء میں چینی بودھ جاتری

سمی **ہون زنگ** اس ضلع میں آیا اُس زمانہ میں یہ ملک دو سلسلوں میں منقسم تھا۔ اسکا شمالی حصّہ گودی سانا یا کاشی پور میں شامل تھا۔ اور جنوبی اہائی چھترا۔ ۹۵۴ میل اہائی چھترا کا اور تین سو پینتیس ۳۳۵ میل کاشی پور کا رقبہ تھا۔ یہ دونوں ملک بودھ مذہب کے مرکز اور قلعے تھے۔ چینی سیّاح نے مفصّل حال ان دونوں کا نہیں لکھا الّا سیّاح مذکور لکھتا ہے کہ میں نے اس ملک میں نو برہمنوں کے مندر اور تین سو ۳۰۰ جوگی اس شہر میں دیکھے ساتویں صدی عیسوی میں یہ اضلاع بدایوں و بریلی و پیلی بھیت و شاہجہاں پور جو سرکار بدایوں میں شامل تھے مع ضلع مراد آباد و بجنور کے ملک کٹھیر کے نام سے مشہور تھے۔ اس سے پہلے یہ نام نہیں پایا جاتا تھا اس نام کی وجہ تسمیہ چند طور سے مورخین نے لکھی ہے۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ مخرج اسکا آراضی کٹھیر ہے۔ چندر چوہان بھاٹ کہتا ہے کہ سنہ ۱۴ء میں رام پرا ما حاکم اوجین[۱۵] نے ۶۲ شاہی نسلوں کو زمین عطا کی کٹھر کو کٹھیر دی تھی جو ایک قوم کا راجپوت تھا۔ گزیٹیر شاہجہاں پور سے راجپوت کٹھیریہ کی وجہ تسمیہ اس طرح سمجھی جاتی ہے کہ کٹھیر روہیلکھنڈ کا ایک حصّہ ہے کٹھیریا کٹھار بوجہ بود و باش ملک کٹھیر کٹھیریہ کہلاتے تھے۔ ملک کٹھیریا کا دارالامارہ **لکھنور** جسکو اب شاہ آباد کہتے ہیں تھا۔ (جو شاہجہاں پور سے شرق کو دس کوس کے فاصلہ پر واقع ہے اور ضلع ہردوئی ملک اودھ میں ہے) زیادہ تر حصّہ ملک کٹھیر کا ضلع شاہجہاں پور میں شامل ہے۔

---

[۱۵] اوجین جسکا نام یہاں آیا ہی بیشتر کاشی پور کو کہتے تھے۔

آئین اکبری کے زمانہ میں گوہر کے نام سے مشہور تھا۔ اس نام کا اب بھی موضع گور تحصیل بدایاں میں ایک گاؤں ہے جسکو گولا رائے پور کہتے ہیں وہاں ایک گڑھی شکستہ موجود ہے۔

سنہ ۸۵۲ھ میں سلطان سید علاء الدین بادشاہ دہلی کو بدایوں کی آب و ہوا پسند آئی اور دہلی چھوڑ کر اپنا صدر مقام بدایوں کیا اور عہد اکبری میں اس صوبہ کا نام سرکار بدایوں ہوا اور اسکے متعلق ۱۳ محال تھے جیسا کہ نقشہ بالا میں ہم لکھ چکے ہیں۔

عالمگیر کے عہد میں سرکار بدایوں کا لقب اُڑا دیا گیا اور جبکہ بریلی کے متعلق ہو گیا۔ لیکن اسوقت تک یہ ملک کٹھیر ہی کے لقب سے بولا جاتا تھا۔ بعدہ جب رُہیلہ پٹھانوں نے تسلط پایا تو اُن کے عہد میں یہ صوبہ روہیلکھنڈ کے نام سے مشہور ہوا۔ پھر سرکار انگلشیہ کے عہد میں بہ اعتبار کمشنری روہیلکھنڈ ڈویژن لکھا جانے لگا اور اُسکا صدر مقام بریلی ہوا اور یہ ڈویژن بہ لحاظ صوبہ ممالک مغربی و شمالی کے نام سے موسوم ہوا چنانچہ اسوقت تک اسی لقب سے ملقب ہے۔ البتہ سنہ حال یعنی ۱۹۰۲ء سے ممالک مغربی و شمالی کی بجائے ممالک متحدہ آگرہ و اودھ کے نام سے موسوم ہوا ہے۔

روہیلکھنڈ ڈویژن میں موضع دیوریہ تحصیل پیلی بھیت سے ایک کتبہ سنہ ۱۸۲۶ء[1] راجہ للّا کے زمانہ کا جو راجہ بین کا پوتا تھا۔ برآمد ہوا یہ موضع سرکار بدایوں کی

---

[1] نقل ترجمہ کتبہ مندرجہ گزیٹیر ضلع بریلی صفحہ ۲۴۷-۲۵۲ موضع دیوریہ سنہ ۱۸۲۶ء
ایک کتبہ پتھر پر راجہ للّا کے زمانہ کا جو راجہ بین کا پوتا تھا سنہ ۱۸۲۶ء میں ایک ڈھیر سے بمقام گڑھ گجنا متصل دیوریہ (دیکھو نوٹ صفحہ آئندہ)

حدود میں بعہد اکبر تھا لہذا یہ کتبہ نوٹ میں درج ہے۔

فصل پنجم

حالات خاص شہر بدایوں و دیگر قصبہ جات

بدایوں ایک بہت پورانا شہر ہے کہ جسکے ٹھیک زمانہ آبادی کو ہم نہیں بیان کر سکتے ہیں اس کی قدامت کو جملہ مورخان نے تسلیم کر کے زمانہ شروع آبادی شہر سے معذرت ظاہر کی ہے پس مؤلف کو کسی طرح اس بات کا نشان نہیں ملا کہ اپنی رائے وثوق کے ساتھ زمانہ شروع آبادی کی بابت ظاہر

سے برآمد ہوا اور یہ کتبہ مندر دیوریہ میں رکھا ہے اور سرودھا پرشاد چکراورتی نے بہ نگرانی جیمس پرنسپ ترجمہ کیا ہے۔

نمبر ۱۔ خدا کرے کہ وہ جس کے لیے تمام حیرت زدہ باشندے تینوں عالم کے بھجن پڑھتے ہیں اور دعائیں مانگتے ہیں (جبکہ مرقع سر سانپوں کے سردار اننتا کا گرنے والے پہاڑوں کے نیچے جھک گیا اور اطاعت شعار زمین کی گود میں آگیا) یہ دعائیں اور بھجن اس کی آسان کوشش پر جو وہ بدوں کے یعنی دیوں کے ظلم کے روکنے کے لیے کرتا ہے پڑھے جاتے ہیں اور وہ کہ جس نے دس سر والے کو یعنی راون کو زیر کیا جو اپنی طاقت اور بہادری پر ناز کرتا تھا وہ تمہیں گناہوں کی کثرت سے بچائے۔

نمبر ۲۔ خدا کرے کہ گریجا (دیبی جو پہاڑ سے پیدا ہوئی) جو موتیوں کی مالا سے مرصع ہے اور وہ موتی ڈنادایا تیسوں کے سر سے گرے تھے جو ہاتھی ستل ڈناوا کے تھے اور جو اس کے کنول کے سے چہرہ پر چاند کا سا ہالہ معلوم ہوتا تھا اس دنیا کو برکت دے (بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

کر ہی الّا یہ ضرور پایا جاتا ہے ۔ راجہ بھرت کے زمانہ میں یا جب کورو و پنچالہ قوم
کی آبادی تھی یہ شہر آباد تھا جیسا کہ آئندہ تحریر سے ناظرین کو ثابت ہوگا یہ شہر
نہایت پر فضا اور گنجان آباد ہے عمارات خوش قطع و بازار بارونق ہے

نمبر ۳ ۔ خدا ایسے کرے جھنڈہ کی شاہی نسل کہ جو پیشتر لچھمی کی دلچسپی اور ناز کا منظر تھی اور جسکا میدان جنگ باقاعدہ سپاہ سے جو فنون جنگ سے مرصع تھی اور مشہور شہزادوں کی مسرت کا سمندر ۔ اور جس میں لچھمی مچھلی کی طرح پانی میں کھیلتی تھی ۔ اور راہ راحت تھی اُن اشخاص کی جو کہ بہادرانہ کام سے فارغ ہو چکے تھے اور ایک جلا دینے والی آگ تھی اپنے دشمنوں کے لئے معزز رہی ۔

نمبر ۴ ۔ ایک مہارشی مسمی **چیاون** وہ جسکی جبیں کی شکن نے دیوتاؤں کے سردار یعنی اندر کے غرور کو روک دیا جبکہ وہ مشہور جرم کا مرتکب ہوا ۔ وہ جو کہ اپنی شہرت سے دنیا کے تمام حصوں میں مشہور تھا اس قوم کا بانی تھا ۔

نمبر ۵ ۔ اس خاندان میں جو کہ بہت اچھے کاموں کے لئے مشہور تھا ۔ **ورسا ورما** پیدا ہوا جو دنیا کی زیب و زینت تھا اور بادشاہوں کا سرتاج اور جس کے گھر میں لچھمی نے قیام کیا ۔ اس خاندان میں اُس نے دیکھا کہ آئندہ بہت سے نامور بہادر پیدا ہوں گے جو اُس کے محافظ رہیں گے ۔

نمبر ۶ ۔ یہ **وِرسا ورما** اعلیٰ صفات میں سورج بنسی خاندان کے بادشاہوں کے مشابہ تھا اور وہ زبردست زاہد ۔ خوبصورت ۔ شعور ۔ پاک ۔ سنجیدہ ۔ متبرک ۔ سچا ۔ مہذب تھا علما کا مجمع اُس کے پاس رہتا تھا ۔ پرہیزگار اُس کے ساتھ رہتے تھے اُسکا دربار بہادری ۔ ایمان داری ۔ صبر اور اور خوبیوں کا مرکز تھا ۔

نمبر ۷ ۔ مالس چندر پربا اس کی نسل میں ہے یہ ایک جری آدمی تھا جس نے (بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

سڑکیں صاف ہیں باغات حوالی شہر میں انبہ وترشاوہ وغیرہ کے ہیں بہت سی مساجد وخانقاہ ہیں۔ مدارس عربی وفارسی وگورنمنٹ ہائی اسکول انگریزی ومشن اسکول وگرجاگھر ہیں۔ جامع شمسی عظیم الشان اور مینار در تغیرات زمانہ حال مستحکم وخوشنما

کہ اپنے دشمنوں کو اس طرح نیست ونابود کیا جسطرح کہ اُس کے کرنوں سے کیچڑ خشک ہو جاتی ہے جو کہ تمام انسانوں کا زیور تھا بلکہ تمام دنیا کا جسکی افواج کے مقابلہ میں ایک بہادر دشمنوں کی جماعت جنکے قدم سے زمین دہلتی تھی مُنہ موڑے سامنوں کے مقام یعنی ٹپالہ کو واپس ہوئے اور اُن کو کثرت تعداد سے تباہ کردیا۔

نمبر ۸۔ جو عرق اُسکے خوشبودار ہاتھیوں کی کنپٹی سے مثل چاند کے بلوری ٹکڑوں سے بہتا تھا اس طرح جبر جنگل کے تالابوں پر پھیل گیا کہ نہ جنگلی ہاتھی نہ اُسکے دشمنوں کے ہاتھیوں کی جرأت ہوتی تھی کہ وہ اپنی پیاس کو اُن میں بجھائے۔

نمبر ۹۔ اُسکا پا انداز بے شمار شہزادوں کے جو اُسکو سجدہ کرتے تھے) تاجوں سے گھس گیا تھا وہ تمام زمین کا مالک تھا جسکو تین بڑے سمندر گھیرے ہوئے ہیں اُس نے سمندر کو غیر ملکوں کی شہزادوں کی متواتر ملاقاتوں سے خشک کر دیا۔ جیسے کہ رام نے گزشتہ زمانہ میں کیا تھا۔ اُس نے سمندر پر اس طرح قبضہ کیا جس طرح کہ پہاڑ سمندر کے کنارہ پر۔

نمبر ۱۰۔ اُس کی سلطنت میں عالیشان عمارتیں ہیں جو بڑے بڑے دیوتاؤں کے مقام گاہ سے بھی سبقت لے گئیں ہیں اور اس سلطنت کی عمارتیں مثل چاند کی کرن کے خوبصورتی میں چمکتی ہیں اور نودانہ کے مثل باغات سے جنکی کثرت سے خوش گوار کاہی زمردین رنگ کے درخت ہیں مزین ہے یہ سلطنت پرانے اعلےٰ دیوتاؤں کے بلند مندروں سے سفید ہوگئی ہے۔ (بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

اور بعض بعض تالاب پختہ و اکثر چاہات پختہ و کوٹھیات سرکاری و پرایوٹ اور عمارات شفاخانہ و کچہری ہائے مال و دیوانی بنی ہوئی ہیں کہ بعض بعض عمارات کا ذکر ہم بالتفصیل لکھیں گے اور آبادی شہر کا حال آیندہ معلوم ہوگا اولاً وجہ تسمیہ بدایوں

نمبر ۱۱ - چھوٹا بھائی نامی زبردست بازو والا **ملھانہ** جس نے کہ شیبو کی پرستش کے واسطے اپنے آپ کو نثار کر دیا تھا اُس نے خوشی سے اس دنیا کا انتظام اپنے ذمہ لیا اور اُس کی سلطنت شہزادوں کی کثیر تعداد سے معمور تھی اور اُس کی سلطنت کی وسعت اُس کے بڑے بھائی کی مہربانی کے مناسب تھی۔

نمبر ۱۲ - اگرچہ مجھی سا بے بہا یا وسیع تحفہ اُس کو ملا تاہم وہ دیوتاؤں کی پرستش کرنے والا رہا جو کہ اُس کی روحانی باپ ہیں اور وہ برہمنوں کا بھی تابعدار رہا وہ اپنے احباب یاروں اور رشتہ داروں کی خوشی کے واسطے پیدا ہوا اور نیز اس لیئے کہ وہ بدمعاشوں کو ہلاک کرے اور اپنی رعایا میں خوشی پھیلائے -

نمبر ۱۳ - اس کی بی بی **چولوکی** جو کہ مزین تھی روشن صفات سے اپنے زمانہ میں لاثانی تھی اور اُس کی اور بی بیوں کے کنول کے سے چہروں کے مقابلہ میں مثل ماہ نو کے تھی - یہ شاہی خاندان **اسورا** کی نسل سے تھی -

نمبر ۱۴ - اسکے بطن سے مثل چاند کے بہادر **للاّ** پیدا ہوا جو کہ بہت جلد تمام دنیا کو اپنے قبضہ میں لے آیا سب طرف اُس کی خوبیوں کی صفائی مثل کنول کے پھول یا چاند یا ہاتھی دانت کے چمکتی تھی وہ اپنے بہادروں کے گوہی حلقہ میں مثل **سمبرو** کے تھا اُس کے بازو کو لچھمی نے محبت کی نظر سے دیکھا جبکہ اُس نے اپنے دشمنوں کا گھر چھوڑا - یہ **چنڈو** خاندان کا جز تھا -

نمبر ۱۵ - یہ بات حیرت انگیز ہے کہ **للاّ** کی پیدائش پر آسمان سے **ملھانہ** (بقیہ نوٹ بصفحہ آیندہ)

کی لکھتے ہیں۔

وجہ تسمیہ بدایوں

ایک کتبہ[لہ] جو قلعہ بدایوں منڈی دروازہ شرقی سے سنہ ۱۸۷۷ء میں بعہد مسٹر لمب صاحب بہادر مجسٹریٹ ضلع برآمد ہوا اور

سے محل پر پھول نچھاور ہوئے اور شہد کی مکھیاں شہد چوسنے کو جمع ہوگئیں اور اپنی بھنبھناہٹ سے اُسکی آیندہ عظمت کو بتا رہی تھیں۔

نمبر ۱۶۔ اُسکے الفاظ خوش مذاقی سے بھرے ہوئے تھے وہ پورے کھلے ہوئے کنول سے یا عقلا کی جماعت سے یا اُن جھاڑیوں سے کہ جو پھولوں سے لدی ہوئی نیچے جھکی ہوں۔ یا جھکے ہوئے خوشہ کھیتوں سے یا شاعر الہام سے یا خزاں کے زمانہ میں چاند کی کرن سے یا اُن پاک الفاظ سے جو بیدابنتوں کے منہ سے نکلے تھے کہیں اچھے تھے۔

نمبر ۱۷۔ وہ کون معزز نامور مالک اس دنیا کا تھا جس نے اسکے عہد میں دنیا کی حفاظت کی دیبی تھی جسکو کہ کوئی اور نہ روک سکتا ہے نہ حظ اُٹھا سکتا ہے۔ اُس کی بی بی ہے۔ کوئی شاہی جوہر اُن بادشاہوں کے تاج کا جو اس دنیا میں کبھی ہوئے ہیں یا ہوں گے مسرت اور خوبصورتی میں اُسکا مقابلہ نہیں کرسکتا۔

نمبر ۱۸۔ وہ اپنی روشنی کے ہالہ میں رہتا ہے جو روشنی کہ مشابہ ہے سورج کے موسم گرما کی روشنی کے یا جس طرح سے کہ سورج اپنے موسم گرما کی روشنی میں رہتا ہے اور دنیا کو اپنی قوت سے معمور کرتا ہے اُس کی خوبصورتی ہیں اُسکے دشمنوں کی جنگی ہاتھیوں کی سر کی سرخی سرخ ہوجاتی ہے اُس کی شہرت مثل چاند کی شہرت کے تعریفوں کا مضمون ہو رہی ہے وہ اپنے دشمنوں کو اس طرح برباد کر دیتا ہے جس طرح کہ سورج تاریکی کو دور کر دیتا ہے۔

(بقیہ نوٹ بصفحہ آیندہ)

وہ دروازہ کی دیوار میں نصب تھا جسکی پشت باہر اور تحریری رُخ اندر دیوار کے تھا اُسی آثار قدیمہ کے محکمہ میں واسطے دریافت کیفیت مندرجہ کے بھیجا گیا۔ چنانچہ کلکتہ سے اُسکے بعض اشعار کا ترجمہ بزبان انگریزی اور بعض سطور کا ترجمہ

نمبر ۱۹۔ اُس کی پھیلنے والی شہرت دنیا کے گرد مثل موتیوں کی مالا کے محیط ہے۔ یا مثل گنگا کے کوہ ہمالیہ کی سب سے بلند چوٹی کے گرد یا مثل چاند کی کرنوں کے آسمان پر یا مثل مالا کے سر پر یا سفید آویزہ کے دیوتاؤں کے مندر میں۔ یا جنگلی ہنس دریاؤں کے کنارہ پر۔

نمبر ۲۰۔ اُسکے آنے پر اگرچہ دنیا ظلم سے نالاں تھی مسرت کا زمانہ اس شہر میں پھر آگیا یہ شہر جو کنوئیں جھیل تالاب اور قرب وجوار کے باغات جو کہ مختلف اقسام کے جانوروں سے معمور ہے جسکے باشندے ہمیشہ مسرت میں بسر کرتے ہیں اور جو کہ تمام روئے زمین پر پھیلی ہے۔

نمبر ۲۱۔ اُس نے یہ پاک گانوں جنہیں کہ دولت مند اور شائستہ لوگ رہتے ہیں اور جنہیں کہ خوشگوار درختوں کا سایہ ہے اور شفاف نہروں سے سیراب ہے معافی سند میں برہمنوں کو عطا کیئے۔

نمبر ۲۲۔ اُس نے اپنے محل کے قریب ایک خوبصورت اور پاک نہر کھودائی وہ خود اپنی رعایا کے لیئے رہنمائی کرتا ہے جس طرح **بھاگیرتھ** گنگا کی رہنمائی کرتا ہے۔

نمبر ۲۳۔ اس کی بی بی **لچھمی** اسکو اس درجہ عزیز تھی جیسی کہ **مادہو۔ سودن۔** کو اس کے ہمنام کہ وہ دوسری دیبی مانی جاتی ہے اور یہ سمندر سے آئی تھی۔ ایسے خاندان سے تھی جس نے کبھی گناہ نہ کیا ہو اور اندرون خانہ کی عورتوں کے کنول کے پھول کے مقابلہ میں مثل برف کی بوچھار کے تھی۔ (بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

رومن میں لکھا گیا اور بعض کا ترجمہ نہیں لکھا گیا کیونکہ اُسکا تعلق تاریخ میں نہ تھا وہ ایک نہایت عمدہ تاریخی کتبہ ہے۔ بیدا سَو لکھنے والے وجہ تسمیہ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ یہ شہر بیدُوں کے رہنے کی جگہ تھا اور بدُہ سَو کہنے والے یہ قیاس

نمبر۲۴- اُس نے اپنی محبت اور نیکی سے اپنے خاوند کا دل اپنی طرف کھینچ لیا۔ اور اپنی کمال خوبیوں سے اپنے خاوند کی محبت کو قایم رکھا اُن کے باہم محبت تھی۔ وہ مثل **پاربتی** کے تھی۔

نمبر۲۵- جسکے کہ بہت سے نیک کام جو اُسنے کیئے ہیں یادگار وہ نمودار ہیں باغوں میں۔ جھیلوں میں اور سایہ دار جگہوں میں۔ اور دیگر وسیع کاموں میں۔

نمبر۲۶- تمام نعمتیں جو کہ بیشمار برہمنوں کے گروہ روزانہ حاصل کرتے ہیں یہ سب اُسیکا عطیہ ہیں جسکا دل غریبوں بیکسوں اور مصیبت زدوں پر ترس کھاتا ہے یعنی **لچھمی**۔

نمبر۲۷- خاوند اور بی بی دنیا کی مقبوضات کی بے ثباتی سے آگاہ تھے اور اُن کی روز افزوں اوصاف حسنہ سے ظلم اور تعدّی کا زمانہ دور ہو گیا۔ راجہ نے ایک مندر اُس دیوتا کا کہ جسکی پیشانی پر ہلال ہے بنوایا دوسری نے یعنی رانی نے اسقدر **پاربتی** کے واسطے کیا۔

نمبر۲۸- وہ کون شخص ہے کہ جسکا دل حیرت سے نہ بھر جائیگا ان دو دریائی مندروں پر جو مندر کہ کیلاسہ کی بلند چوٹیوں کا مقابلہ کرتا ہے اور جو مزیّن ہے خوبصورت ایک زینہ سے اور جسکے کہ سپہر سیہ نے ہوا میں اُڑ کر مجتمع ہونے والے بادلوں کو منتشر کر دیا۔

نمبر۲۹- جبتک **کوستبھا** یہ ہیرا مادھو کے قاتل یعنی **وشنو** کے سینہ پر رہے گا اور جبتک **سنبھو** کا سر ہلال سے مزیّن رہیگا اور جبتک کہ اندر اور (بقیہ نوٹ بصفحہ آیندہ)

کہتے ہیں کہ بُدھ کے وقت میں یہ شہر آباد تھا اور دوسری وجہ یہ کہ راجہ کا نام بُدھا تھا اسوجہ سے بُدھ متو کہلایا اور جو لوگ بیدا متو کہتے ہیں انکا یہ خیال ہے کہ جب راجہ مہیپال نے سنہ ۱۰۲۶ء میں تخت دہلی پر جلوس کیا تو اس شہر

نام ہوتا جب تک کی بی بین کے [illegible] قیام رہیں گے اُس وقت تک اس کام کی شہرت قایم رہیگی ۔

نمبر ۳۰ خدا ایک کرامات [illegible] خوش حالی بخشے اُسکے اور اُس کی بی بی **پیتھی** کے جو اصل اُس کے قابل ہی ساتھ رہے ۔ اُس کے ساتھ رہے جو کہ جھنڈو خاندان کا خاص نامور شخص یعنی **ہیرو** ہے جس نے اُس تلوار سے جو اس کے پنجہ میں آئی وہ بھی جو کھینچ کر اُس کے دشمنوں کے ہاتھیوں کی پیشانی کے پسینہ سے پیدا ہوئی تھی اپنی تعریف سب طرف نقش کر دی ۔

نمبر ۳۱ ۔ خدا کرے **دیبی** جو اپنی نوع میں اُس کی آسایش بڑھانے اور برائیوں کے دور کرنے کے واسطے رہتی ہے ۔ **للاّ** کے اُس کے خاندان کے اُس کے بچّوں کے اُس کے یاروں کے گناہوں کو دور کرے ۔

نمبر ۳۲ ۔ **بایوٹا** گاؤں جو **بھوشانہ** میں واقع ہے مع اراضی متعلقہ اُس کے مذکورہ بالا دیوتا **دیبی** کے واسطے **دیوا بلی** کے نام علیحدہ کر دیا گیا ۔

نمبر ۳۳ ۔ اس مشہور **للاّ** کے سند کے ذریعہ سے ایک چوتھائی مال گذاری دیوتاؤں کے حق میں معاف کی گئی اُن کی پرستش اور رسوم کے واسطے ۔

نمبر ۳۴ ۔ یہ کتبہ **نہال** شاعر کی تصنیف سے ہے جو کہ **سیوارودرا** کا لڑکا ہے اور **وٹسی آمونی** کی نسل سے ہے ۔ اور راجہ کے دربار کا ملازم ہے ۔ اور جسکا چال چلن یا طریقہ معاش اُس کی شہرت کے مناسب تھا ۔ (بقیہ نوٹ بصفحہ آیندہ)

بیداموں میں چونکہ کثرت درس و تدریس کی تھی اسکا نام بیداموں یعنی بید سکھانے کی جگہ رکھا ہمکو یہ کسی تاریخ سے نہیں ثابت ہوتا کہ راجہ مہیپال نے یہ نام اسکا رکھا اس کتبہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اسمیں دو مقام پر یعنی سطر ۱۰ و ۱۱

نمبر ۳۵ - خدا کیے کہ **نہال** کی اشعار کی روانی کا ہار علماء کے سینہ پر مثل موتیوں کی لڑی کے جسکے تمام مسرت کا مخرج ہے اور پھولدار اشعاروں سے **للاّ** کی صفات ڈورہ سے بندہی ہوئی ہیں۔

نمبر ۳۶ - یہ مضمون **وشنو ہری** کے لڑکے نے نقل کیا جو کہ گوڑ کا باشندہ تھا اور کوٹیلا رسم خط سے ماہر تھا۔

نمبر ۳۷ - سومنات نے جو کہ **کامان دیو** کا لڑکا تھا۔ اور جو کہ کنبا کو بادسے آیا تھا اور نقاشی کے فن کا ماہر تھا اسکو کھودا۔ سال سمت ۱۰۴۹ ساتویں بدی مرگا یعنی اگھن مطابق ۵ نومبر ۹۹۲ء

نمبر ۲۲ - میں **کٹھنی** دریا یا نہر کا حوالہ ہے جسکو **للاّ** نے مالا سے کھنوت تک نکالی تھی۔

نمبر ۲۷ و ۲۸ میں اُن عمارت کی طرف اشارہ ہے جنکے کہ ڈھیر منڈو کے کھیڑہ پر نظر آتے ہیں جو منڈر گڈھ گجنا میں واقع ہیں۔

نمبر ۳۲ - میں دیبول کی طرف اشارہ ہے جسکو کہ دیوا پلی کہتے تھے اُس زمانہ میں جنرل کننگھم دلائل ذیل سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ **للاّ** باچھل کی نسل سے تھا اور باچھلوں سے اور کٹھریوں سے گڈھ گجنا اور گڑیا کٹھیرہ کے متصل مقابلہ ہوا۔

دلائل

نمبر ۱ - باچھل راجپوت اپنے آپ کو **بین** کی نسل سے کہتے ہیں۔ (بقیہ نوٹ بصفحہ آیندہ)

ہیں یہ لکھا ہے کہ یہ شہر **ویدا موتھ** ہے اس اعتبار پر پروفیسر سٹر گاٹین جین جنہوں نے ترجمہ اس کتبہ کا لکھا اپنی رائے ظاہر کی ہے اُنہوں نے اس شہر کا نام **ویدا موتھ** تسلیم کیا ہی سطر ایک میں یہ بھی لکھا ہے کہ یہ شہر

نمبر ۲ غالب گمان یہ ہے کہ کٹھریوں نے باچھلوں کو شاہجہاں پور کے قرب و جوار کے کچھ حصے سے نکال دیا تھا جیسا کہ سند استفسار سے معلوم ہوا کہ ۱۵۰۰ میں گڈھ کھیرہ راجہ بین کی نسل میں تھا یعنی بھیلوں کے قبضہ میں اور باقی ماندہ دیورنیا بنجاروں کے قبضہ میں تھی جنگھاروں نے اُس سال میں دونوں قبیلوں کو نکال دیا اور دیورنیا کی بنا ڈالی۔ اس گانوں کے حال کی تاریخ میں مسلمانوں کا اسپر قبضہ کرنا اور جلا دینا جنگھاروں کی بغاوت میں سنہ ۱۶۹۱ء میں یادگار ہے۔

کنگھم صاحب کی رائے ہے کہ باچھل راجپوت یہاں حکمراں رہتے تھے مگر ہم اُن سے اختلاف کرتے ہیں۔

گزیٹیر بریلی صفحہ ۲۴۸۔ گڈھ کھیرہ کا قلعہ دیورنیا کی زمین پر ہے اور جنوبی یعنی خشکی کی طرف سے راستہ ہی دیورنیا کے نیچے کھادہ شرق کی جانب گھوم جاتا ہے اور گڈھ کھیرہ کے قلعہ کی تین طرفیں اُس سے گھری ہوئی ہیں۔ صدیوں سے یہ ویران ہے اور گنجان جنگل کھڑا ہے گذشتہ بیس سال میں یہاں چیتے کا شکار کھیلا گیا ہے۔

قلعہ کا رقبہ ٹھیک طور سے ہمکو نہیں معلوم کتنا نالہ سے جو جگہ گھری ہوئی ہے وہ ۶۰۰ فیٹ طول میں شمالاً جنوباً اور عرض میں ۴۰۰ فیٹ۔

یہ کہا جاتا ہے کہ قلعہ آدھے کوس سے کچھ کم یا قریب ایک میل کے طول میں ہے۔ اینٹوں کا پیمانہ (۱۴ انچ × ۹ انچ × ۲ انچ) ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُن کی قدامت (بقیہ نوٹ بصفحہ آیندہ)

ویدا مونخہ لہ پنچالوں کی سرزمین کی زیب و زینت ہے کہ جس شہر میں یہ مندر شیو کا تعمیر ہوا وہ شہر وید کی تعلیم کی جگہ ہے اور پنچالوں کے ملک کی رونق ہے اس تحریر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جبکہ پنچالوں کا ملک کہا جاتا تھا

بہت بڑی ہے۔ اور پتھر کے ستون برہموں کے ہیں لیکن اس قسم کی مورتیں عمارتوں کی بدایوں میں پائی جاتی ہیں۔ اگر یہ ٹھیک ہے تو ظاہر ہوتا ہے کہ موجودہ مسمار شدہ عمارتیں مسلمانوں کی عمارتیں ہیں جو ہندوؤں کی مسالے سے بنائی ہیں۔

گڈھ کھیڑہ کا بانی راجہ بین کہا جاتا ہے اور کننگھم صاحب بین کو **ویرات** کا لڑکا مانتے ہیں اور اسکو وراودھا بھی کہتے ہیں جو **للا** کا چچا تھا جس نے کہ دسویں صدی کے آخر میں **ویپول** اور گڈھ گچنا کی بنا ڈالی۔

(نوٹ متعلقہ صفحہ ۲۲)

ل خلاصہ صفحہ ہائے ۶۱ لغایت ۶۶ - از (آثار قدیمہ ہندوستان) بدایوں کا پتھر کا کتبہ - لکھن بالا کا از پروفیسر ایف کیل ہارن - پی - ایچ - ڈی - سی آئی - گوٹن جی -

یہ کتبہ اگست ۱۸۸۷ء میں بدایوں کے پرانے قلعہ کے جنوبی مسمار شدہ دروازہ میں پایا گیا یعنی خاص شہر بدایوں میں جو ممالک مغربی و شمالی کا ایک ضلع ہے - بدایوں سے یہ پتھر لکھنؤ کے عجائب خانہ میں بھیجدیا گیا - کتبہ کی تحریر ۳ فیٹ چوڑی اور ۱½ فیٹ اونچی ہے لیکن کتبہ اسوقت مکمل نہیں ہے - اوپر کا حصہ سراسر بائیں طرف سے لیکر نیچے تک اور نیچے بائیں جانب کچھ حصہ پتھر کا ٹوٹ گیا ہے - لیکن جو اکشاری اس طرح سے بائیں جانب جاتی رہی ہیں (بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

اسوقت اس شہر کا نام ویدا موتھ تھا۔

اب ہم اس کتبہ سے اسکا نام جو بعد نام ویداموتھ کے ہوا وہ ظاہر کرتے ہیں دیکھو [illegible] ۲ لغایت ۱۲ کا خلاصہ جو پروفیسر موصوف نے اپنی رپورٹ میں لکھا ہے

[illegible] تہ [illegible] ہیں قریب قریب ہر جگہ آسانی سے اُن کا مطلب نکلتا ہے اور اوپر کی جانب غالباً [illegible] دو یا ایک سطر میں جاتے رہے ہیں جن میں [illegible] معمولی دعائیں کسی دیوتا کی شان میں اشعار ہوں گے موجودہ حالت میں وہ دیوتا غالباً شیو ہو لیکن تاہم بھی حصہ کتبہ کا مکمل معلوم ہوتا ہے۔ اخیر کی سطروں میں بھی کوئی ایسا ضروری حصہ تلف نہیں ہوا ہے۔ کیونکہ اخیر [illegible] متعدد اشعار یا توصیفات کی یعنی مؤلف کتبہ کی شان میں ہونگے۔ حسب معمول اُن میں [illegible] ظاہر کی گئی ہوگی کہ یہ مندر کہ جسکی تعمیر کا یہ کتبہ ہے ہمیشہ قایم رہے۔ آخر کی سطر کے شروع [illegible] قریب چھ اکشروں کو مستثنٰی کر کے باقیماندہ کتبہ اچھی حالت میں ہے اور عمدہ طرح سے یقین کے ساتھ پڑھا جا سکتا ہے۔ حروف کی مقدار کا اوسط ۵/۸ انچ سے لیکر ۳/۴ انچ تک ہے اور آخر کی چار یا پانچ سطروں میں کسی قدر کم ہے خط دیوناگری قریب بارہویں یا تیرہویں عیسوی صدی کا ہے اور یہ کتبہ گوگی اور جلہی دو کاریگروں کا کھودا ہوا ہے (دیکھو سطر ۲۳) زبان سنسکرت ہے اور شروع تیسویں سطر کے حصہ کو مستثنٰی کر کے جو کہ غالباً کتبہ کی تاریخ ہے بقیہ کتبہ نظم میں ہے۔

یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اشعار گوبند چند شاعر کی تصنیف سے ہیں گوبند چند گنگا دھر کا سب سے چھوٹا لڑکا تھا۔ گنگا دھر خود سومیس ور دانشمند کا لڑکا تھا جو باشندہ اپادی گڈہ کا تھا اور اسکی زوجہ کا نام بھی گنگا دھر کا جو کہ پرا سورام ایک عالم کی لڑکی تھی (بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

کہ شیو کے مندر کے متعلق بھداوں لکھا کے مالگذاری کردی گئی تھی پروفیسر موصوف لکھتے ہیں کہ ہم نہیں بیان کرسکتے کہ یہ مقام کہاں ہے ۔ الّا پروفیسر مذکور جس امر کی تحقیق سے مجبور ہوئے ہم اپنی رائے اور قیاس سے یہ کہہ سکتے ہیں

دیکھو (سطر ۲۱ و ۲۲) کتبہ میں خفیف غلطیاں بھی ہیں املا یا رسم خط کی نسبت میں صرف اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ (با) کو ہر جگہ (ٹ ا) لکھتا ہے ۔ سوائے **ارید ہا** کو مستثنےٰ کرکے جو ۲۳ سطر میں آیا ہے غالباً کتبہ کی تیئسویں[۲۳] سطر کی شروع میں تاریخ ہے ۔ جو اب موجودہ حالت میں بدقسمتی سے اس نقش سے جو مجھے بھیجا گیا ہے میں نہیں نکال سکتا یہ امر یقینی ہے کہ یہ تاریخ شہزادہ لکھناپال کے عہد سے متعلق ہے اور یہ کہ شیو کے مندر کی تعمیر اس جگہ پر بتائی ہے یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ یہ جگہ وہی ہے جہاں یہ کتبہ نکلا ہے اور جسکا کہ نام اسمیں ددّا موتا لکھا ہے ۔ دیکھو (سطر ۱ و ۱۱) اور ان دو امور کی وجہ سے یہ کتبہ آسانی سے دو حصوں میں منقسم ہو سکتا ہے

پہلا حصہ ساتویں سطر کے آخر تک گیا ہے اس حصہ میں لکھن پال کا شجرہ درج ہے ۔

دوسرا حصہ جو آٹھویں سطر سے لیکر ۲۰ سطر تک گیا ہے اسمیں مندر کے بانی کا اور اُس کے دینی پیشواؤں کا تذکرہ ہے اس آخری حصہ کی عبارت کا صرف خلاصہ دینا کافی ہے ۔ شہزادہ لکھن پال اور اُس کے اجداد کی نسبت کتبہ کا تحریر کنندہ یہ لکھتا ہے اس[۱] جگہ جہاں[۲] آسمانی[۳] دریا کے سیلاب کی وجہ سے مجمع برائیوں کا جاتا رہتا ہے ۔ اس جگہ پر یہ شہر ددّا موتا ہے پنچالوں کے ملک کی زیب و زینت ہے اور اس کے محافظ **راشٹر اکوٹا** کے خاندان کے مشہور شہزادہ ہیں یہ شہر خوشحالی سے مالامال ہے ۔ کیونکہ اسکے دشمن نہایت کمزور تھے ۔ اور یہاں کے آدمی بکثرت قابل اور نیک مزاج تھے نہایت عمدہ عمارات اور مکانات تھے (بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ)

[۱] اس شجرہ کا شروع حصہ اور دیگر اشخاص جو اس سے پہلے ہوئے تلف ہوگئے ہیں ۔ [۲] آسمانی دریا مراد گنگا سے ہے ۔ [۳] پنجالہ وکورو جو دہلی کی جانب شرق ہکرآباد میں تھی اور پنجالہ جو گرد نواح قنوج گنگا کی نشیب میں آباد تھی باہم بڑی بھاری رقیب تھی از تاریخ قدیمی ہندوستان مصنفہ آر ۔ سی ۔ ڈی ۔ سی ۔ آئی ۔ ای ۔ سی ۔ ایس جو بعد کو کمشنر بردوان ہوگئے مطبوعہ ۱۸۹۳ء

کہ بھداؤں لک کوئی قریہ قریب ویدا موکھ کے تھا جسکی مالگذاری وقف ہوئی تھی لیکن انقلاب زمانہ نے آبادی میں ایسا تغیر پیدا کیا کہ ویدا موکھ کی آبادی بھداؤں لک میں شامل ہوگئی چونکہ شیو کے مندر کے متعلق اُس

اور اُس کے گرد نواح میں ایسے درخت تھے جو فردوس کے درختوں سے مشابہ تھے عظیم الشان اور صاف ستھرے مندر اُسکے خوشنما منظر تھے - اور یہ صلح کُل آدمیوں کی جگہ تھی یعنی ایسے آدمی جو پابند قانون تھے یہ خوبصورت شہر خوبیوں کا مجمع ہونے کی وجہ سے اندر کے شہر کی طرح روشن ہے اور کثرت سنداره کے درختوں کے عمدہ پھولوں سے رنگین ہے اور نہایت عمدہ گنبدوں سے مزین ہے اور سنتانا اور کالپا کے درختوں سے بھی عظیم الشان صاف دیوتاؤں کے مقاموں سے خوشنما معلوم ہوتا ہے اور غیر فانی لوگوں کا مرکز ہے - پہلی سطر تمام ہوئی -

اول اول چندبھان کا حکمراں تھا جو مجمع تھا بے انتہا خوبیوں کا اور سردار تھا آدمیوں کا اُسنے اپنی تلوار سے تمام دشمنوں کو خائف کر دیا اُسکا لڑکا **وگرہ پال دیو** اُسکے بعد حکمراں ہوا جو اپنے دشمنوں میں بہت مشہور ہے اور حاجت مندوں کے ساتھ فیاض تھا اُسکا بیٹا جو بھون پال کے نام سے مشہور ہے درحقیقت عالم دنیا میں قانون مجسم تھا دنیا کی محافظت کرنے کے بعد وہ بیکنٹھ باسی ہوا پھر اُسکا بیٹا **گوپال دیو** دنیا کا حکمراں ہوا جب یہ بادشاہ جو کہ رعایا کی مصیبت کا دور کرنیوالا تھا حکمراں ہوا تو سب قومیں اپنے اپنے فرض منصبی خوش و خرم ادا کرتی تھیں اور خوشحال تھیں - بعد اُسکے اُسکا لڑکا **تری بھون** دنیا کا محافظ یعنی حکمراں ہوا - اُس نے دشمنوں کے کثیر گروہ کو عاجز کر دیا اسوجہ سے وہ بہت مشہور ہوگیا جب یہ برادر خدا کے حکم سے (بقیہ نوٹ صفحہ آیندہ)

سر
مشہور
سنتانا و
کالپاپاسنر کی
بہشت کے
درختوں کے
نام ہیں

گاؤں کی مالگذاری وقف تھی اور شہر کی آبادی اُس مقام پر ہوئی تب بھدہاؤں مشہور ہوا اور اب ویدا سوتھ کا نام صفحہ عالم سے اُڑگیا پس نام اصلی اسکا بھدہاؤں تھا اور لاک کلمہ صفت لاکھ وام یا روپیہ یا جو سکہ

بیکنٹھ کو چلا گیا تو مدن پال اس ملک کا حکمراں ہوا جسکی مشہور و معروف قوت کی وجہ سے ہمیریوں[1] کا دیوتاؤں کے دربار کے کنارہ یعنی گنگا پرانے کا چرچا نہیں ہوا - **بعدہ** اس کا چھوٹا بھائی جس نے کہ لکھو کھا مغرور دشمنوں کو تباہ کر دیا اور فیاض و رحیم تھا حکمراں ہوا اس بادشاہ کا نام مشہور و معروف دیوپال تھا جسکے کہ کاموں کے تذکرہ کی وجہ سے ہم اس زمانہ میں بھی دشمنوں پر فتح حاصل کرتے ہیں بعدہٗ اُسکا لڑکا بادشاہ ہوا وہ اپنے باپ کی گدّی پر مشہور و معروف بھیم پال کے نام سے بیٹھا - اس نے بہادر دشمنوں کو کہ جو ناقابل فتح تھے شکست دی اور جسکا کہ نفیس جسم مثل سونے کے بلے عیب تھا جو کہ ایک پیدایشی مدبّر تھا ہر جگہ اُس نے خیر و فلاح مخلوق میں پھیلادی اور دیوتاؤں اور برہمنوں کا وہ مطیع تھا بعدہٗ اُسکا لڑکا حکمراں ہوا جو کہ تمام دنیا میں مشہور و معروف **سُور پال** کے نام سے مشہور ہے جسکا کہ بادشاہوں میں ایسا رتبہ تھا جیسا کہ دیوتاؤں کے گروہ میں اندر کا یا جیسے کہ اندر کے ہاتھی - **اردان** کا چیدہ ہاتھیوں میں یا جیسے چاند ستاروں کے مجمع میں یا جیسے کہ شیر درندوں میں اسکا لڑکا امرت پال جسکو کہ خدا نے بہت بڑی قوت عطا کی تھی جس نے کہ اپنے ہاتھ کی تیز تلوار سے اپنے دشمنوں کو ڈرایا وہ دیوتاؤں کا اور دوجیوں اور بزرگوں کا مطیع تھا اور ہر علم کا شوقین تھا اور اُن سب کا اُستاد تھا جسکے کہ ہتیار سخت سزا دیتے ہیں خدا کرے کہ اُسکا چھوٹا بھائی شہزادہ لکھن پال جو اُسکا جانشین ہوا ہے سنکھوں مدتوں تک یہاں قایم رہے (بقیہ نوٹ صفحہ آیندہ)

---

[1] معمولی ہجے اس لفظ کے ہیرا ہیں - دیکھو (رایل ایشیاٹک سوسائٹی میں پلیٹ آف وجیا چندر ایڈیٹ چندما یعنی شاہی ایشیائی سوسائٹی کے وجیا چندرا اور چندر کے پلیٹ سطرہ کتاب مسمی ہندوستانی آثار قدیمہ جلد ۱۵ صفحہ ۸ - سکھوں پر نمبر ۱ کا کہا جاتا طامس کی کتاب مسمی دہلی کے پٹھان بادشاہوں کی سوانح صفحہ ۵۰ - سن ۱۳۶۲ء

رائج الوقت ہوا اُسقدر آمدنی اُس کی ہو گی جو لاک کے نام سے مشہور ہوا بھداون لاک جب نام اصلی قرار پایا تو بھداون کثرت استعمال سے بداون ہوا ۔ چنانچہ جب اہل اسلام ہمراہ محمود غزنوی و شہاب الدین غوری

یہ وہ ہے کہ جسکی نیامتی کی کچھ انتہا نہیں ہے اُسکے کرت سے پھینکنے کے ہتھیار یعنی (بان) جو مشابہ ہوتے ہیں سورج کے چمکانے والی کرنوں کے مشہور و معروف دشمنوں کی خون کی دھاریں پیتے ہیں ۔

شجرہ جو اس شاعر نے پتھر میں لکھا ہے اُسکو بہ ترتیب ذیل لکھتے ہیں

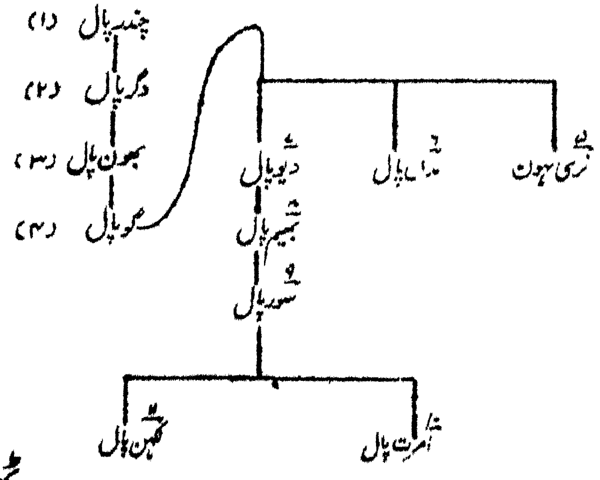
چندرپال (۱)
دگرپال (۲)
بھون پال (۳)
گوپال (۴)
بیٹے
دیوپال
بیٹے
مدن پال
بیٹے
ترسی بھون
بیٹا
بھیم پال
بیٹا
سورپال
بیٹا
لکھن پال
بیٹا
امرت پال

ان ناموں کے سوا اور یہ کہ بادشاہ **راشٹر کوٹا** قوم سے تھی اور وہ **ویدا مٹو** کی حکمراں تھی (جس سے کہ انکا تعلق راٹھوڑ قنوج کے حکمرانوں سے معلوم ہوتا ہے) نہیں اور کوئی ضروری تاریخی حال اس کتبہ سے نہیں ملتا

ان بادشاہوں کا ٹھیک ٹھیک حال مجھے نہ کسی کتبوں سے اور نہ تاریخوں سے جنکو کہ میں نے دیکھا ملا فی الجملہ ان میں سے اکثر نام دیگر موقعوں پر آتے ہیں ۔ صرف ایک نام (بقیہ نوٹ بعنوان آئندہ)

ہند میں آئے اور اُنھوں نے اِن ملکوں کو فتح کیا تو بداؤں مشہور تھا آئین اکبری اور دیگر کتب جامع المآثر اور تزک جہانگیری و فیروزشاہی وغیرہ میں بداؤں مرقوم ہے بعد زمانہ اکبر بادشاہ کے بدایوں بیاء تحتانی تلفظ و کتابت میں

جو لفظ پال پر ختم ہوا ہے (یہ لفظ پال بدایوں سے متعلق ہو) ماہی پال ہے یہ دہلی کا تومڑ راجہ تھا سرنگھم کے بیان کے موافق اس راجہ نے دہلی کا بڑا قلعہ تعمیر کرایا تھا جسپر اب شہر کا کچھ حصہ آباد ہے اس نے ایک مندر بھی بنوایا تھا جس موقعہ پر کہ اب مسلمانوں کی جامع مسجد ہے لیکن ماہی پال کا نام یہاں نہیں آیا ہے ہمیروں کے تذکرہ سے جو سطر چار میں آیا ہے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ مسلمانوں کے حملہ کی طرف اشارہ ہے اس تاریخی دیباچہ کے بعد اس کتبہ میں ذکر ہے کہ ایک شیو کا عابد تھا۔ اس عابد کا نام **ورمشیو** تھا۔ اسکا وطن انا ہلا پٹکا تھا اس نے منتر کے زور سے ایک بت جو پنڈوں نے گوکنا پنتھ میں قایم کیا تھا نیست و نابود کر دیا اس نے اپنے زہد اور ایسی قوت کو جو انسانی قدرت سے باہر ہے کشمیر میں ثابت کر دیا پھر وہ پھرتے پھرتے ودیا مٹھ میں آیا یہاں پر دیو پال کے وزیر رُدولپال نے مٹھ یعنی شہر کی خانقاہ کا افسر کر دیا (سطر ۸ لغایت ۱۲) اسکا جانشین اس عہدہ پر بعد اُس کے ایک اور پاک مشہور شخص مسمی **مورتی گن** ہوا یہ مورتی گن بادشاہ سُورپال دیو کا دینی معاملات میں ناصح ہو گیا (سطر ۱۳ تا ۱۵) مورتی گن کے بعد بزمانہ امرت پال اُسکا شاگرد **ایشان شب** اسکی جگہ ہوا بیان کیا گیا ہے کہ وہ گوڈ میں پیدا ہوا جو کہ ولشں برگ گوترا کے متعلق تھا معہ پانچ پردوں کے یعنی (۱) بھرگو (۲) چیاون (۳) اپناوانا (۴) اوروا (۵) جمراگنی - یہ دو جمنی وشنو کا بڑا لڑکا تھا اور وساون سمبھاپل (جو ملک ہریانہ میں واقع ہے) اُسکا باشندہ تھا۔ اس ایشان شب نے دنیا کو ناپایدار اور فانی سمجھکر (بقیہ نوٹ بصفحہ آیندہ)

مشہور ہوا عہد اکبر تک بداوں ہی بولا و لکھا جاتا تھا چنانچہ ملّا عبد القادر بدایونی نے عہد اکبر میں ایک قصیدہ لکھا ہے جسمیں نام اس شہر کا بداوں درج کیا ہی مطلع یہ ہے

شعر ای صبا از من ببر اہل بداوں را اسلام ٭ برگ باشد یا گل بل خار گلشن را اسلام ٭

ایک مندر شیو کا بنا ہے جسمیں کہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ یہ کتبہ اصل میں نصب کیا گیا۔ اور بعد اودن لکا کی مالگذاری اس کے متعلق کردی گئی سطر ۱۶ لغایت ۲۱ کتبہ کے اس حصّہ کے اختتام پر ایک شعر ہے (سطر ۲۱) میں سے کہ ظاہر ہوتا ہے کہ ردہا وزیر کے بعد جسکا کہ اوپر ذکر کر چکے ہیں لچھمی دھر اور جگت پال وزارت پر مقرر ہوئے جو کہ شیو کی پرستش ردہا کی طرح بہت خلوص سے کرتے تھے باقیانرح دیگر مقامات جنکا کہ دیبہ مو تھو کے علاوہ کتبہ میں ذکر کیا گیا ہے اُس سے انا ہل پٹک جو غربی ہندوستان میں انا ہل وادی کے نام سے مشہور ہی مراد ہے اور ہریانہ جو کہ اب حال میں ہرانہ کے نام سے مشہور ہی وہ امپیریل گزیٹیر کے موافق پنجاب کے ضلع حصار میں ایک قصبہ ہے سیتھاپلی وبعدآ ودن لکا وابادی گڈہ (سطر ۱۷) ان مقاموں کو میں نہیں بتا سکتا کہ کون ہیں۔

نوٹ متعلق صفحہ ۲

جو دہلی کیجانب شرق آباد ہوئے وہ لوگ کورو کہلاتے تھے اور پنچالہ گرد و نواح قنوج کے گنگا کی نشیب میں آباد تھی پنچالہ و کورو باہم بڑے رقیب تھے وادی گنگ پر سنہ عیسوی کے چودہ سو برس پیشتر لغایت ۱۰۰۰ قبل عیسوی پنچالہ کورو وکاسی دو یدا و کسالہ آباد ہوئے (دیکھو تاریخ قدیم ہندوستان بزبان انگریزی مصنفہ مسٹر دت سی۔ ایس کمشنر مطبوعہ ۱۸۹۳ء) تاریخ ہند صفحہ ۲ جلد اول مولفہ شمس العلماء منشی ذکاءاللہ خاں میں لکھا ہی کہ پنچالہ اکثر پنجاب کو کہتے ہیں مگر منو کے دہرم شاستر میں قنوج کی ریاست کو لکھا ہی ٹاڈ کے راجستان میں ہے کہ مہابھارت کے مطابق پنچال کی ریاست کوہ ہمالیہ سے دریائے چنبل تک تھی شمالی پنچال یا روہیلکھنڈ کا دار الحکومت (بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

آثار قدیمہ [illegible] جلد ۱ صفحہ ۱ شہزادہ دیپال ۱۲۵۴ [illegible] ۱۳۰ [illegible] جلد ۲ صفحہ ۱۳ [illegible] دیکھو

ہم کہہ سکتے ہیں کہ بدایوں ماخوذ بھداون سے ہے الّا ہمکو یہ تحقیق نہیں ہو سکتا کہ بھداون کی وجہ تسمیہ کیا تھی کہ جس سے ہمنے لفظ بدایوں کو اخذ کیا ہے۔

آبادی شہر

بدایوں ایک پورانا اور قدیمی شہر ہے لیکن ہنود کے زمانہ کی تاریخ کا بہت کم پتہ چلتا ہے۔ یہ امر بہت مشکل ہے کہ ابتدائے آبادی شہر بدایوں کی نسبت کوئی قطعی رائے پیش کیجائے اور اس امر میں اکثر مورخین نے اپنی معذوری ظاہر کی ہے کہ اس شہر کی بنیاد کب پڑی الاجہانتک ہمکو تاریخ اور قراین قویہ اور آثار قدیمہ سے معلوم ہوا یا ہماری رائے میں بعد محاکمہ جو امر اس بحث میں قرار پایا اُس کو مع دلایل مرقوم کرتے ہیں۔

اہا بی چھترا تھا۔ اور جنوبی پنچال یا میانِ دو آب کا دار الحکومت کمپلیا تھا جسکو اب کمپل کہتے ہیں جو بدایوں اور فرخ آباد کے پاس قدیم دریا کے کنارہ بستا تہا۔ صفحہ ۳۰ تاریخ شمس العلماء مذکور میں لکھا ہے کہ بدھ والوں کے رقیب وہی راجہ تھے جنکا خاندان مہابھارت اور رامائن کے زمانہ سے چلا آتا ہے ایک راج میتھلا یا بنارس کا تہا جسکے راجہ کی بیٹی سیتا جی سے راجہ رامچندر کی شادی ہوئی ہتی۔ دوسرا راج گوڑ کا بنگال میں تہا۔ سوم راج قنوج کا اودہ میں تہا پہلے قنوج کا نام پنچالہ تھا۔ اسی جگہ کے راجہ تھے جو حل میں سیکڑوں برس تک برہمنوں کے حامی رہے اور کبھی انکا دامن نہ چھوڑا۔ برہمن جہاں جاتے تھے واجب القتل ٹھہرتے تھے مگر قنوج والے اُن کا دم بھرتے رہتے تھے۔

کتبہ میں کہ جسکا حوالہ اوپر ہو چکا ہے اس شہر کو بھرت کا شہر لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ راجہ بھرت کے زمانہ میں یہ شہر سرحد آباد تھا اور بھرت کھنڈ میں داخل تھا (دیکھو سطر ۲ کتبہ مذکور کو) راجہ بھرت کورو و پانڈو سے چھ ۶ پشت اوپر مورث اُنکا ہوا ہی اور خاندان چندر بنسی کا جسکا سلسلہ پورا سے شروع ہوتا ہی گیارھواں بادشاہ ہے اور برہما سے اُنیس ۱۹ نمبر پر ہے اُسکا دار السلطنت ہستناپور تھا جو شہر دہلی سے شمال مغرب پر بفاصلہ ساٹھ ۶۰ میل گنگا کے کنارہ پر واقع تھا پانڈو ۲۷ نمبر پر برہما سے ہوا ہے - پس ناظرین کو معلوم ہوگا کہ زمانہ کورو پانڈو سے تاریخی سلسلہ بخوبی کتاب مہابھارت سے ملتا ہی مہابھارت کے زمانہ کو اب تک چار ہزار آٹھ سو پینسٹھ سال ہوئی بھرت کھنڈ جو قدیمی کہلاتا تھا اُسکا نقشہ ہم ذیل میں درج کرتے ہیں - اس نقشہ کے دیکھنے سے یہ بات معلوم ہوگی کہ حضرت عیسےٰ علیہ السّلام کے زمانہ سے پہلے بھرت کھنڈ کی تقسیم پانچ حصوں میں مشہور تھی اور شہر بدایوں کورس پنچالہ کھنڈ میں واقع ہے -

نقشہ بھرت کھنڈ

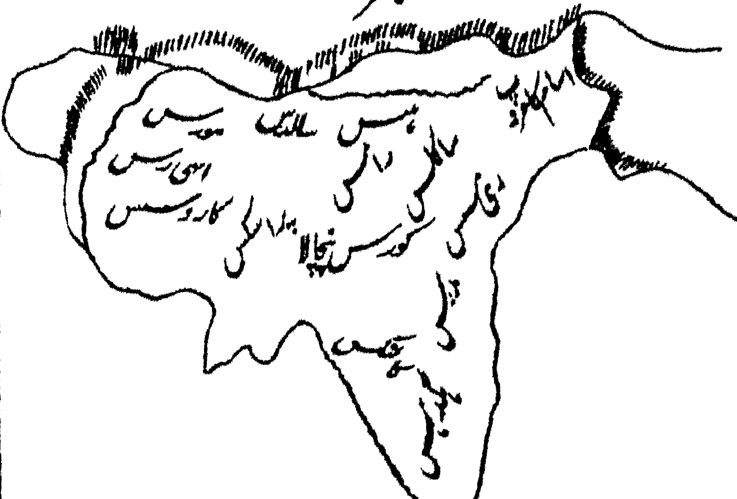

بدایوں میں بہت بڑا ایک قلعہ قدیم زمانہ کا تھا اور اُس قلعہ کی دیواروں کے آثار قریب ۱۲ فٹ چوڑائی میں تھے پانی سے قریب تک اسکی بنیاد کنکڑوں سے جو بہت بڑے عریض و طویل تھے بھرے گئے تھے باہر کی طرف کنکڑ اور اندرونی جانب خشت پختہ کلاں نصب تھی اس کے تین دروازے اور ایک کھڑکی مشہور تھی۔

[۱] دروازہ جنوبی سوتھہ دروازہ تھا۔ جہاں اب چوکی پولیس ایک دمدمہ پر ملقب بہ چوکی سوتھہ موجود ہے اور اسکے مقابل ایک جانب بُرج اسوقت تک بنا ہوا ہے کہ جہاں فتح اللہ چشتی اور شیخ چاؤ وغیرہ اولیائے کرام مدفون ہیں۔

[۲] دوسرا دروازہ جانب شرق جو منڈئی دروازہ کے نام سے مشہور ہے اور اُسکے سامنے حضرت برہان قتال شہید کا مزار ہے۔ دروازہ کے باہر بازار حلوائیان کا ہے اور چوک قدیمی کو راستہ ہے۔

[۳] تیسرا دروازہ جانب شمال بھرتول کے نام سے موسوم تھا کہ وہاں ابتک علامت قلعہ کی موجود ہے ایک دمدمہ پر جو دروازہ کا غربی حصّہ تھا اُسپر چوکی پولیس میراں جی ملہم شہید کی زیارت کے قریب واقع ہے۔ جانب غرب کھڑکی قلعہ کے اُس مقام پر تھی کہ جہاں اب موری سڑک چکّر کے متصل زیارت علی شہید صاحب کے محلہ فرشوری میں قریب مکانات کاتب الحروف کے واقع ہے۔ یہ امر کہ یہ قلعہ کس سنے بنایا تھا تحقیق ہونا بہت مشکل ہے کیونکہ کسی تاریخ سے زمانہ تعمیر قلعہ یا معمر قلعہ کا نام ہمکو نہیں ملا جو کتبے اُسکی تعمیر قدیم کے دروازوں پر ہونگے وہ بوجہ مسمار ہونے قلعہ کے

جاتے رہے اور کسی نے اُن کی حفاظت نہیں کی غالباً کسی دیگر عمارت شہر میں
لگا دیے گئے ہونگے۔ مولوی محمد کریم صاحب ڈپٹی کلکٹر نے اپنی تاریخ بدایوں میں
سنہ ۹۰۰ء میں اس شہر کا آباد ہونا اور قلعہ کا تعمیر ہونا لکھا ہے اور یہ بھی لکھا ہے
کہ راجہ بُدھ نے تعمیر کرایا ہے۔ الا وہ کسی سند سے اس روایت کو نہیں لکھتے
ہیں۔ ہمارے نزدیک سنہ ۹۰۰ء سے بہت پیشتر کا یہ قلعہ تعمیر شدہ معلوم ہوتا ہے
اور غالباً عہد عروج زمانہ بدھ میں یہ قلعہ تعمیر ہوا۔ اِن ملکوں میں شروع
سنہ ۵۰۰ء سے بدھ مذہب رائج ہو گیا تھا اور شیو کی پرستش بہت کم رہ گئی تھی
پس اس تحقیق سے اس کی تعمیر سنہ ۵۰۰ء یا اُس کے کسی مابعد سنہ کی معلوم ہوتی ہے
کیونکہ راجہ بُدھ کا نام ضرور اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ کوئی شخص بُدھ مذہب
کا پیرو تھا جس نے تعمیر کیا اور سنہ ۹۰۰ء میں جبکہ شنکر اچارج اپنا عروج کر چکا تھا
تو اُسوقت بُدھ کے نام سے اس اطراف میں لوگ تعمیر نہیں کر سکتے تھے اور سنہ ۸۰۰ء
سے سنہ ۹۰۰ء تک بُدھ کا کامل زوال کا زمانہ ہے۔ اسکی اینٹوں کی ساخت جو طول
و عرض میں زیادہ ہیں اس زمانہ کی تعمیرات سے بہت پیشتر کی معلوم ہوتی ہیں
بلکہ قلعہ اہای چھترا کی اینٹیں اور یہاں کی اینٹیں عرض و طول میں قریب قریب
یکساں ہیں اور اہای چھترا یعنی رام نگر نزد آنولہ ہرشا وردھن کے زمانہ
میں بہت آباد اور صدر مقام تھا اور اُسمیں ایک قلعہ تھا ہرشا مطابق قول
چینی سیاح بُدھ مذہب کا بہت حامی تھا۔ ہماری اس رائے کی تائید اس سے
بھی ہوتی ہے کہ شیو کے مندر کی تعمیر کے بعد کسی بُدھ مذہب نے اس قلعہ کو تعمیر کیا
کیونکہ کتبہ جو قلعہ کی دیوار کے آثار سے شیو کے مندر کا برآمد ہوا ہے اُسکی تحریر سے

ثابت ہوتا ہے کہ اُس مندر کا ملبہ اس قلعہ میں لگایا گیا۔ پس یہ کام سوائے بدھ والوں یا مسلمانوں کے دوسرے کا نہ تھا۔ اور مسلمانوں نے کبھی تعمیر قلعہ نہیں کی اور نہ اُن کے عہد کا یہ قلعہ ہے اس لیئے ہم یقینی کہہ سکتے ہیں کہ بدھ والوں نے اس قلعہ کو تعمیر کیا۔ اسوقت جو آثار قلعہ کے موجود ہیں اُن کی پیمایش سے قلعہ کی صورت حسب ذیل پائی جاتی ہے۔ اور فی الحال جو سڑکیں نکالی گئی ہیں وہ اندر نقشہ کے لکھدی ہیں۔

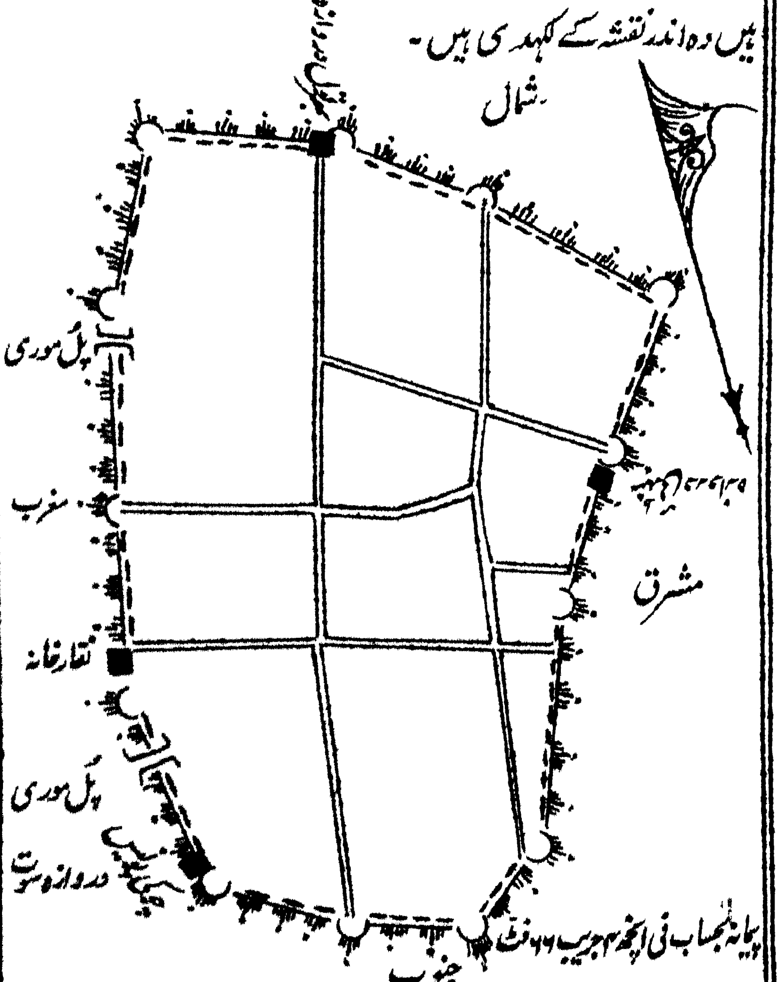
شمال
مشرق
مغرب
جنوب
پل موری
نقارخانہ
پل موری
دروازہ سوات

پیمانہ بحساب فی انچ ۳ جریب ۲۲ فٹ

اب ہم شہر کی مشہور عمارت اور کتبہ جات قدیمہ کا حال لکھتے ہیں۔

بیان جامع مسجد

ایک مسجد جامع سلطان التمش کے زمانہ کی تعمیرشدہ موجود ہے اسکا طول بیرونی ۲۴۶ فیٹ اور عرض بیرونی ۲۱۶ فیٹ ہی اور اندرونی صحن ۱۸۰ فیٹ طولاً اور ۹۴ فیٹ عرضاً ہے اور دیوار کے نیچے کا حصّہ ۱۲ فیٹ اونچائی تک کنکر کی چٹانوں سے اور پتھروں سے بنا ہوا ہے اوپر کی تعمیر نہایت کلاں خشت پختہ سے کیگئی ہے اس مسجد کے اندر تین درجے جانب غرب ہیں اور جانب شرق دروازہ محراب دار نہایت شان و شوکت کا سابق میں تھا اور جنوب و شمال اور دروازہ کے ہر دو جانب عمارت بھی جو مسقف کسی زمانہ میں تھی وہ منہدم ہوگئی تھی عہد اکبر میں ایک بہت بڑا گنبد درمیانی تعمیر ہوا لیکن بعین ویسا رہا باقی عمارت بجنسہٖ منہدم پڑی تھیں الّا جانب جنوب دو گنبد دروازہ جنوبی کے شرق جانب بنے ہوئے تھے۔ اور ایک پختہ حوض درمیان صحن کے اور ایک چاہ پختہ متصل دروازہ شمالی قدیمی تعمیر شدہ موجود ہے جسکی مرمت وقتاً فوقتاً ہوتی رہتی ہے کہتے ہیں کہ اس مقام پر کوئی مندر تھا اُس جگہ پر ابتداءً یہ مسجد تعمیر ہوئی۔ الا ہمارے خیال میں یہ امر نہیں آتا کہ عمارت مندر پر مسجد بنائی گئی ہو کیونکہ مسجد قبلہ رو بنیادوں سے تعمیر کی گئی ہے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ کسی مندر کا کچھ ملبہ یعنی اینٹ پتھر وغیرہ تعمیر مسجد میں لگایا گیا ہو تو عجب نہیں۔ لیکن یہ کہنا کہ مندر کو مسجد کر لیا اور اُسی بنیاد پر مسجد قایم ہوئی بالکل خلاف قیاس ہے البتہ وقتاً فوقتاً اس مسجد کی مرمت شکست وریخت وغیرہ ہوتی رہی۔

سب سے اول بنیاد تعمیر مسجد کی خبر دینے والا کتبہ[1] دروازہ شرقی جامع مسجد کا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عہد سلطنت سلطان شمس الدین التمش میں تکمیل تعمیر دروازہ شرقی کی ہے یعنی سنہ ۶۲۰ ہجری میں۔

دروازہ شمالی جامع مسجد کے کتبہ[2] سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد بن تغلق شاہ کے عہد میں بھی ترمیم اس مسجد کی ہوئی اسکے دروازہ شمالی پر ایک کتبہ سنگین مرقوم ہے جو سنہ ۷۲۶ ہجری کا ہے ایک بہت بڑی عمارت درمیانی گنبد کی جسکا قطر

---

[1] من دخله كان امنا - بسم الله الرحمن الرحيم ولله على الناس حج البيت من
جو آیا اس جگہ امن سے ہوا۔ اور اللہ کا فرض ہے لوگوں پر حج کرنا خانہ خدا کا
استطاع اليه سبيلا - ادخلوها بسلام - بامر السلطان المعظم السلطان
جسکو پہونچنے کی مقدرت ہو - آؤ اس جگہ سلامت رہو گے - حسب الحکم بادشاہ بزرگ سلطان اعظم
الاعظم مالك رقاب الامم شمس الدنيا والدين اعلى الاسلام والمسلمين
جو مالک تمام مخلوق کی گردنوں کا ہے جسکا نام شمس دنیا اور دین ہے جس نے ملبند کیا اسلام کو اور اسلام والوں کو
اعلى الملوك والسلاطين ابو المظفر الشمس السلطان ناصر امير المومنين
اور جو سب بادشاہوں سے زیادہ عادل ہے کنیت جسکی ابو المظفر الشمس بادشاہ مددگار سردار مومنین ہے
خلد الله ملكه سنه ۶۲۰ عشرين وستمائة
ہمیشہ رکھے ملک اسکا سنہ ۶۲۰ھ

[2] عمر بهذه العمارة الحضرة المعلى ظل الله الرحمن ابو المجاهد محمد بن تغلقشاه
بنوائی یہ عمارت حضرت بزرگ سایہ خداوند رحمن الجاہد محمد بن تغلقشاہ بادشاہ نے
السلطان خلد الله ملكه وسلطانه فی سنه ۷۲۶ ستة وعشرين وسبعمائة
ہمیشہ رکھے اللہ ملک اسکا اور دبدبہ اسکا سنہ ۷۲۶ میں
معماره حسين بن حسين كوتوال خطه بداؤن
معمار اسکا حسین بن حسین کوتوال خطہ بداؤں تھا۔

۴۳ فیٹ ہے بڑی بڑی دیواروں پر جنکے آثار ۱۷ فیٹ چوڑے ہیں واقع ہے اور ایک محراب اندرونی اُس کی چوڑائی ۱۸ فیٹ ہے۔ اور ایسی ہی دو محراب اُس گنبد کی جانب شمال وجنوب ۱۷ فیٹ چوڑائی کی موجود ہیں۔ باہر کی محراب ۳۲ فیٹ چوڑی ہے اور اُس کے سامنے صحن مسجد اور حوض بنا ہوا ہے اور یہ عمارت قطب الدین شیخ خوبو کوکہ نے بعہد اکبر بادشاہ غازی سنہ ۱۰۱۳ ہجری میں بنوائی چنانچہ پاکھ شمالی جامع مسجد بدایوں پر یہ کتبہ[1] مرقوم ہے جو نوٹ میں بجنسہ لکھا جاتا ہے پاکھ جنوبی اندرونی جامع مسجد میں جو کتبہ[2] بخط فارسی ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۶۲۳ ہجری میں بھی مرمت وتعمیر مسجد ھذا کی ہوئی تھی۔

بعد ازاں غدر سنہ ۱۸۵۷ء سے پیشتر یعنی سنہ ۵۵ و ۵۶ء میں مولوی رضی اللہ صاحب مرحوم پدر مولوی طفیل احمد صاحب نے اندرون وبیرون گنبد کلاں کی استرکاری چندہ سے باہتمام خود کرائی۔ حافظ نیاز احمد صاحب متولی مرحوم خوشنویس نے آیات قرآنی اور سورہ جمعہ حاشیہ پر کندہ ومحاریب پر مرقوم کی ہیں جو اسوقت تک موجود ہیں۔

---

[1] در عہد جلال الدین محمد اکبر بادشاہ غازی در سنہ ۱۰۱۳ یکہزار وسیزدہ ہجری بنا کرد این مسجد قطب الدین چشتی عرف شیخ خوبو کوکہ ابو المظفر سلطان سلیم شاہ غازی ابن جلال الدین اکبر باہتمام نواب شیخ ابراہیم ولد خان مذکور کوکہ بمشیر عمارت عبد الملک تماستی۔

[2] بنائے خان قطب الدین مرحوم + شد بحکم حکیم خان کشور + بسعی شیخ فضل اللہ چشتی + چو شد اتمام با صد زینت وفر +
پئے تاریخ او گفتم خرد را + زباں گو خدا الصمد اللہ اکبر

لیکن یمین و یسار کی عمارتوں میں جنکی چھتیں زمین بوس ہوگئی تھیں اُسمیں صدہا درخت جنگلی شریفہ وغیرہ جم آئے تھے اور صدہا سانپ وبچھو رہتے تھے اور نماز صرف گنبد کلاں میں ہوتی تھی۔ صرف ایک دروازہ شرقی کلاں درست تھا بقیہ دروازہ بند اور یمین و یسار کی عمارت خراب پڑی تھی۔ ۱۸۸۵ء میں مسٹر لمپ صاحب بہادر مجسٹریٹ وکلکٹر ضلع کو اتنی بڑی عمارت قدیم اور یادگار شاہانِ سلف دیکھکر افسوس ہوا اُنہوں نے ہم لوگوں یعنی اہل اسلام سے اُس کی درستی کے واسطے کہا اُسوقت ایک رقم کثیر چندہ کی مسلمانان شہر نے بقدر ہمت و توفیق کے فراہم کرکے مسجد کی مرمت شروع کردی۔ چونکہ **راقم الحروف** زیادہ تر شاہجہانپور بوجہ تعلقات وکالت رہتا تھا اور دیگر عمایدِ شہر کو بھی اپنے اپنے امورات سے فرصت نہ تھی یہ کام ہمارے شفیق مولوی طفیل احمد صاحب وکیل منصفی بدایوں خلف مولوی رضی اللہ صاحب مرحوم نے اپنے ذمہ لیا واقعی جو مولوی طفیل احمد صاحب نے اس مسجد کی تعمیر میں اور فراہمی چندہ میں اور اپنے پاس سے بھی وقتاً فوقتاً مدد فرمائی اُس کی شکرگذاری ہم تمام لوگوں پر ضروری ہے عنداللہ اجر پائیں گے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اتنی بڑی عمارت عالیشان کو جو بادشاہ وقت تعمیر کرسکتا تھا۔ وہ تعمیر قریب اختتام کو پہونچی اور جملہ مرمت سے مکمل ہوگئی کسیقدر اندرونی فرش مرمت کو باقی رہا ہے اور دروازہ شرقی از سر نو بصرف زر کثیر سنگین تعمیر کیا گیا اور جو کتبہ سابق دروازہ پر تھا بدستور لگا دیا گیا اور دروازہ شرقی کی یمین و یسار دکانیں تعمیر کرائی گئیں جنکی آمدنی مسجد میں صرف ہوتی ہے اور پچاس روپیہ سالانہ خرچ مسجد کے واسطے مسماۃ جگن عرف

جگروز وجہ چودھری عبد العلی صاحب مرحوم نے اپنی موقوفہ جائداد سے دوام کے واسطے مقرر کر دیئے ہیں جو متولّی وقف چودھری نبی بخش صاحب سالانہ عنایت کرتے ہیں - چراغ بتّی اور حوض کی بھرائی وغیرہ میں صرف ہوتا ہے اور جو آمدنی دُکانات اور سالانہ مقررہ سے بچتی ہے اور چندہ جسقدر ہو جاتا ہے وہ سب تعمیر مسجد میں لگایا جاتا ہے - اس مقام پر مجھکو یہ لکھنا بھی ضروری ہے کہ **ہز آنر نواب لفٹنٹ گورنر سر اکلنڈ کالون صاحب بہادر دام اقبالہ** ۱۸۸۶ء میں بدایوں تشریف لائے اور جامع مسجد کی جو تعمیر جدید ہوئی تھی ملاحظہ فرمائی اُسوقت نواب صاحب موصوف نے جلسہ عام میں یہ ارشاد فرمایا کہ مسلمانان بدایوں نے ایسا کام کیا ہے کہ جو صفحہ روزگار پر یادگار رہیگا کیونکہ اتنی بڑی عمارت شاہی کو جو قدیمی ہے اپنی مدد سے بلا استعانت شاہی از سر نو تعمیر کر دیا ہندوستان کے مسلمانوں میں یہ ایک نظیر ایسی ہے کہ جس سے اور لوگ سبق حاصل کر سکتے ہیں اور خود جناب موصوف نے چندہ عنایت فرمایا - **راقم الحروف** سے جب **پرائیوٹ** ملاقات ہوئی تو جناب موصوف نے قریب قریب یہی الفاظ مکرر فرمائے اب ہمکو امید ہے کہ یہ تعمیر جو ہمارے عہد کی ہے مدت ہائے دراز تک قایم رہیگی اور ہماری نسلوں میں ہماری یادگار باقی رہے - اور آئندہ کو بھی جو ہمارے بعد آنے والے ہیں وہ انشاء اللہ تعالےٰ اس خانہ خدا کو قایم رکھنے میں کوشش کریں گے - آمین - آمین - آمین -

بیان عیدگاہ شمسی

ایک عیدگاہ شمسی جانب غرب شہر سے ایک میل فاصلہ پر اپنے عہد گورنری میں سلطان التمش نے سنہ ۵۹۹ ہجری لغایت سنہ ۶۰۶ ہجری مطابق سنہ ۱۲۰۲ء لغایت سنہ ۱۲۰۹ء میں بہت بڑی بنوائی ۳۰۰ فیٹ طول میں دیوار عیدگاہ شمسی کی ہے اور ایک ممبر بہت عمدہ اور بلند خطبہ کے واسطے بنا ہوا ہے۔ اُس ممبر کے جانب جنوب محراب دیوار میں آیات قرآنی مرقوم ہیں۔ اور دیوار کے بالائی حصّہ پر کھُدی ہوئی اینٹوں میں کچھ عبارت لکھی ہے جسکے حروف بوجہ استرکاری کے مٹ گئے ہیں اور پڑھنے میں نہیں آتے۔ اور حاشیہ دیوار پر نیلگوں خشت نہایت چمکدار جابجا لگی ہوئی ہیں جو بعض موجود ہیں اور اکثر جاتی رہیں اور بڑے بڑے ستون سنگین چبوترہ کے قریب اُفتادہ ہیں۔ نہیں معلوم کہ یہ ستون کس جگہ نصب تھے۔ اب اُس دیوار کے عقب میں زیارت حضرت بدرالدین شاہ ولایت قدس سرہٗ العزیز اور ایک دروازہ اُس دیوار میں ممبر کی جانب شمال بزمانہ سابق نکالا گیا اُس حصّہ چبوترہ پر جو جانب جنوب ہے نماز ہوتی ہے جانب شمال کے چبوترہ پر درخت وغیرہ خودرو جم آئے ہیں اور خدام زیارت شاہ ولایت رحمۃ اللہ علیہ نے جدید چند مقابر کرا دی ہیں اور وہ حصّہ شمالی دیوار کا شکستہ ہوتا جاتا ہے اس حصّہ دیوار شمالی کی طرف ایک حوض شمسی تھا جو بالکل کھُد گیا اُس کی اینٹیں لوگ لے گئے اب وہاں صرف ایک تلیّا ہے جو موسم برسات میں پانی سے بھر جاتی ہے اسکے سوا اور کچھ نشان حوض شمسی کا نہیں ہے۔

بیان مدرسہ معزیہ

عقب جامع مسجد شمسی کے مدرسہ معزیہ جو قطب الدین ایبک یا شمس الدین التمش نے بہت بڑا تعمیر کیا تھا اور بنام سلطان معز الدین اپنے آقا کے موسوم کیا تھا جسکا تذکرہ تاریخ فرشتہ اور دیگر تواریخ میں موجود ہے اس مدرسہ سے بہت اشخاص عالم و فاضل ہوئے اسوقت اس مدرسہ کے صحن میں تاج الدین یلدوز کی قبر عقب جامع مسجد ہے جو مشہور بہ قبر سلطان بلجی ہے اور کوئی نشان اس مدرسہ کا سوائے بنیادہائے زمین دوز کے باقی نہیں ہے اِلّا ایک چھوٹی سی مسجد کی بنیاد نمایاں تھی۔ اُسپر اب خطیب خواجہ احمد و مقبول احمد صاحبان نے ایک مسجد تعمیر کرا دی ہے آراضی اس مدرسہ کی مولف تاریخ ہذا نے ہمیشہ اُفتادہ عقب جامع مسجد دیکھی اور اُسمیں چند قبریں علاوہ شاہ بلجی تاج الدین یلدوز کے موجود تھیں کوئی عمارت بجز نشانات اساسہائے کہنہ باقی نہ تھے اور غالباً کسیقدر آراضی اُس کی جانب غرب و شمال اک زمانہ دراز سے اشخاص مختلف کے قبضہ میں رہی اِلّا جو قطعہ افتادہ تھا اُسپر مویشان خواجہ احمد و مقبول احمد نے وقتاً فوقتاً اپنی لکڑی وغیرہ بوجہ قربت مکانی ڈال لیا کرتے تھے اور شاید یہ بھی وجہ ہو کہ کسی زمانہ میں خطابت جامع مسجد اُن کے خاندان میں ہو کیونکہ وہ خطیب مشہور ہیں اور اُنکا متولیانہ قبضہ ہو مگر ہمارے زمانہ تک کبھی کوئی تعمیر کسی قسم کی یا کوئی آبادی اُس قطعہ اُفتادہ پر نہیں ہوئی۔ سنہ ۱۸۸۷ء میں جبکہ مسٹر لیپ صاحب بہادر مجسٹریٹ کی توجہ اس طرف مایل ہوئی کہ جو آراضی متعلقہ جامع مسجد ہے اور اُسپر لوگوں نے اپنے مکانات بنا لیئے یا قبضہ کر لیا ہے وہ اُن سے واپس لیجاوے۔ چنانچہ شمالی دروازہ جامع مسجد کی جانب

غرب وشرق دیوار سے ملا کر لوگوں نے مکانات خام تعمیر کر کے قبضہ کر لیا تھا اور چاہ جامع مسجد میں پُل چلانے کے واسطے بھی پانی نہ تھا جس سے حوض بھرا جاوے اُن آراضیات کو اُن قابضان سے خالی کرایا اُسوقت عقب جامع مسجد مدرسہ مغربیہ کی آراضی پر بھی اکثر اشخاص مہتممان جامع مسجد نے قبضہ آراضی وقف پر کرنا چاہا اور اُس کی آمدنی کو جامع مسجد میں لگانے کی جرارت کی اُسوقت خواجہ احمد و مقبول احمد صاحبان نے ایک نالش دیوانی میں بعد تبادلہ مسٹر لمب صاحب بہادر کے چند اشخاص پر جو ممبر اور رکن تعمیر جامع مسجد کے تھے دائر کر دی راقم الحروف بھی بزمرہ مدعا علیہم داخل تھا بابو پراگداس صاحب منصف شرقی بدایوں کے اجلاس میں یہ مقدمہ پیش ہوا منصف صاحب نے موقعہ ملاحظہ کر کے فریقین کے بیانات قلمبند کرنا چاہے اُسوقت خان بہادر مولوی حامد بخش صاحب نے جو بزمرہ مدعا علیہم تھے راقم الحروف سے کہا کہ بہتر ہے جو ہم مدعا علیہم اور مدعیان کسی اہل محلہ کے بیان پر انحصار کر دیں چنانچہ فریقین نے ایک صاحب پر منجملہ اہل محلہ کے حصر کر دیا اُن بزرگوار نے یہ فیصلہ کیا کہ اسقدر آراضی دیوار پس پشت جامع مسجد سے عرض میں اور طول تا یہ جامع مسجد متعلق مسجد کر دیجاوے باقی آراضی مدرسہ مغربیہ اور قبر شاہ تاج الدین پلدوزا اور دیگر مقابر و مسجد بقبضہ مدعیان رکھی جاوے اُس روز سے اس آراضی اُفتادہ پر مدعیان نے اپنا قبضہ بذریعہ ٹال لکڑی کے کر لیا ہے اور مسجد کی جو آراضی مدرسہ مغربیہ میں واقع ہے اُس کی تعمیر کرا دی اب اور کچھ نشان مدرسہ مغربیہ کا باقی نہیں رہا

زیارت خواجہ بدرالدین شاہ ولایت رحمۃ اللہ علیہ

عقب عیدگاہ شمسی کے یہ زیارت معہ مسجد و حریم پختہ نہایت عمدہ بنی ہوئی ہے اس کی عمارت سابقہ نہیں معلوم کس وضع کی تھی کتبہ جو اس زیارت میں منقوش ہیں اُنسے معلوم ہوتا ہے کہ چند مرتبہ اسمیں کچھ تعمیر ہوتی رہی ہے حریم جو اب بنی ہوئی ہے یہ مشہور ہے کہ کسی طوائف نے وقت پوری ہونے منت کے بنوائی ہے لیکن ہمکو اُس کی تعمیر کا زمانہ معلوم نہیں نہ کوئی کتبہ اس تعمیر کے متعلق ہے کتبہ جات جو بالفعل موجود ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

کتبہ اندرون گنبد دروازہ شاہ ولایت رحمۃ اللہ علیہ

عمارت کنندہ عہد السلطان الزمان ناصر الدنیا والدین
محمد شاہ فیروز شاہ السلطان خلد اللہ ملکہ بانی بنائے روضہ
مشائخ البلد بدر الملۃ والدین طاب ثراہ راجی الحضرت للہ
حضرت نصر اللہ کوتوال خطہ بدایون جازاہ اللہ للبانی فی
ذی الحجہ سنہ اثنی وتسعین وسبع مائۃ۔ ۷۹۲

کتبہ پاکہ حریم جنوبی

فی زمان السلطان العادل جلال الدین محمد اکبر بادشاہ غازی

ع سلطان ناصر الدین محمد شاہ پسر فیروز سلطان [illegible] ہجری میں [illegible]

عہد اکبر میں معلوم ہوتا ہے کہ عمارت شمسی اور حدیقہ یعنی باغ کسی مقام پر تھا اور اسپر یہ کتبہ سنہ ۹۸۱ھ میں لگا یا گیا عجب ہے کہ عیدگاہ و حوض شمسی کے قریب کوئی باغ ہو اور اسپر بعہد اکبر سنہ ۹۸۱ھ میں یہ کتبہ لگا یا گیا اور بعد منہدم ہونے کے حریم حضرت شاہ ولایت میں لگا یا گیا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شخص اکبر آباد کا رہنے والا آستان حضرت شاہ ولایت رحمۃ اللہ علیہ پر آ کر تین ماہ چلہ کش رہا ہو اور اپنی روانگی کے وقت اس کتبہ کو پرانی خشت پر کندہ کر گیا ہے۔

بانی عمارۃ الشمسی والحدیقہ مرزا محمد ابن شاہ ولی حسین خان حررہ سنہ ۹۱ ہجری

کتبہ اندرون حریم شاہ ولایت صاحب رحمۃ اللہ علیہ جانب شرق

ایک کتبہ پڑہنے میں بوجہ مٹ جانے کے نہیں آتا ہے تاریخ بھی اُسمیں نہیں ہے جو حرف پڑہے گئے وہ ذیل میں درج کیئے جاتے ہیں۔

کتبہ

بنام خدا کوست قایم بالذات ابد دارندہ بندہ و مور و مار۔ ہر کس نماند بدین جہان
ایں سحاد۔ آستان شیخ خنان بدرالدین کہ صاحب ولایت اکبر۔ ابا در۔
سہ ماہی قیام نکردگر دابنیہ بازبرد۔

کتبہ زیارت جلال کاشی ؒ

متصل دروانہ حضرت بدرالدین شاہ ولایت جانب شمال حضرت جلال کاشی قدس سرہ کا حظیرہ ہے جسمیں چند قبریں ہیں ایک کتبہ اُسکے جانب غرب ہے جسپر آیت الکرسی منقوش ہے اور یہ لفظ تاریخ شہادت سلطان باقی گشت کہ پڑہنے میں آتے ہیں باقی کچھ پڑہا نہیں جاتا دوسرا کتبہ بیرون حریم جو منقوش ہے وہ یہ ہے

ایں بنائے حریم شیخ جلال بشد مرتب ز شیخ فیض اللہ۔ سال تاریخ اوز پیر خرد*
یافتم پر جلال است ایں درگاہ۔

اس کتبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ فیض اللہ چشتی کے زمانہ میں سنہ ۱۰۱ھ میں تعمیر ہوئی ہے۔ شیخ فیض اللہ چشتی فاروقی بدایوں میں عہد جہانگیر و اکبر میں کوئی معزز شخص تھے کتبہ جامع مسجد سے بھی واضح ہے کہ شیخ موصوف نے اُسکی ترمیم

* اسی طرح ہے اصل میں [illegible] یہ حرف اگرچہ سطح سے

تعمیر کی ہے

کتبہ زیارت میراں ملہم شہید رحمۃ اللہ علیہ

متصل دروازہ بھرتول حظیرہ حضرت ملہم شہید رحمۃ اللہ کا ہے ایک مسجد اور حریم زیارت جسمیں چند قبور پائی جاتی ہیں بہت پُرانا مزار ہے محلہ بیدوں ٹولہ میں یہ زیارت واقع ہے اسمیں دو کتبہ دیوار میں ایک اندرون حریم جانب شمال دوسرا دروازہ کے جانب شرق ہے۔ کتبہ اول بخوبی پڑھنے میں آتا ہے وہ یہ ہے۔

اتممت عمارۃ جدید فی عہد سلطان الاعظم ابوالمجاھد
تمام ہوئی عمارت نئے زمانہ میں بادشاہ اعظم ابو المجاہد
فی سبیل اللہ محمد بن تغلق شاہ السلطان ناصر امیرالمومنین
فی سبیل اللہ محمد بیٹا تغلق شاہ کا جو بادشاہ مددگار سردار مسلمانوں کا ہے
خلد اللہ ملکہ وسلطانہ واعلے امرہ وشانہ المعمار محمد
ہمیشہ رکھے اللہ ملک اُسکا اور دبدبہ اور بالا رہے حکم اُسکا اور شان اُس کی۔ معمار محمدؐ
سلطانی یوم احدی الثامن من ربیع الاخر سنہ ۷۲۸
بادشاہی تھا۔ روز یکشنبہ ہشتم ماہ ربیع الثانی ۷۲۸ھ ہجری تھے۔
ثمان وعشرین وسبع مائۃ۔

یہ کتبہ عہد سلطان محمد عادل شاہ بن تغلق کا ہے جو الغ خاں کے نام سے مشہور تھا اور بعد وفات غیاث الدین تغلق کے ۷۲۵ھ میں تخت دھلی پر بیٹھا اور یہ بعہد غیاث الدین بدایوں بھی آیا تھا جب یہ تخت نشین ہوا

تو اسوقت اس نے سنہ ۲۸ھ میں کوئی عمارت جدید تعمیر کرائی ہے جسکا یہ کتبہ ہے ممکن ہے کہ مسجد و خطیرہ کی تعمیر کا نام عمارت جدید کیا ہے الّا یہ عمارت نہایت مختصر ہے۔ لہذا ہمارے خیال میں یہ کتبہ کسی دوسری جگہ کا لگا دیا گیا ہی کیونکہ وہ دیوار جسمیں یہ لگا ہے وہ حال کی تعمیر ہے اور قدیمی تعمیر نہیں ہے۔

اور دوسرا کتبہ جو دروازہ کے پاس ہے وہ ایک بہت بڑے پتھر پر ہے اور اسکا ایک حصہ ٹوٹ گیا ہے مشکل سے پڑھنے میں ناقص عبارت آتی ہے جسکو ہم بجنسہ لکھتے ہیں۔

بنی هذه الدار ب المبنی الحصن الحصین فی عهد سلطنة السلطان المعظم مالک رقاب الامم

بنوائے یہ گھر خداوند مضبوط قلعہ والے نے زمانہ بادشاہت سلطان بزرگ مالک لوگوں کی گردنوں کا

بفرمان امام الملة والایمان وارث ملک سلیمان صاحب التاج والحکم فی الملک

حسب فرمان امام ملت اور ایمان کا وارث ملک سلیمان کا مالک تاج و حکمت کا عالم میں۔

یہ پتھر ہمنے ایک مسجد و تکیہ میں جو محلہ سیدباڑہ میں متصل مکان قاضی غلام موسیٰ صاحب مرحوم کے رکھا ہوا دیکھا تھا چونکہ وہ مسجد و تکیہ ویران تھا سنا ہی سیّد عباس علی ساکن محلہ سیدواڑہ نے کسی مقام قلعہ سے اٹھا کر اس جگہ رکھدیا تھا پھر تخمیناً ۵ سال ہوگئے کہ مسلمانوں نے وہاں سے اٹھا کر اس پتھر کو ناکہ شرقی دروازہ میران ملہم شہید میں لگا دیا اس کتبہ کی عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قلعہ کے اندر کسی محلہ کے دروازہ پر لگایا گیا تھا افسوس ہے کہ تمام و کمال کتبہ بوجہ شکستگی پتھر تاریخ یا نام بادشاہ کا ظاہر نہ کرسکا۔ جو عبارت اور رسم خط اس کتبہ کا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتبہ ابتدائی عہد اہل اسلام کا ہے۔ جو القاب اس میں

مرقوم ہے یعنی امام الملۃ والایمان وارث ملک سلیمان یہ القاب عہد ایبک و التمش میں مستعمل ہے چنانچہ بیہقی وغیرہ میں مرقوم ہے۔

مسجد سوتہ

یہہ مسجد محلہ سوتہ میں ہے جہاں سادات کے مکانات ہیں اور ایک چاہ پختہ بنا ہے اس مسجد میں ایک کتبہ لگا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسجد بھی ایک عمارت معبد قدیم شروع آمد اہل اسلام کی ہے اور مشہور ہے کہ حضرت نظام الدین محبوب الٰہی قدس اللہ سرہ نے اس مسجد میں بیٹھکر زمانہ طالب علمی میں مطالعہ فرمایا ہے چنانچہ ایک طاقچہ بطور چراغ دان کے محراب درمیان میں جانب جنوب بنیاد سے دس گرہ بلندی پر اسوقت بنا ہوا ہے جسکو کہتے ہیں کہ چراغ روشن کرکے مطالعہ فرمایا کرتے تھے اور اب بھی اُس کی برکت مشہور ہے کہ طلبہ کند ذہن وہاں مطالعہ کرے تو ذہن کشادہ ہوتا ہے کتبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اول بانی مسجد حسام الدین تھے بعدہٗ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے تعمیر کرایا اسکی بعد مرتبہ سوم سنہ ۱۱۲۰ ہجری میں محمد منیر نے تعمیر کیا۔ کتبہ یہ ہے۔

بود از قدیم بانی مسجد حسام دیں + چوں کہنہ گشت ریختہ افتاد بر زمیں
زاں پس نظام دین بنا کرد از جدید + تا مدتے مدید فرو ماند ہم چنیں
بعد از وفات او چو محمد منیر ساخت + بیت العتیق خانۂ اسلام شد مبیں
تاریخ سال او ز خرد خواستم بگفت + آرند صوفیان سر سجدہ بر زمیں

۲۰ ھ ۱۱

مسجد خان واقع محلّہ سوتہ

یہ مسجد خان کے نام سے مشہور ہے لیکن موزشان متولیان کی بنوائی ہوئی ہے یہ بھی ایک قدیم معابد مساجد سے شمار کیجاتی ہے اسمیں چند بزرگوں کی قبریں ہیں زمانہ حال میں حافظ علی اسد اللہ صاحب مرحوم کا بھی مزار یہاں تعمیر ہوا ہے اور دالان سقف کے اندرون قبر ہے وہاں پر ایک کتبہ کسی اور مقام کا حافظ علی احمد صاحب محمود اللہ شاہ سلمہ خلف حافظ صاحب مرحوم نے بوقت تعمیر دالان دیوار میں لگا دیا ہے اُس کتبہ کا اول حصّہ شکستہ ہے جسقدر عبارت پڑھنے میں آتی ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد سید مبارک شاہ بادشاہ دہلی میں ملک الشرق فیروز اُس کے دربار کا معزز شخص تھا مقام بدایوں میں کسی عمارت پر یہ کتبہ لگایا ہوگا افسوس ہے کہ حصّہ اولین اُسکا جاتا رہا اُس عمارت کا نشان معلوم نہیں ہوتا۔ کتبہ یہ ہے۔

خداوند بادہ مبارک خلد اللہ ملکہ بسعی ملک الشرق
کتبہ بالتاریخ الثانی من المحرم سنہ خمس و ثلاثین و ثمانمائہ
۸۳۵ھ

مقبرہ مخدومہ جہان مادر سلطان علاء الدین

یہ ایک عمارت قدیم ایک گنبد کی ہے میراں سرائے کی آبادی سے جانب غرب شیخوپور کے راستہ پر واقع ہے۔ اس مقبرہ کے اندر مخدومہ جہان مادر سید علاء الدین بادشاہ کی قبر اور نیز سید علاء الدین بادشاہ کا مزار ہے

۹
مزار ملا محمد یوسف
صاحب استاد بادشاہ
جہانگیر یہاں ہے
ملا صاحب شمس الدین
جہانگیر خاں کے
مصنف اخبار جہانگیری
سنہ ۱۰۵۰ھ میں
انتقال ہوا انکی اولاد
محلہ سوتہ میں
موجود ہے۔

اسکے گرد اگرد بہت بڑا حظیرہ پختہ معلوم ہوتا ہے اب ویران شکستہ ہے گنبد پر مسکن کرگس و زغن ہے اندرون گنبد قبروں کے پاس مویشی وغیرہ باندھی جاتی ہیں افسوس ہے کہ یہ یادگار چند روز میں مسمار ہوجائیگی حال میں سرکار برٹش نے مرمت کی طرف توجہ کی ہے یقین ہے کہ شاید اب حالت درست ہوجاوے ہمکو اس گنبد کو دیکھکر مصداق اشعار ذیل یاد آیا۔۔

چشم حیرت بیں چہ ادر قصر شاہاں بنگری ٭ کوچہ ساں از حادثات دہر گردو شدہ خراب
عنکبوت از تار و پودش پردہ داری میکند ٭ چغد نوبت میزند بر گنبد افراسیاب

یہاں ایک کتبہ لگا ہوا باقی ہے اور کتبہ جات سب اُکھاڑ دیئے گئے

کتبہ

بنائے ایں عمارت سیدۂ مخدومہ جہاں مرحومہ مغفورہ مادر حضرت سلطان علاء الدنیا والدین بادشاہ سلطان در عہد سلطنت سلطان مذکور مورخہ التاسع عشر من رجب المرجب سنہ ستہ وستین وثمانمائۃ

۸۶۶ ہجری

کتبہ سرائے بیراں

یہ ایک کتبہ سنگ قریب یک درعہ طول میں اور نیم درعہ عرض میں ہے اور اسکا پڑھنا نہایت مشکل ہے یہ رسم خط عجیب ہے کہ جسکو نہ نستعلیق کھ سکتے ہیں نہ نسخ نہ طغرا بظاہر شان خط عربی ہے۔ اور عبارت فارسی و عربی مخلوط ہے سابق میں ڈپٹی محمد کریم صاحب ڈپٹی بندوبست نے ۱۸۶۶ء میں اس پتھر کے کتبہ کو پڑھنے پڑھانے کی کوشش فرمائی اور بہت سے عربی اور

فارسی خواں اشخاص بھیجے گئے اِلّا کسی سے پڑھا نہ گیا۔ راقم الحروف نے اپنے شفیق مولوی سید اعظم شاہ صاحب شاہ جہاں پوری سے تذکرہ کیا مولوی صاحب مذکور نے دو مرتبہ خود تکلیف گوارا فرماکر اس کتبہ کو پڑھا اور راقم نے خود دو مرتبہ جاکر اُس کی تصحیح کی تو اب جو عبارت اُسکی پڑھنے میں آئی اُس سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ کتبہ خطیرہ سلطان علاء الدین بادشاہ اور اُنکی اہلیہ کے مزار کی عمارت پر منصوب تھا۔ اور کوئی جائداد وقف اُن مزار پر کی گئی تھی جب وہ عمارت انقلاب زمانہ سے مسمار ہوگئی تب اس کتبہ کو محلہ میراں سرائے کے اشخاص اُٹھالائے اور اپنی مسجد میں رکھدیا اور اُنکا ارادہ ہے کہ ہم مسجد کی عمارت پر پیش طاق لگائیں گے۔

اب ہم عبارت اُس کی بجنسہ نقل کرتے ہیں۔

کتبہ

مہر علی سلوکہ السلطان الاعظم المعظم العادل الباذل العلاء الدنیا والدین علی لم شاہ
المحمد بن السلطان المرحوم المغفور المحمد شاہ السلطان رحمہما وجعل الجنۃ مثواہما
موضع ہذا سبیل سوما لا بیتہ حولہ کہ لہ ساہا بایزخان وابن ارامیدہ مسکن ہو
وطوبی کشیرہ مالک موضع مذکور کہی بمانت عرضانہ بہر لیہ الو لاینہ منقرہ حالی و ثانی احیا
وا باد ان گردانید موضع مذکور حسبہ جملت صلی اللہ علیہ وسلم من احیا
ارضا میتہ فہی لہ ملک احیا بی سکہ الی مقابر کو مالکہ مذکورہ موضع مطوبہ
خطیرہ سلطان المذکور و خطیرہ خوص با سملہ فیہا کہ وحسبہ حاکم شہد را
کہ ابر وقف طولی بانند شرط لغیر وطوق ما بغیر کنند وا عند اللہ

لہ حدیث ابوداؤد و مشکوٰۃ میں اس طرح ہے

ماخوذ و اکد کیفر فعل خود در روز جزا باشد قال اللہ تعالے فمن بدلہ بعد ما
سمعہ فانما اثمہ علی الذین یبدلونہ ان اللہ سمیع علیم۔

متولی موضع مذکور ملک سلامت سلطان۔

خلاصہ ترجمہ اس تحریر کا یہ ہے کہ مہر معلی زوجہ سلطان علاء الدین نے موضع ہتیل للوما لاپہ جھوڑ کو جو سالہا سال سے ویران ہو کر مسکن درند و پرند کا ہوگیا تھا اور کوئی وارث اُسکا نہ رہا تھا جو بمنزلہ ولی کے ہوتا لہٰذا میں نے اس وقف کو دوبارہ چین کر کے مطابق حکم حدیث جو کوئی زمین بنجر کو چین کر دے تو اُس کی ملکیت ہے یہ زمین میرے تمہارے درمیان منقا بریات ہی مالکہ موضع مذکور نے اپنے اور بادشاہ کے خیطرہ پر خدا کے نام پر وقف کیا اور حکم حاکم ہوگیا۔ جو کوئی ایک شرط بھی شرطوں واقف سے بدل دے تو وہ خدا کی نزدیک گنہگار اور ماخوذ ہوگا اور وہ خود بھی مرنے والا ہے جیسا کہ فرمایا حق سبحانہ تعالے نے۔ پس جو شخص بدل دے اُس شرط کو بعد سُن لینے کے بس بیشک گنہ اُسکا اسی طرح ہے جیسا کہ بدلنے والوں پر ہوتا ہے بیشک اللہ سنتا اور جانتا ہے اور متولی اس وقف کا ملک سلامت سلطان ہے۔

ہمکو یہ نہیں معلوم ہوتا کہ اُسوقت جو موضع ہتیل للوما لاپڑ ہنے میں آتا ہے وہ کس جگہ پر واقع ہے بدایوں کی حکومت سید علاء الدین بادشاہ نے اپنے قبضہ خاص میں شمال میں خیر آباد تک اور ضلع شاہجہانپور ملک اودھ کی سرحد تک اور جنوب میں دریائے گنگ اور شمال میں پیلی بھیت اور غرب میں سرکار سنبھل تک رکھتے تھے۔ بس موضع ہتیل ایک موضع پرگنہ شاہجہاں پور

متصل جلال آباد واقع ہے اور موضع للوما لا تحصیل داتا گنج ضلع بدایوں میں گنگا کے قریب ہی۔ کیا عجب ہے کہ انہیں مواضعات کی طرف اشارہ ہو اور ٹپہ بمعنی پرگنہ ہے لیکن ہمکو یہ نہیں تحقیق ہوا کہ اُس وقت جھولر کولسا پرگنہ تھا۔

گُنبد راپڑ

شہر بدایوں کے گرد آبادی سے قریب نصف میل کم و بیش فاصلہ پہ پرانے گنبد نہایت بلند محکم تعمیر شدہ موجود ہیں مشہور ہے کہ یہ چوکیاں شہر کی حفاظت کو واسطے رہنے سپاہ کے جبکہ قلعہ درست تھا بنائی گئی تھیں۔ بعض گنبد ایسے ہیں کہ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مدفن کسی اہل دول کے ہیں۔ ہمارے نزدیک یہ گنبد چوکیات نہیں بلکہ گنبد مقابر ہیں چنانچہ جانب غرب شہر کے ایک گنبد کلاں جسکو گنبد راپڑ کہتے ہیں اُسکے دروازہ جنوبی پر صرف اسقدر پڑھا گیا ہے (در عہد دولت خان احمد زماں دولت ہمایوں اعظم خود بنا ساخت) اس گنبد میں تین دروازے ہیں اور جانب غرب کوئی دروازہ نہیں ہے اب مسکن وحوش و طیور اور گرد و پیش ہزارہا قبور ہیں لیکن چند سال سے خشت پزوں نے آراضی جانب غرب واسطے اینٹوں کے کھود کر مقابر کو نیست و نابود کر دیا ہے اور شاید گنبد بھی کسیوقت منہدم کر دیا جاوے۔ اس کتبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بزمانہ شاہان لودی احمد خاں سردار جو ایک مدت تک بزمانہ بہلول و سکندر وغیرہ رہا ہے اُسکا یا اُسکے کسی عزیز کا مقبرہ ہے اعظم ہمایوں پسر باربک بنیرۂ بہلول لودی کا تھا کیا عجب ہے کہ اُسکے عہد میں یہ گنبد تعمیر ہوا ہو۔ ڈاکٹر فیورر نے

اُسکو غلطی سے مقبرہ دولت خاں لکھدیا ہے کیونکہ عبارت میں در عہد دولت خان احمدؒ لکھا ہے اُسکو مورخ نے دولت خاں سمجھ لیا۔

گنبد مقبرہ عماد الملک

یہ گنبد اگرچہ بہ نسبت گنبد راپڑ کے کسیقدر بلندی میں کم ہے اِلّا ساخت اس کی نہایت عمدہ و محکم ہے اور یہ حضرت شاہ ولایت رحمۃ اللہ علیہ کے بن میں متصل قبرستان موروثی راقم الحروف کے واقع ہے اور گنبد راپڑ سے جانب جنوب تخمیناً پانچسو قدم کے ہے۔

اس گنبد کی محراب جنوبی بیرونی پر ایک کتبہ مرقوم ہے اور وہ کتبہ دو قسم کے پتھر پر منقوش ہے نصف سنگ سُرخ اور نصف سنگ سفید ہے۔ اُس کی عبارت ذیل میں درج کرتے ہیں اور بعضے حروف مٹ گئے ہیں مگر اصل مطلب پڑھا جاتا ہے اگرچہ سنہ کتبہ میں دو مقام پر ایک ہی پتھر سفید پر لکھے ہیں اور اُن دونوں میں پانچ سال کا فرق ہے چنانچہ ذیل میں مندرج ہے۔

سنگ سُرخ

بنا این گنبد مقبرہ متبرک ملک اعظم ہمایون خان
احمد خان الملک عماد الدین نمود سنہ باقی الثانی
من ذی الحجہ

سنگ سفید

عماد الملک در عہد دولت المہد اعلی

دا م عمالف باست ملک عمادا
سبع سبعین وثمانیه بود
سنه اثنی وثمانین مائه وثمانمائه

معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتبہ عماد الملک کے مقبرہ کا ہے اور یہ مقبرہ اُسکا ہے عماد الملک زمانہ لودیوں میں سپہ سالار تھا اور بہت سے کار نمایاں اُس سے ظہور میں آئے ہیں اور احمد خاں اُسکا بھائی سردار لشکر تھا احمد خاں کی قبر گنبد راپٹہ میں ہے جسکو ہم لکھ آئے ہیں۔ اور عماد الملک کا مقبرہ یہی ہے جسکا مذکور ہوا۔ جو سنہ دوسرے پتھر میں مرقوم ہیں اُس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سلطان علاء الدین کے عہد حکومت میں اسکی تعمیر و تکمیل ہوئی اعظم ہمایوں نبیرہ بہلول لودی کا زمانہ حکومت ۸۸۲ھ ہجری بدایوں میں نہ تھا۔

شاید باجازت سلطان علاء الدین یہ کتبہ لگایا گیا ہو یا کسی دوسرے زمانہ میں نصف پتھر جو دوسرے رنگ کا ہی خواہ اول خواہ دوم کندہ کرکے چسپاں کردیا گیا۔ یا ڈاکٹر فیورر صاحب نے اپنی کتاب میں جو حال میں تالیف کی ہی غلطی سے بوجہ اطلاع بعض اشخاص کے اس مقبرہ کو سلطان علاء الدین عالم شاہ اور اُسکی بی بی کا ظاہر کرکے لکھا ہے اور ان دونوں کتبوں کا بھی ذکر کیا ہے اور یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ اس مقبرہ کے متعلق کچھ جائداد وقف تھی جو کتبہ سنگین میں جسکو ہم مخدومہ جہاں کے مقبرہ میں لکھ چکے ہیں درج ہی اور حوالہ جنرل ایشیاٹکس سوسائٹی صفحہ ۱۱۰ - ۱۱۱ کا دربارہ وقف دیتے ہیں یہ غلطی مورخ کی ہے درحقیقت مقبرہ مخدومہ جہاں والدہ علاء الدین کا جو

مقبرہ شہر کی دکھن جانب ہے اور جسکو خود ڈاکٹر فیورر نے لکھا ہے اور وہ متصل سرائے میراں ہے جو پتھر جائداد موقوفہ کا تھا اُس مقبرہ پر نصب تھا جسکا حال مفصل لکھ چکے ہیں ڈاکٹر صاحب کو اسوجہ سے یہ خیال ہوا کہ جب مقبرہ عماد الملک کو انہوں نے مقبرہ علاء الدین تصور فرمایا تو اس کتبہ کو جو سرائے میراں کے مقبرہ میں نصب تھا اور وہ وہاں سے گر کر علیحدہ رکھا ہوا تھا مقبرہ عماد الملک والے کے متعلق کر دیا حالانکہ اُس کتبہ کا عرض وطول یعنی ۵ فیٹ لمبائی اور ۲½ فیٹ عرض اتنی جگہ پر کوئی کتبہ جو عمارت اب موجود ہے نصب ہونا پایا نہیں جاتا بلکہ اسقدر عرض وطول کی جگہ مخدومہ جہاں کے مقبرہ میں خالی پیش طاق دروازہ شمالی پر موجود تھی جہاں یہ پتھر نصب تھا اور جبکہ ہم عبارت کتبہ عماد الملک کو بخوبی غور سے پڑھتے ہیں اور اُسکا نام اور احمد خاں اُسکے بھائی کا نام عہد بہلول لودی میں پاتے ہیں تو کوئی شک باقی نہیں رہتا کہ یہ مقبرہ عماد الملک کا ہو بلکہ سلطان علاء الدین کی بعد وفات کے جائے آسایش ہو۔

روضہ چمنی

یہ روضہ نہایت عمدہ وضع کا تعمیر ہوا ہے اس کی عمارت بہ نسبت دیگر عمارات کے بہت خوش قطع ہے اور نہایت بلند گنبد ہے مشہور ہے کہ یہ روضہ کسی مسماۃ بی بی چمنی کا جو شیوخ فاروقی سے تھیں تعمیر کردہ ہے اور اُن کی قبر اسمیں ہے الا ہمکو کوئی کتبہ جس سے سنہ یا بانی روضہ یا صاحب قبر کا نام معلوم ہو نہیں ملا۔ ہماری تحقیقات میں یہ معلوم ہوا ہے کہ ملک چمن جو حاکم بدایوں نبیرہ سید مبارک شاہ تھا جو زمانہ

علاالدین وہاں رہا تھا جسکا ذکر ہم حاکمان شہر بدایوں میں آئندہ لکھیں گے اسی کی قبر اس گنبد میں ہے اس کے متصل ایک چاہ پختہ یعنی باولی جانب شمال چند سال سے برآمد ہوئی ہے جسمیں سیڑھیاں پختہ بنی ہیں اور ایک پختہ چاہ کلاں جانب جنوب اس گنبد کے ہے باقی قبرستان قدیمی ہے جسمیں حضرت اعظم شہید کا مزار ہے یہ عمارت بقبضہ شیخ زادگان فاروقی کے ہے اور متصل اسکے ایک کھیت ہے جدید چوکی پولیس سوتہ سے روضہ تک کاشت ہوگئی ہے اور مشہور ہے کہ قلعہ کے نیچے متصل روضہ محلہ شیخ پورہ زمانہ قدیم میں آباد تھا۔ اس حساب سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عمارت قریب ۸۳۰ھ ہجری یعنی سنہ ۹۰۰ھ ہجری کے قبل تعمیر ہوئی ہے۔

روضہ جھجّار خاں

سرائے مُلّاں متصل موضع قبول پورہ بیرون قلعہ جانب گوشہ غرب و جنوب روضہ جھجّار خاں کا بنا ہوا ہے یہ گنبد اب ایسی حالت خراب میں ہے کہ اگر اس کی چندے مرمّت نہ ہوئی تو زمین بوس ہو جائیگا جھجّار خاں کا نام شیخ شمس الدین عرف شیخ بُدھن تھا جو بن شیخ سعد اللہ قریشی صدیقی اولاد حضرت عبدالرحمن صدیق اکبر رضی اللہ عنہما سے تھے انکی قبر اس روضہ کے دروازہ شرقی کے سامنے ہے اس گنبد پر ایک کتبہ دروازہ شرقی پر نصب ہے جسکی عبارت ذیل ہے۔

کتبہ

گنبد از آن جھجّار خان عرف شیخ بدھن بن شیخ سعد اللہ
قریشی در عہد سلطنت سلیم شاہ در سنہ خمسین و تسعمائہ
۹۵۰

عبدالرحمن بن ابی بکر کی اولاد
میں ہیں۔ انکے محدث عبداللہ بھی
[illegible] ہجری میں کول سے بدایوں آئے
شہنشاہ اکبر کے عہد میں موزون منصب
پر مامور تھے شاعر بھی تھے شاہد تخلص
تھا ملا عبدالقادر بدایونی نے ان کا
ایک شعر اپنی تاریخ میں لکھا ہے یہ ایک
مثنوی سے لیا گیا ہے جو تعریف بسم اللہ میں
لکھی ہے۔ سہ کنگرہ بین [illegible] شدہ۔
[illegible] و از بن دندان شدہ۔
۹ ذی الحجہ [illegible] ہجری میں راہی ملک
بقا ہوئے۔

اتمام یافت۔

گنبد شاہ یمنی

یہ مقبرہ شاہ یمنی کے نام سے مشہور ہے گنبد کلاں دریائے سوت کے کنارے پر جانب جنوب شہر متصل سڑک پختہ جو درگاہ حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کو جاتی ہے اُس سے جانب غرب پل کے قریب ایک اونچے ٹیلہ پر بہت بڑا بنا ہوا ہے شاہ یمنی کے حالات ہمنے کتاب **تذکرۃ الواصلین** میں مرقوم کیئے ہیں۔ غالباً زمانہ حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ میں یمن سے بداؤں تشریف لائے تھے اور مشہور ہے کہ شاہزادگان یمن سے تھے انکی بینائی جاتی رہی تھی برکت فیض حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ بینائی عود کر آئی اور پھر تارک الدنیا ہو کر آخر دم تک رہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

کتبہ زیارت احمد خنداںؒ

حضرت احمد خنداں جو منجملہ ہفت احمد اولیائے بدایوں کے ہیں اُنکا مزار ایک چھوٹی مسجد واقع محلہ سوتہ متصل زیارت شیخ چاؤ زیر دیوار مکان حکیم اقتدار الدین ولد حکیم ریاست اللہ ایک تنگ کوچہ میں واقع ہے اُسکے دروازہ پر جو شمال رویہ ہے ایک چھوٹا سا پتھر کندہ شکستہ لگا ہوا ہے جسکی عبارت صاف پڑھنے میں نہیں آتی ہے الا اسقدر بجز بی پڑھا جاتا ہے جسکو ہم بجنسہ نقل کرتے ہیں۔ کتبہ ہٰذہ

ماداسگین بانی این حیزہ اسماں سماند رحمت اللہ علیہ کتب فی الغرہ من رمضان ثلث وثمانین وستمائة ٦٨٣۔

اس کتبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی خانقاہ کسی درویش نے کسی مقام پر تیار کی تھی اُسکا پتھر بعد کو اس مسجد میں لگا دیا ہے اور زمانہ سنہ ٦٨٣ ہجری عہد سلطنت سلطان غیاث الدین بلبن کا تھا۔ ڈاکٹر فیوہرر نے سنہ ٦٣٣ ہجری زمانہ رکن الدین مسجد احمد خنداں کے کتبہ کو ظاہر کیا ہے حالانکہ سنہ ٦٨٣ھ صاف پڑھنے میں آتا ہے جو غیاث الدین بلبن کا زمانہ ہوتا ہے۔ اور لفظ اتگین اس پتھر میں پڑھنے میں آتا ہے اُس سے ہمکو اسقدر معلوم ہوتا ہے کہ ملک اختیار الدین اتگین ترک خطائے عہد رضیہ بیگم دختر التمش میں حاکم بدایوں رہا ہے کیا عجب ہے کہ کوئی عمارت اُس نے تعمیر کی ہو اور بعد اُس کی وفات کے یہ پتھر اُس کی یادگار میں لگایا ہو۔

کتبہ نئی زیارت

شہر سے جانب غرب و جنوب تخمیناً ۱۸ سال ہوئے کہ کھیتوں کے کھودنے میں ایک قبر نمود ہوئی اور وہ ایک زمانہ سابق کی معلوم ہوتی ہے اور اُسپر تعویذ سنگ خارا کا ہے جسپر یہ عبارت کندہ ہے۔

لہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم لا تاخذہ سنۃ ولا نوم لہ ما فی السموت وما فی الارض من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ یعلم ما بین ایدیھم وما خلفھم ولا یحیطون بشیء من علمہ الا بما شاء وسع کرسیہ السموت والارض ولا یؤدہ حفظھما وھو العلی العظیم اللھم صل علی محمد وآل محمد [illegible]

خاتم النبیین [illegible] یا ارحم الراحمین [illegible] ینظر [illegible]

[illegible] والمرسلین [illegible] برحمتک یا ارحم [illegible] فاعتبروا [illegible] قبل [illegible]

تعویذ قبر شریف

لہ پناہ مانگتا ہوں میں ساتھ اللہ کے شیطان مردود سے شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان رحم کرنیوالا ہی۔ نہیں کوئی معبود مگر وہ خدا جو زندہ اور قایم ہی اُسکو نہیں پکڑتی اونگھ اور نہ نیند اُسی کو ہی جو کچھ آسمانوں اور زمین پر ہی۔ کون ایسا شخص ہی جو اُسکے سامنے شفاعت کرے مگر جسکو حکم دیدے۔ وہ جانتا ہی جو کچھ اُنکے سامنے اور پیچھے ہی اور وہ لوگ نہیں گھیر سکتے کسی چیز کو جو خدا کی علم میں ہی مگر جسکو خدا اسکھانا چاہی جتنا۔ اُسکی بخشش کرسی آسمانوں اور زمین کو اور نہ تھکایا اُنکی حفاظت نے اُسکو اور وہ بڑا اور عظمت والا بھی ہی۔ اے اللہ درود بھیج اوپر محمدؐ اور آل محمدؐ کے اور بھیج اس صاحب قبر کو اپنی طرف سے طفیل میں نبی کے اور بخشدے اُس شخص کو جسکی یہ اولاد ہے اور تو دونوں سے خبر دار ہے ای اللہ درگذر کر ان دونوں کے گناہوں سے جنکو تو جانتا ہے طفیل میں خاتم پیغمبران و مرسلان کے اور اُن کی اولاد کے اپنی رحمت سے اے بہت رحم کرنے والے۔ اے یارو میں بھی ایسا ہی بیٹھتا تھا جس طرح تم بیٹھتے ہو اور دیکھتا تھا جس طرح تم دیکھتے ہو پس نصیحت پکڑو اپنے بھائیوں کے حال پر پہلے اس سے کہ پہونچو اُس جگہ جہاں میں پہونچا ہوں۔ انتہی۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ مزار کسی عالم صوفی کا ہے جس نے عبرتاً للناظرین یہ عبارت اپنی زندگی میں لکھوا کر رکھی تھی جو بعد وفات نصب کی گئی۔ ڈاکٹر فیورر نے اس نئی زیارت کے سنہ ۸۰۰ ہجری لکھدیئے ہیں مگر کہیں سنہ کا پتہ اس کتبہ میں نہیں ہے شاید کسی شخص نے زبانی کہدیا ہوگا جیسا اکثر دیگر مقام پہ بھی معلوم ہوتا ہے فی زمانہ لوگوں نے ایک مسجد فوقانی قبر کے پچھم طرف بنا دی ہے اور اکثر لوگ زیارت کو جایا کرتے ہیں۔

گنبد فتح خاں

شہر سے جانب شرق متصل محلہ براہم پور و سنار پور و نئی سرائے کے یہ گنبد واقع ہے ۳۰ فیٹ باہر کی طرف سے مربع اور اندر سے ۱۹ فیٹ ۸ انچ مربع اسمیں نیلے رنگ کے حاشیہ گنبد پر نقشی اینٹیں نصب تھیں چنانچہ اب بھی کچھ باقی ہیں ایک پر لفظ اللہ مرقوم ہے پورب کے دروازہ پر ایک کتبہ نصب تھا جو اب نہیں ہے لیکن ڈاکٹر فیورر نے اپنی تاریخ میں اُسکے سنہ ۸۶۰ ہجری درج کیئے ہیں۔ اگر یہی سنہ کتبہ میں تھے تو یہ گنبد سلطان علاءالدین خضر خانی کے عہد میں تعمیر ہوا ہے شاید اسکے زمانہ میں فتح خاں شہزادہ یا رئیس ہوگا اب اس گنبد میں ایک کسگر کے گدہے رہتے ہیں۔ اسی مقبرہ کے قریب ایک اور مقبرہ ہے جو ۳۴ فیٹ باہر سے اور اندر سے ۲۷ فیٹ ۶ انچ مربع ہے اور اسپر کا گنبد ہے بڑا پتھر کتبہ کا اب باقی نہیں رہا۔

ایک اور گنبد جانب جنوب و غرب منشی جیت سنگھ کے باغ میں واقع ہے

اسمیں اسوقت جذام خانہ ہے نہیں معلوم کب تعمیر ہوا کوئی کتبہ نہیں ہے۔

روضہ اخلاص خاں

روضہ اخلاص خاں شہر سے جانب شرق متصل ابراہیم پور ایک نہایت عمدہ اور خوش قطع عالیشان وسیع مکان ہے اس نمونہ کی عمارت بدایوں میں اور کسی مقبرہ کی نہیں ہے۔ یہ مقبرہ عہد سلطنت مغلیہ زمانہ جہانگیر بادشاہ میں بنا ہے۔ اب اس مقبرہ میں گوبر کے اپلے پاتھے جاتے ہیں اور گاے بیل باندھے اور چرائے جاتے ہیں حالانکہ قبر کا تعویذ اسوقت تک درست ہے۔ شیخ احمد حسین فاروقی کے قبضہ میں یہ عمارت ہے۔ ہمکو امید ہے کہ گورنمنٹ سے اسکی مرمت کے واسطے ایک رقم حسب درخواست صاحب کلکٹر بہادر ضلع کے کسیوقت ملیگی اور یہ عمارت از سرنو حالت اصلی پر آجائے گی۔ زمانہ غدر ۱۸۵۷ء میں کچھ دنوں کے واسطے جیلخانہ اس جگہ ہوگیا تھا اور قیدی رہتے تھے اور بعد اسکے ایک عرصہ تک اسسٹنٹ کلکٹر اسمیں وقتاً فوقتاً یہیں مقیم رہے۔

* * *

زیارت مولانا اسد احمد

کنارہ ساغر تالاب پر حافظ رحمت خاں مرحوم نواب صاحب روہیلکھنڈ نے تعمیر کرائی ہے۔ مسجد نہایت خوش قطع اور حریم سہ بارت وغیرہ یادگار نواب صاحب مرحوم کی ہے باقی حالات حضرت خواجہ صاحب ممدوح ہمنے کتاب

تذکرۃ الواصلین میں مفصل درج کیئے ہیں۔

روضۂ شیخ فرید فاروقی

شہر سے جانب جنوب دریائے سوتھ کے جنوبی کنارہ پر محلہ شیخوپور میں ایک قدیم عمارت مقبرہ شیخ فرید فاروقی کی ہے الایہ بھی خراب حالت میں ہے حالانکہ ان کی اولاد شیخ صاحبان شیخوپور ہر طرح ذی مراتب اور صاحب مقدور ہیں مگر افسوس ہے کہ اپنے مورث اعلےٰ کی اس عمارت کو ترمیم نہیں فرماتے۔ مگر امید ہے کہ کسیوقت توجہ کرینگے۔

قلعہ شیخوپور

عہد جہانگیر میں اولاد قطب الدین خاں نے ایک چھوٹا سا قلعہ بنایا تھا جسکی چہار دیواری پختہ اور دروازہ کلاں وغیرہ تعمیر تھے اب صرف دروازہ کلاں موجود ہے شیخ فرید مرحوم نے یہ عمارت تعمیر کرائی تھی۔

مقبرہ شاہ عالم خاں

یہ قبر واقع صحن مسجد شاہ عالم خاں پدر حافظ الملک نواب رحمتؒ خاں مرحوم کی ہے اسکے آس پاس حریم پختہ کسی وقت میں بنی تھی چنانچہ کاتب الحروف نے بھی پختہ بنیادیں دیواروں کی دیکھی ہیں اب وہ بنیادیں معدوم ہوگئی ہیں مسجد و حریم مسجد باقی ہے اولاد حافظ رحمت خاں کی جو بریلی میں ہیں اپنی اولاد کی رسم عقیقہ

اس جگہ آکر کرتے ہیں یہ مسجد حافظ مرحوم نے تعمیر کرائی ہے ۔

قاضی حوض

یہ ایک تالاب جانب غرب قدیم قبرستان شیوخ صدیقی اولاد قاضی حمید الدین گنوری پر واقع ہے ۔ پہلے زمانہ میں یہ تالاب خام تھا مولوی تفضل حسینؒ مرحوم خلف مولوی علی خلیل اللہ صدیقی نے قبل غدر اس تالاب کو پختہ تعمیر کرایا نہایت وسیع سیڈھیاں ہر چہار طرف بنائی گئیں اور ایک مسجد پختہ مولوی صاحب موصوف نے بنوائی تھی اب اس تالاب کی بوجہ نے مرمتی کے یہ حالت ہے کہ اکثر سیڈھیوں کی اینٹیں لوگ لے گئے ہمارے شفیق مولوی طفیل احمد صاحب نے اس سال میں ہمت کی ہے اور اس کی تعمیر کی طرف توجہ مبذول فرمائی ہے ۔ خدا انجام کو پہونچائے یہ تالاب اب مولوی مقبول رضا نواسہ مفتی فضل امام صاحب جو چھوٹے بھائی مولوی تفضل حسینؒ کے تھے قبضہ میں ہے ۔ مقبرہ قاضی عبد الوہاب صدیقی بدایونی قاضی حوض سے جانب غرب اس قبرستان میں چھوٹا سا واقع ہے ۔

زیارت شاہ جھندہ

شہر سے جانب شمال مزار حضرت شاہ جھندہ خلیفہ و مرید حضرت بدیع الدین شاہ مدار کا اس سڑک پر جو بریلی کو جاتی ہے متصل تالاب چند وکھر قدیمی تعمیر شدہ ہے اور اسمیں عمارت پختہ گنبد کی ہے حریم شکست ہو گئی ہے سنہ ۹۶ھ میں یہ مزار

غالباً طیار ہوا ہے۔

زیارت اعظم شہید فاروقی

اس مزار پر ایک تعویذ سنگ سرخ کا رکھا ہوا ہے اور اُسکے چہار طرف کتبہ مفصلہ ذیل کندہ ہے۔

هذا المرقد المنور الشیخ الاعظم بن شیخ حسین بن الشیخ ابراهیم بن شیخ محمد منان بن شیخ سعید الدین بن سلطان خواجه زین العابدین بن خواجه مراد بن محمود بن خواجه بدر الدین بن خواجه فرید الدین قدس سره العزیز

اور اس کے بعد یہ آیت قرآن شریف کی لکھی ہے۔

ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل الله اموا تا بل احیاء عند ربهم یرزقون ط سنه احد وستعین وتسع مائۃ

یہ مزار روضہ چمنی خاں کے قریب شمال و غرب کی جانب واقع ہے اور وہ قبرستان بہت خراب حالت میں ہے۔ صاحب مزار کا حال ہم کتاب تذکرۃ الواصلین میں درج کر چکے ہیں۔

زیارت حضرت سلطان العارفین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

یہ زیارت بہت قدیمی زمانہ کی ہے سلطان العارفین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حال مفصل ہم کتاب تذکرۃ الواصلین میں درج کر چکے ہیں اس عمارت کی وقتاً فوقتاً

تعمیر ہوتی رہتی ہے ایک عمدہ مسجد اندر حریم زیارت کے گنبد کی بنی ہوئی ہے دروازہ پر بھی گنبد ہے اور اندرون حریم کے جانب شمال مزار کے ایک حجرہ واسطے اعتکاف و چلہ نشینی کے ڈاٹ دار گنبد بنا ہوا ہے ایک پتھر سابق میں حریم کی دیوار میں لگا تھا جو ناصر الدین محمود کے زمانہ کا تھا اور وہ کتبہ خط عربی میں تھا اب وہ پتھر نہیں ہے بہت سے کتبے بدایوں سے آثار قدیمہ میں اٹھ گئے شاید اسمیں وہ بھی چلا گیا۔ مسجد مذکورہ جانب غرب وزیر علی خاں ڈپٹی کلکٹر نے قبل غدر ترمیم کرائی ہے اور اسپر یہ کندہ ہے۔

درموقف مقدس سلطانِ عارفین ٭ ازصدق دل وزیر علی خانِ باصفا
مسجد بنا نمودہ بتاریخ آں وزیر ٭ ملہم زغیب شد کہ بیچہ خانۂ خدا

کتبہ مسجد زیارت حضرت جنگی شہید رحمۃ اللہ علیہ [۱۲]

الحمید ابو نصر بن محمود بن عمر دهستانی طال ا اللہ

یہ کتبہ مسجد زیارت حضرت جنگی شہید میں ایک پتھر پر لکھا ہوا رکھا ہے اور وہ شکستہ ہو کر ایک حصہ بالکل جاتا رہا ہے جو حصہ موجود ہے اسمیں سے اسیقدر پڑھا جاتا ہے جسکو ہمنے لکھدیا شان خط سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتبہ بہت پرانا شاید زمانہ محمود کا یا اس کے قریب یا بعید زمانہ کا ہو۔ یہ نہیں معلوم کہ یہ پتھر کس عمارت یا کس مقبرہ کا ہے۔

کتبہ دروازہ مکان حکیم محمد ممتاز الدین صاحب مرحوم واقع محلہ فرشوری ٹولہ

ایک پتھر سنگ خارا سفید پر قلعہ منہدمہ کے جانب غرب متصل زیارت حضرت علی شہید

کی اُس اراضی کوٹ سے برآمد ہوا کہ جو بالفعل بملکیت مؤلف کتاب ہذا کی ہے جب بنیاد قلعہ کھودی گئی تو اُسکے متصل ایک پتھر تخمیناً ڈیڑھ گز طول میں اور عرض میں قریب چار گرہ ہوگا ملبہ سے برآمد ہوا اور اُسپر یہ آیت شریف درج ہے ۔

واذ یرفع القواعد من البیت و اسمعیل ربنا تقبل منا
انک انت السمیع العلیم ؕ

معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتبہ کسی حریم مسجد کا ہے اور وہ مسجد قلعہ کے متصل مسلمانوں نے تعمیر کی ہوگی جو بوجہ انقلاب زمانہ فصیل قلعہ کے ساتھ منہدم ہوگئی ۔ مگر تعجب یہ ہے کہ اُس پتھر کے قریب ایک بت شکستہ پتھر کا جسکا نصف زیرین موجود تھا جو مربع نشست میں پایا گیا اور نصف بالائی توڑ ڈالا گیا تھا اس سے ہم قیاس کرتے ہیں کہ وہ بت شکستہ آثار دیوار میں لگایا گیا ہوگا ۔

زیارت حضرت مولوی دلدار علی صاحب مذاق
رحمۃ اللہ علیہ

یہ ایک عمارت جدید شہر سے جانب شمال باغ سیدوں والے میں حضرت مولانا مولوی دلدار علی صاحب مذاق رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر اُن کے صاحبزادہ حضرت شاہ ایثار علی صاحب اور اُن کے مریدان با اخلاص مولوی علی احمد صاحب قادری چشتی نظامی خلیفہ مولانا موصوف و مولوی عبدالحی صاحب وکیل و حافظ محمد فضل اکرم صاحب وکیل و قاضی عنایت رضا صاحب وکیل و شیخ اعجاز احمد نوشہ میاں نے تعمیر کرانا شروع کی ہے یہ عمارت اگر اتمام کو پہونچی تو بہت خوش قطع ہوگی حریم تعمیر ہو چکی گنبد تعمیر

ہورہے ہیں۔

زیارت حضرت شاہ عین الحق صاحب انار اللہ برہانہٗ

متصل قاضی حوض شہر سے تین فرلانگ کے قریب جانب غرب ایک عمارت و باغ زیارت حضرت شاہ عبد المجید صاحب عثمانی قدس سرہٗ واقع ہے ۱۲۶۳ھ میں آپکا انتقال ہوا اور اُس زمانہ سے تعمیر درگاہ شریف کی شروع ہوئی ہے اور اب عمارت نہایت عمدہ اور مسافرخانہ وغیرہ جدید تعمیر ہوئے ہیں اور دوسرا احاطہ برابر اُسکے مزار شریف مولوی فضل رسول صاحب معین الحق رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت مولانا محمد عبد القادر صاحب دام فیضہٗ نے تعمیر کرایا ہے چنانچہ اسوقت تک اُس کی تعمیر جاری ہے۔

مدارس

گورنمنٹ ہائی اسکول ۱۸۶۲ء میں تعمیر ہوا یہ مدرسہ متصل شفاخانہ اندرون شہر واقع ہے اور وقتاً فوقتاً عمارت بورڈنگ ہوس وغیرہ اسمیں اضافہ ہوتی رہتی ہے۔ درمیانی ہال میں ایک قطعہ تاریخ کندہ ہے جس سے سنہ تعمیر مدرسہ ہذا برآمد ہوتا ہے اور وہ قطعہ حسب ذیل ہے۔

ہوا ہے مدرسہ تعمیر بے نظیر ایسا ٭ بجا ہے کہیے اسی رشک قصر ہائے جناں
زروئے وصف کہا ہاتف سخنداں نے ٭ بنا یہ مدرسۂ فیض عام و عالیشاں

پہلے اس مدرسہ میں ایک کلاس عربی کا تھا وہ ٹوٹ گیا اور انگریزی کی تعلیم جو انٹرنس تک ہوتی تھی اسمیں بھی کمی کردی گئی تھی مدتوں تک صرف مڈل اسکول رہا اب سنہ ۱۸۹۲ء

پہلے یہ کتبہ باہر [illegible] کے آگے نصب تھا
جو کروڈ صاحب کے عہد میں وقت تعمیر نکالا
گیا تھا غدر کے بعد ۱۲۸۳ھ میں وقت
مرمت درمیانی ہال میں لگایا گیا۔ اس
قطعہ کے ساتھ یہ عبارت بھی کتبہ پر کندہ
ہے ۱۲ مکان مدرسہ برائے تعلیم علوم
فارسی و عربی و انگریزی باہتمام سرکار
فلک اقتدار بہادر از زر چندہ [illegible]
و علاقہ داران ضلع بدایوں [illegible] تعمیر یافت
تا زمان بقا سے سلسلہ تعلیم و تعلم بہرہ ور
و مستفیض طالبان علوم باد [illegible]
نور افشانی ماہ [illegible]

سے پھر اس مدرسہ کو ہائی اسکول کا درجہ ملا ہے جو ہنوز قایم ہے۔

تحصیلی اسکول اس مدرسہ میں اردو مڈل تک تعلیم ہوتی ہے۔ طلبا کی کثرت ہے اسوجہ سے اس کی عماوت بھی بڑھائی گئی ہے اس کے علاوہ چند جنگی کے مدرسہ ہیں جنمیں ابتدائی تعلیم دیجاتی ہے اور لڑکیوں کے بھی چند مدرسے ہیں جو جنگی اور مشن کی سرپرستی میں چلتے ہیں۔

مشن اسکول تحصیل کے قریب بازار میں ایک چھوٹی سی خوشنما عمارت دو منزلی ہے۔ مڈل تک تعلیم ہوتی ہے عیسائیوں کے سوا ہندو مسلمانوں کے بچے بھی اکثر پڑھتے ہیں اس کی تعمیر ۱۸۸۸ء میں ہوئی تھی اس سے پہلے مشن کا مدرسہ ٹون ہال کے قریب تھا جسمیں ابتدائی تعلیم تھی۔

مدرسہ قادریہ یہ مدرسہ عربی کا اندرون شہر محلہ مولوی ٹولہ مسجد خرما میں واقع ہے ایک مدت دراز سے شاہ عین الحق مولوی عبدالمجید صاحب قدس سرہٗ کے آبا و اجداد کا قایم کیا ہوا ہے اور حضرت موصوف کی اولاد صالحہ اب تک سرگرم درس تدریس ہیں اس مدرسے سے بہت طلبہ مستفید ہوئے تھے۔ اس مدرسہ میں ایک مسجد قدیم موجود ہے جسکی عمارت پر یہ کتبہ مرقوم ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکاً فیه ایات بینات ومقام ابراھیم ومن دخله کان امنا ولله علی الناس حج البیت من استطاع الیه سبیلا۔

بنائے مسجد زیبائے حاجی الحرمین ✦ ز شیخ افضل روشن چو آفتاب شدہ
بجستجوئے شدم سال از مرتب او ✦ خرد بگفت چہ مسجد مثال کعبہ شدہ
۹۲ ھ ۱۰

مدرسہ محمدیہ یہ مدرسہ چودہری گنج میں مساۃ جگن عرف جگو زوجہ چودہری عبدالعلی مرحوم کا موقوفہ ہے ۱۰ محرم الحرام ۱۲۹۸ھ مطابق ۱۸۔ اپریل ۱۸۸۱ء کو وقف نامہ معہ دستور العمل آئندہ کے تحریر کیا جائداد موضع کوڑہا شاہ پور اور موضع سدا شہر پرگنہ اجہیانی و متفرق معافیات واقع قصبہ بدایوں بغرض صرف مدرسہ و دیگر مصارف خیر وقف کی پہلی تعمیر مدرسہ کی شکست ہوگئی ہے ۱۳۱۵ھ میں چودہری نبی بخش متولی مدرسہ مذکور نے از سر نو اسکی تعمیر کی یہ مدرسہ ہنوز جاری ہے عربی و قرآن مجید کی تعلیم ہوتی ہے۔

مساجد

خاص شہر میں حدود میونسپلٹی کے اندر ۸۹ مسجدیں موجود ہیں جو سب آباد ہیں ہم ان سب کا نشان و پتہ ذیل کی فہرست کے ذریعہ سے نذر ناظرین کرتے ہیں۔

نمبر شمار	نام محلہ	نام مسجد	مختصر خاص پتہ	کیفیت
۱	فرشوری ٹولہ	مسجد	عبدالحق والی	متصل مکان نورباقاں
۲	″	مسجد	قدیم فرشوریان	متصل مکانات مؤلف کتاب ہذا
۳	″	مسجد	″	متصل مکانات مولوی محمد ابو الحسن برادر عزیز مؤلف۔
۴	″	مسجد	ملوں والی	متصل وجانب شمال مکان مولوی انوار حسین پنشنر سب جج۔
۵	″	مسجد	متصل چاہ نونی	تعمیر حال از چندہ باہتمام علی احمد خاں صاحب مدرس۔
۶	مولوی محلہ	جامع مسجد شمسی		جسکا حال ہم مفصل شرح و بسط سے لکھ چکے ہیں

ط کتبہ نسبت بر مدرسہ محمدیہ
بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم الحی الودود القادر
[illegible] نبی بخش مدرسہ تعمیر [illegible] حمید۔ ۱۳۱۵ھ
طرز جدید [illegible] بصرف توجہ بنا قدیم
زہے عمارت ہمیشہ از سر در حق [illegible]
۱۵ ھ ۱۳

نمبر شمار	نام محلہ	نام مسجد	مختصر خاص پتہ	کیفیت
۷	مولوی محلّہ	مسجد حُزما	اندرون مدرسہ قادریہ	یہ مسجد معمرۂ شیوخ فاروقیان ہے اور مدرسہ قادریہ کا حال ہمنے درج کیا ہے اُسمیں کچھ حال اسکابھی درج ہے۔
۸	؎	مسجد عثمانیان	معمرۂ مولانا عبدالغنی عثمانی۔	متصل مکانات مولوی انوارالحق و منشی عبدالرزاق عثمانی مرحوم۔
۹	؎	مسجد	اندرون درگاہ حضرت اسمعیل باشمبند	متصل مکان مولوی محمد نورالدین صاحب مرحوم وکیل فرشوری
۱۰	؎	مسجد گلاچیتی	اندرون درگاہ قاضی صدابی گواہ	متصل مکان طباخاں و منشی عظیم اللہ خاں سب سرویر۔
۱۱	؎	مسجد	معمرۂ دانشمندان	متصل مکان مولوی انوار حسین صاحب سب جج و مولوی رضی اللہ صاحب وکیل
۱۲	؎	مسجد حیدر شاہ		لب سڑک و جانب غرب از چاہ ماہی اس مسجد کو ابتدأً محمد عادل شاہ نے ۹۵۷ھ میں تعمیر کرایا تھا۔
۱۳	؎	مسجد مغری	عقب جامع مسجد شمسی	اندرون مدرسہ مغری واقع ہے اب مدرسہ کا نشان نہیں ہے اراضی افتادہ ہے اور اسکا بھی تذکرہ

نمبر شمار	نام محلہ	نام مسجد	مختصر خاص پتہ	کیفیت
				مدرسہ مغربیہ کے ذکر میں درج ہے۔
۱۴	مولوی محلہ	مسجد احمد سنروال	ملصق بچاہ ماہی	اس مسجد کے جانب جنوب درگاہ حضرت احمد سنروال علیہ الرحمہ کی ہے اور جانب شمال و غرب سڑک ہے تعمیر حال قدرت اللہ سب سرویر نے کی ہے چاہ مچھلی ایک بہت بڑا چاہ سامنے باولی کے ہے لیکن وہ اب پاٹ دیا ہے اس وجہ سے بیکار ہے
۱۵	مولوی محلہ	مسجد شیخ عجو	مشہور بڑ والی ہے	متصل چاہ ہنڈار۔
۱۶	بیدوں ٹولہ	منڈی مسجد		متصل مکان محمد انصار حسین و منشی فاخر حسین وکیل یہاں ایک بزرگ کا مزار ہے مشہور ہے کہ یہ مزار مولانا رضی اللہ فانی کا ہے۔
۱۷	بیدوں ٹولہ	مسجد میرالحجی صاحب	اندرون درگاہ میر ملہم شہید۔	متصل چوکی پولیس موسومہ میرالحجی والی اسمیں مزار حضرت میراں ملہم شہید کا ہی اور بھی چند مزارات ہیں۔

نمبر	نام محلہ	نام مسجد	مختصر خاص پتہ	کیفیت
۱۸	سوتہ محلّہ	مسجد حجّامان	معمرۂ شبراتی حجّام	متصل چوکی پولیس سوتہ
۱۹	〃	مسجد نور بافان		متصل مکان منشی محمد حمید الدین احمد صاحب ڈپٹی کلکٹر مرحوم واقع ہے۔
۲۰	〃	مسجد حاجی مدّو	اندرون درگاہ حمد خنداں	متصل مکان حکیم اقتدار الدین پنشنر اسسٹنٹ سرجن۔
۲۱	〃	مسجد	سیّدوں والی	متصل مکانات حافظ عبد الستّار و مولوی نظر علی صاحب منصف اسکا کتبہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔
۲۲	〃	مسجد خان والی	متصل کوچہ متولیان	متصل کوچہ متولیان و جانب شرق از سڑک پختہ۔ مفصل حال صفحہ ۵۵ پر درج ہے
۲۳	〃	مسجد چنبیلی		بتعمیر حال مولوی بشیر الدین صاحب منصف مرحوم متصل مکان مولوی طفیل احمد صاحب وکیل و مولوی کمال الدین احمد صاحب منصف۔
۲۴	〃	مسجد	علی بخش خان والی	لب سڑک متصل مکان مولوی علی بخش خان صاحب سب جج۔
۲۵	〃	مسجد		متصل مکان خان بہادر مولوی

نمبر شمار	نام محلہ	نام مسجد	مختصر خاص پتہ	کیفیت
				حامد بخش معمرہ مولوی محمد بخش صاحب سب جج مرحوم۔
۲۶	ونہ محلّہ	مسجد	شرفخاں والی	متصل چاہ بھنڈار۔
۲۷	"	مسجد شفاخانہ	تکیہ والی	معمرۂ گورنمنٹ عالیہ لب سڑک شاہی۔ پہلے ایک مسجد کلاں بہت بڑی عہد شاہانِ سلف کی تھی جو غدر کے بعد بحکم سرکار احاطہ شفاخانہ میں آگئی تھی بجائے اُسکے سرکار نے متصل شفاخانہ یہ مسجد بنوادی ہے۔
۲۸	کمانگران محلہ	مسجد	حشمت الدین والی	متصل مکان بخش اللہ کمانگر لب سڑک و جانب غرب۔
۲۹	"	مسجد	کمانگروں والی	متصل مکان کمانگران و محمود خاں صاحب جانب شمال لب سڑک۔
۳۰	ناگروں محلہ	مسجد	مغلوں والی	پیش کوٹھی خان بہادر منشی سخاوت حسین صاحب معمرۂ مرزا اکرم علی بیگ صاحب۔
۳۱	"	مسجد	جولاہوں کی	ملصق بچاہ ناگران و کوٹھی خان بہادر

نمبر شمار	نام محلہ	نام مسجد	مختصر خاص پتہ	کیفیت
				منشی سخاوت حسین صاحب۔
۳۲	محلہ چاہ بیر	مسجد جنگلی شہید	اندرون درگاہ جنگلی شہید	متصل مکان اطہر حسین خلف خان بہادر منشی سخاوت حسین صاحب
۳۳	〃	مسجد	راجوں والی	متصل زیارت فتح اللہ شہید معروف بہ پیر فتوں یہ مسجد حضرت جلال تبریزی رحمۃ اللہ کے زمانہ میں تعمیر ہوئی تھی۔
۳۴	〃	مسجد حبیب اللہ	عباسیوں والی	متصل مکان قاضی شمس الاسلام صاحب
۳۵	〃	مسجد	مسجد غزنویوں والی	متصل مکانات غزنویان
۳۶	〃	مسجد امیر اللہ	حلوائیوں والی	متصل امام باڑہ حلوائیان
۳۷	سید باڑہ	مسجد	کالیوں والی	متصل مکان حافظ حسینی وغیرہ اس مسجد کے قرب و جوار میں حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ کے مکانات ہیں۔
۳۸	〃	مسجد ہنسلی پیر	اندرون احاطہ درگاہ ہنسلی پیر۔	متصل چاہ سدری و مکانات سادات یہاں بیرون مسجد ایک مزار ہے اور اسکے پائین ایک ہنسلی

افسوس کہ یہ مقامات اب غیر مذاہب والوں کے قبضہ میں ہیں۔

نمبر شمار	نام محلہ	نام مسجد	مختصر خاص پتہ	کیفیت
				پتھر کی رکھی ہے جسکو پہلوان سر ہیں ڈالکر اُٹھاتے ہیں اور یہ بھی مشہور ہے کہ وہ اہل حاجت بھی اُٹھا لیتا ہے جسکی مراد پوری ہونے کو ہوتی ہے - واللہ اعلم بالصواب -
۳۹	سید بارٹہ	مسجد	پوستی والی	متصل مکان سید مطیع احمد وغیرہ
۴۰	〃	مسجد	دسنیوں والی	متصل مکان سید حسین علی صاحب وکیل
۴۱	〃	قدیمی جامع مسجد	احسان اللہ والی	سلطان شمس الدین التمش کے عہد سے قبل یہ جامع مسجد تھی - متصل مکان شیخ احسان اللہ و مولوی محمد عثمان و شیخ سخاء اللہ صاحب وکیل -
۴۲	〃	مسجد عبدالوالی	معمّرہ حافظ حامد علی	متصل مکان حافظ حامد علی و قاضی محسن علی صاحبان ماموں مؤلف اس مسجد کو حافظ حامد علی صاحب نے جدید تعمیر کیا اول

نمبر شمار	نام محلہ	نام مسجد	مختصر خاص پتہ	کیفیت
				مولانا شاہ حسن علی صاحب خلیفہ مولانا فخرؔ صاحب کے نام سے مشہور تھے
۴۳	قاضی محلہ	مسجد	دادا حمید والی	یہ مسجد سنہ ۹۴۰ میں تعمیر ہوئی اور قاضی حمیدالدین گنگوہی کی قبر یہاں ہے ۔
۴۴	؍؍	مسجد چوک	چوک والی	متصل امام باڑہ چوک معمرۂ قاضی جلیس ۔
۴۵	؍؍	مسجد	وکیلوں کی	متصل مکان منشی محمد اجمل و مولوی حکمت اللہ صاحبان ۔
۴۶	؍؍	مسجد مولوی علی ارشد	شیعوں کی مسجد	متصل مکان مولوی اعظم علی صاحب وکیل و لب سڑک شاہی و متصل مکان ارشد علی صاحب کے ہے ۔
۴۷	کوچہ سعد علی	پیر کی مسجد		متصل مکان قاضی اظہر اللہ معمرۂ قاضی محمد اینس ۔
۴۸	چاہ کھجور	مسجد	کیتھ والی	متصل مکان قاضی عبدالحق
۴۹	شیخ پٹی	مسجد	آتشبازوں والی	معمرۂ مولوی عظیم اللہ خاں صاحب مسکین

نمبر	محلہ	نام	مختصر خاص پتہ	کیفیت
۵۰	باغ میروالا	مسجد	مفتی جی والی	معمرہ مفتی مفضل احمد صاحب۔
۵۱	محلہ کہاران	مسجد	رحموں ولال والی	متصل باغ مولوی کرامت اللہ صاحب منصف۔
۵۲	میردیہہ ٹولہ	مسجد	میردیہوں والی	متصل مکان شیخ کرامت اللہ صاحب وکیل
۵۳	״	مسجد	خانقاہ والی	اندرون خانقاہ محمدی شاہ۔
۵۴	منڈی دروازہ	مسجد	حکیموں والی	متصل مکان فدا احمد ومحمود احمد صاحبان۔
۵۵	״	مسجد	بچا بساطی والی	لب سڑک متصل درگاہ برہان قتال علیہ الرحمۃ۔
۵۶	بازار حلوائیان	مسجد	صفا شاہ والی	متصل تکیہ صفا شاہ
۵۷	بازار	نالہ والی مسجد	شیخ جی کی مسجد	معمرہ شیخ ذوالفقار الدین صاحب فاروقی رئیس شیخوپور۔
۵۸	چودہری گنج	مسجد	حلوائیوں والی	متصل بورڈنگ ہوس ومکانات جعفر خان عارف شاہ

نمبر شمار	نام محلہ	نام عمارت	مختصر خاص پتہ	کیفیت
۵۹	چودہری گنج	مسجد	جگرو والی	معمرہ چودہری عبدالعلی صاحب متصل زیارت پیر بودلہ علیہ الرحمۃ
۶۰	کاروان سرائے	مسجد	شیخ جی والی	معمرہ شیخ محمد شرف الدین صاحب سی-آئی-اے رئیس شیخوپور-
۶۱	مولوی گنج	مسجد	مولوی والی	معمرہ مولوی تفضل حسین صاحب-
۶۲	چکلہ قصابان	مسجد	حکیم تاج الدین والی	متصل مکان چودہری غوث محمد-
۶۳	〃	مسجد	حمّالوں والی	معمرہ سید عبداللہ شاہ متصل جھنڈا
۶۴	چکلہ منیب	مسجد	پنجابیوں والی	معمرہ عبدالشکور پنجابی بساطی عقب سرائے خانساماں-
۶۵	بازار عالمگیر گنج	مسجد	رنگریزوں کی	متصل مکانات رنگریزان-
۶۶	〃	مسجد	اندرون سرائے خانساماں-	
۶۷	کٹرہ براہیم پورہ	مسجد	غالب علی والی	معمرہ مولوی طفیل احمد صاحب وکیل پیش دروازہ بازار مصطفےٰ گنج
۶۸	حسینی گلی	مسجد قدیم		حال تعمیر شیخ ذوالفقار الدین صاحب رئیس شیخوپور باہتمام شیخ جمال الدین صاحب-

نمبر شمار	نام محلہ	نام مسجد	مختصر خاص پتہ	کیفیت
۶۹	بھاجی ٹولہ	مسجد خانساماں	اندرون تحصیلی کہنہ	یہ مسجد عہد فتح خاں خانساماں کی ہے۔
۷۰	براہم پور	مسجد	متصل مکان درزی و کمہاران	
۷۱	"	مسجد		لب سڑک معمرہ شیخ محمد شرف الدین صاحب رئیس شیخوپورہ۔
۷۲	"	مسجد	جھنڈہ والی	متصل منصفی کہنہ و مکان محمد حسین عرف مندی۔
۷۳	"	مسجد خورم شاہ	اندرون درگاہ خورم شاہ صاحب علیہ الرحمۃ	
۷۴	شہباز پور	مسجد	نور بافان	
۷۵	شہباز پورہ	مسجد	فاروقیوں والی	اس مسجد کی جانب شمال سڑک پختہ ہے۔
۷۶	"	مسجد	وحید اللہ والی	
۷۷	پٹیالی سرائے	مسجد	نور بافان والی	
۷۸	نئی سرائے	مسجد		متصل مکان فیض اللہ صاحب۔
۷۹	"	مسجد	سفید بافوں والی	متصل مکان حافظ سیف اللہ صاحب

نمبر شمار	نام محلہ	نام مسجد	مختصر خاص پتہ	کیفیت
۸۰	جوگی پورہ	مسجد قدیم	٠	یہ مسجد قریب ٹون ہال ہے
۸۱	"	مسجد	٠	یہ مسجد متصل مکان مجاوران ہے
۸۲	"	مسجد	سفید بافان والی	
۸۳	سرائے الف خاں	مسجد	نوربافان والی	متصل دروازہ سرائے الف خاں۔
۸۴	اوپر پارہ	مسجد	حافظ عبد اللہ والی	
۸۵	سرائے ناہر خاں	مسجد	امام الدین والی	
۸۶	"	مسجد	نوربافان والی	
۸۷	سرائے فقیر	مسجد شاہ اجیالے	قریب درگاہ شاہ اجیالے صاحب	
۸۸	سرائے جالندری	مسجد	پٹھانوں والی	
۸۹	"	مسجد	نوربافان والی	
۹۰	"	مسجد قدیم		متصل مکانات آہنگران
۹۱	سرائے چودھری	مسجد	چودہریان فاروقی	متصل مکان چودہری غلام حضرت صاحب معمرہ چودہری تفضل حسین صاحب۔
۹۲	"	مسجد	بے سر شہید والی	معمرہ سنگل شاہ فقیر لب سڑک جسکو چودہری خدا بخش

نمبر شمار	نام محلہ	نام عمارت	مختصر خاص پتہ	کیفیت
				خانساماں نے تعمیر کرایا ہی۔
۹۳	قبول پورہ	مسجد	شرقی مسجد	
۹۴	〃	مسجد	غربی مسجد	
۹۵	〃	مسجد	فقیر اللہ جراح والی	
۹۶	محلہ سول لین	مسجد کچہری	اندرون احاطہ کچہری	لب سڑک
۹۷	〃	مسجد	احمد خاں جمعدار والی	لب سڑک متصل باغ یوسف علیخاں صاحب سر راہ کچہری۔
۹۸	اوپر پارہ	مسجد	فقیروں والی	لب سڑک خام۔

مناد ر

قبل اسکے کہ ہم شہر کے سب منادر کو فہرست کی صورت میں پیش کریں اُن چند مندروں کا تفصیلی حال بیان کرتے ہیں جو بہ اعتبار عمارت قابل ذکر ہیں۔

مندر منشی نوبت رائے واقع ٹپیالی سرائے

حال کی عمارتوں میں ایک مندر منشی نوبت رائے کالیستھ نے: جو نواب نوبت رائے کے نام سے مشہور تھے اور کاتب الحروف سے نہایت درجہ ارتباط رکھتے تھے۔ بعد پنشن پانے کے آنریری مجسٹریٹی پر مامور تھے ایک مندر بصرف زر کثیر محلہ ٹپیالی سرائے میں تعمیر

کیا ہے اور اُس کی عمارت کاتب الحروف نے بمعیت منشی متوفی کے بچشم خود دیکھا ہے علاوہ مندر کے اور عمارت بھی اسکے حوالی میں بنی ہوئی ہیں مندر کے اندر نہایت عمدہ فرش سنگ ریزے وغیرہ کا بنا ہوا ہے اور بعض جگہہ بیش قیمت پتھر اُسمیں نصب ہیں۔ بعد غدر ۱۸۵۷ء کے منشی موصوف بعہدہ ڈپٹی کلکٹری ملک اودہ میں سرکار کی طرف سے مقرر ہوئے اُسی زمانہ میں اُن کے ہاتھ ایک تعویذ سنگ مرمر کا لگا جو کسی کی قبر سے نکلا تھا اور وہ بیش قیمت ہی اُس مندر میں اُس تعویذ کو نصب کر کے اُسپر دیوتا کو بٹھایا ہے۔ جانب جنوب مندر کے تھوڑی سی جگہہ میں کنکر پتھروں سے پہاڑ کی صورت بنائی ہے اور اُسپر کچھ درخت پہاڑی بیل بوٹے کی چھائے ہیں اور ایک ہنڈولہ یعنی جھولا چھوٹا سا لٹکایا ہے تاکہ اُسمیں دیوتا جھولا کریں اور سونے کے کلس مندر پر چڑہائے ہیں۔ غرضکہ یہ مندر اپنی وضع میں بہت اچھا ہے۔

مندر خیالی رام مہاجن متصل تحصیل کہنہ

لالہ خیالی رام نے بعد غدر ۱۸۵۷ء کے بیرون قلعہ محلہ ٹکیٹ گنج میں متصل تحصیل کہنہ ایک عمدہ مندر تعمیر کرایا ہی کہ اپنی وضع میں یکتا ہے۔

عمارت مندر باڑی بلسا

یہ ایک مندر شہر سے جانب شمال متصل آبادی اُس سڑک پر جو اندرون شہر سے محلہ قاضی ٹولہ میں ہوکر بریلی اور آنولہ کو جاتی ہے اُس کے کنارہ پر جانب غرب واقع ہے۔ اگرچہ یہ ایک مختصر عمارت بہ نسبت دیگر مناور کے ہے الا اسمیں ہمیشہ ایک ایسا فقیر رہا ہے کہ جسکے اکثر اہل ہنود معتقد ہوئے ہیں اور مندر کی پوجا کو عوام الناس جایا کرتے ہیں مالی لوگ اس باڑی کے پھل پھول لیکر مندر پر چڑہا کر اپنے تصرف میں لاتے ہیں۔

مندر ہرپرشاد یہ ایک جدید مندر اور ٹھاکر دوارہ لالہ ہرپرشاد متوفی نے ابھی چند سال ہوئے کہ شیخ ابراہیم کا باغ مول لیکر تعمیر کرایا ہے یہ عمارت خوش قطع ہے اور ایک باغچہ بھی اسمیں واقع ہے۔ اور دیگر منادر بھی شہر میں ہیں کہ جنکی کوئی خاص بات لایق ذکر نہیں اور بیرون قلعہ واقع ہیں۔ قبل غدر ۱۸۵۷ء کے تمام شہر کے اندر بیرون قلعہ چند متعدد مندر تھے اندرون قلعہ کوئی مندر نہ تھا لیکن اب زیادہ تعمیر مندروں کی ہوگئی ہے۔

فہرست منادر اندرون شہر بدایوں

نمبر شمار	نام محلہ	نام مندر	نام معمر یا مہتمم	کیفیت
۱	ابراہیم پور	شب جی و ٹھاکر جی	شنکر روغنگر	ایک روغنگر نے حال میں تعمیر کرایا ہے۔
۲	نئی سرائے	〃	گوپال داس مہاجن	یہ بھی تعمیر جدید ہے معمولی۔
۳	چکلہ نیب	ٹھاکر جی	جھبولال مہاجن	معمولی مندر ہے۔
۴	〃	ٹھاکر جی و شب جی	بھوپال رائی مہاجن	〃
۵	پٹیالی سرائے	〃	ہرگولال کھتری	〃
۶	〃	شب جی	بھگنتی	〃
۷	〃	شب جی و ٹھاکر جی و دھنان جی	دیبی سہائے وغیرہ کایستھ	〃

نمبر شمار	نام محلہ	نام مندر	نام ممبر یا مہتمم	کیفیت
۸	قانونگو	شب جی و ٹھاکر جی	ہیتم رائے کایستھ	معمولی مندر ہے
۹	〃	〃	بوڑھے بابا	〃
۱۰	پٹیالی سرائے	〃	دلپت رائے کایستھ	〃
۱۱	〃	شب جی	اوما پوری	〃
۱۲	〃	ٹھاکر جی	لالہ چندرسین	〃
۱۳	کوچہ دیوانجی	شب جی	دیوان دلپت رائے	〃
۱۴	شہباز پور	ٹھاکر جی	منشی نوبت رائے	یہ اعلیٰ درجہ کی عمارت ہے اور مستثنی اسند۔ یقیں اسکی تعمیر سمجھی جاتی ہے اور حال کی عمارت ہے۔
۱۵	چوبے محلہ	شب جی و ٹھاکر جی	درگا پرشاد حلوائی	معمولی ہے
۱۶	〃	ٹھاکر جی	بخت بہادر	〃
۱۷	پرانی تحصیل ٹکیت گنج	شب جی و ٹھاکر جی	رامدیال کوٹھی وال	یہ مندر عمن ہی تعمیر جدید ہے۔
۱۸	〃	ٹھاکر جی	دوارکا پرشاد کپل	معمولی ہے
۱۹	چاہ کھجور	شب جی	رام سکھ داس	〃
۲۰	〃	ٹھاکر جی	لالہ گوکل چند ساہو	عمدہ عمارت بنی ہے اور حال میں بھی اسکی تعمیر لالہ رام گوپال و جوگ پال نے

نمبر	نام محلہ	نام مندر	نام معمر یا مہتمم	کیفیت
				اضافہ کی ہے۔
۲۱	چودھری محلہ	ٹھاکر جی	لالہ موہن لال	عمدہ عمارت بنی ہے
۲۲	״	ٹھاکر جی و شب جی	خیالی رام	عمدہ عمارت ہے
۲۳	״	״	رام سہائے وغیرہ	معمولی ہے
۲۴	سیدزن ٹولہ	شب جی	دیگا پرشاد برہمن	
۲۵	باڑی بروا	شب جی و ٹھاکر جی	مہنت گنگا رام منتظم حال	یہ پرانا مندر معمولی بیرون قلعہ ہے اس کی تعمیر کا حال معلوم نہیں اور منتظم مہنت گنگا رام ہیں اور بروا مالی کی باڑی مشہور ہے جس میں یہ مندر واقع ہے۔
۲۶	جوگی پورہ	دیبی جی و شب جی	لالہ رتن لال بزاز	معمولی ہے
۲۷	״	״	ہلاسی روغنگر	״
۲۸	سرائے میراں	شب جی	گوبند گر گوشائیں	״

خاص شہر بدایوں کی تقسیم باعتبار حلقہ جات میونسپلٹی

قانون میونسپلٹی کا نفاذ بموجب حکم گورنمنٹ نمبری ۴۲۸ مورخہ ۱۶ جولائی سنہ ۱۸۹۴ء یکم نمبر سنہ ۱۹۰۳ء سے اس شہر بدایوں میں ہوا۔ اور بموجب اشتہار نمبری ۱۴۲۶ گورنمنٹ مورخہ ۹ جون سنہ ۱۸۹۴ء چونگی بدایوں چھ حلقوں میں حسب ذیل تقسیم ہوئی۔

حلقہ نمبر ۱۔ مولوی ٹولہ۔ فرشوری ٹولہ۔ بیدوں ٹولہ۔ سوتہ محلہ چاہ بھنڈار۔ محلہ کمانگران۔ محلہ ناگران۔ محلہ چاہ میر۔ مرزا گنج۔

حلقہ نمبر ۲۔ سید باڑہ۔ شیخ پٹی۔ قاضی محلہ۔ چودھری محلہ۔ چاہ کھجور۔ سرڑہا ٹکیٹ گنج۔ کوچہ سعد علی۔ محلہ حلوائیان

حلقہ نمبر ۳۔ نئی سرائے۔ براہم پور محلہ کٹرہ۔ شہباز پور۔ پٹیالی سرائے۔ چونے محلہ۔ چکلہ منیب۔ چاہ مالزادی۔

حلقہ نمبر ۴۔ مصطفےٰ گنج۔ سرائے کارواں۔ چکلہ قصابان۔ منڈھی دروانہ۔ جوگی پورہ۔ کھنڈساری محلہ۔ کارمیکل گنج۔ مولوی گنج۔ کان سین ٹلا معہ چودہری گنج۔

حلقہ نمبر ۵۔ سرائے الف خاں۔ سرائے فقیر۔ سرائے ناہر خاں۔ اوپر پارہ۔ لوٹن پورہ۔ سرائے جالندھری۔ کٹرہ عالم شاہ۔ قبول پورہ۔

حلقہ نمبر ۶۔ باقیماندہ سول اسٹیشن میں وہ رقبہ شامل ہے جو علاوہ محلہ جات مذکورہ بالا کے ہے حدود چونگی بموجب اشتہار گورنمنٹ مرقومہ ۹ جون سنہ ۱۸۹۴ء نمبر ۹۲۸ نمبر ۸ ۱۴۴ II۔ اس طور پر ہے۔ جانب شرق جو خط مستقیم جانب جنوب اُس مقام سے جہاں گول سڑک فرخ آباد سے ملتی ہے اور اہر والی کوٹھی کے جنوبی گوشہ تک۔ اور حد جنوبی خط مستقیم جانب غرب اہر والی کوٹھی کے جانب جنوب گوشہ سے

اُس پختہ کنوے تک جو موضع نیک پور کے جنوب میں واقع ہے اور وہاں سے دفتر ڈسٹرکٹ انجینیر کے غربی گوشہ تک جو کلکٹری کچہری کے احاطہ میں واقع ہے اور وہاں سے اُس چوکی چونگی تک جو جالندہری سرائے میں واقع ہے وہاں سے پُل زیارت کی چوکی چونگی تک اور وہاں سے موضع قبول پورہ کی آبادی کے جنوبی غربی گوشہ تک ہے۔ حد غربی ایک خط مستقیم جانب شمال موضع قبول پورہ کی آبادی کے جنوبی غربی گوشہ سے اُس پختہ کنوے تک جو موضع قبول پورہ کے شمالی غربی گوشہ میں واقع ہے۔ اور وہاں سے جانب شمال و شرق موضع گونٹیا کے شمال تک اور وہاں سے جانب شمال حکیم والے باغ کے شمالی شرقی گوشہ تک ایک سیدھا خط حکیم والے باغ کے شمال و شرق گوشہ سے گونٹیا کہاران کے شمال میں ہے وہاں سے ٹھیک جانب شرق اُس مقام تک جہاں سڑک شہباز پور ٹکیٹ گنج کی سڑک سے جو آنولہ کو جاتی ہے ملتی ہے وہاں سے اُس مقام سے جہاں سڑک داتاگنج اور سڑک گدہول ملتی ہے اور وہاں سے جانب کچہری و داتاگنج کی سڑک کی برابر اُس مقام تک جہاں چند سڑکیں سشن کے احاطہ کے قریب ملتی ہیں اور وہاں سے جانب شرق پھر کر اُس مقام تک جہاں سڑک فرخ آباد اور گول سڑک ملی ہے باقی محلہ جات مثل سرائے میراں وغیرہ بیرون حدود چونگی ہیں۔

مشہور قصبہ جات جو اس ضلع میں واقع ہیں اُن کے ضروری حالات درج ذیل ہیں

سہسوان	دریائے مہاباکے بائیں کنارہ سے قریب ایک میل اور بدایوں سے

۲۵ میل کے فاصلہ پر واقع ہے اس قصبہ میں قواعد میونسپلٹی جاری ہیں۔ مواضعات حلقہ میونسپلٹی میں تیرہ ۱۳ ہیں اور مختلف محال ہیں۔

مشہور عمارتوں میں یہاں ایک بنگلہ ہے۔ مسٹر کارمیکل صاحب بہادر نے سنہ ۱۸۶۱ء میں تعمیر کرایا ہے۔ محلہ قاضی ٹولہ کے قریب ایک مشہور مقام کوٹ "قلعہ" کے نام سے مشہور ہے اور ایک پرانی قبر میاں صاحب کی ہے جو ایک قدیمی پیشوا تھے اور وہ مقبرہ آراضی معافی بھگتا نگلہ پر واقع ہے۔ اس متبرک جگہ پر ہر پنجشنبہ کو ایک میلہ ہوتا ہے۔

پٹی یقین محمد میں ایک اور مقبرہ موسومہ حضرت پیران پیر رضی اللہ تعالےٰ عنہ ہے اور تین مسجدیں پرانے وقتوں کی شہباز پور اور چمرپوین و قاضی محلّہ میں واقع ہیں۔ اور مکان اربعین اور ہندؤں کے چند مندر مختلف زمانوں کے بھگتا نگلہ و سیف اللہ گنج اور دیگر محلوں میں واقع ہیں۔ مشہور مندر وہ ہے جو ڈھونٹ جھیل کے کنارہ پر موسوم بہ سرسوتہ جھیل اور سڑک چندوسی کے درمیان واقع ہے یہ عمارت قدیمی ہے اور اُسکے متعلق ایک تالاب ہندؤں کے نہانے کا ہے اور اُس تالاب میں مچھلیاں چھوٹی ہوئی ہیں۔ یہاں پھاگن یعنی فروری و مارچ میں دو دن میلہ ہوتا ہے۔ اندھیرے پاگ کی تیرھویں اور اُجیالے پاگ کی گیارھویں کو میلہ ہوتا ہے۔ یہاں بہت سے نشانات ستیوں کے بنے ہوئے ہیں۔ سیف اللہ گنج میں ایک چوک بازار کا ہے جہاں ہر دوشنبہ و پنجشنبہ کو اور شہباز پور میں شنبہ و سہ شنبہ کے روز بازار لگتا ہے۔ کیوڑہ کی کاشت یہاں بکثرت ہے اور اُسکے پھولوں سے عرق نکالا جاتا ہے۔

یہ بات پرانے وقتوں سے مشہور چلی آتی ہے کہ سہسرا باہو۔ یعنی ہزار بازو کی قوت رکھنے والا بادشاہ ضلع فرخ آباد کی کسی عمدہ ریاست کا یہاں شکار کھیلنے کے واسطے آیا۔ یہ جگہ اُس کو پسند آئی اور شہر اور قلعہ اُس نے تعمیر کرایا۔ اور اُسکے بعد یہ جگہ سہسرا باہو نگر کہلانے لگی اور آخر کار وہ قلعہ سہسوان مشہور ہوا جو ڈھونڈ جھیل کے کنارہ پر واقع تھا بعد راجہ پرسرام نے منہدم کر دیا۔ جسکے باپ نے سہسرا باہو کو شکست دیکر مارا تھا۔ اصلی تاریخ سہسوان کی سنہ ۱۸۲۴ء سے شروع ہوئی ہے جبکہ وہاں ضلع قایم ہوا تھا۔ اُسکا بلند آبادی کا موقعہ کار کی طرف توجہ دلانے والا تھا جسکی وجہ سے سہسرا باہو کو قیام کرنے کی رغبت ہوئی تھی۔ برسات میں آب وہوا خراب ہونے کی وجہ سے سنہ ۱۸۳۸ء سے صدر مقام تبدیل کیا گیا۔ اور بدایوں میں ضلع قایم ہوا پھر سہسوان اپنی اصلی حالت پر آگیا۔

جامع مسجد جو قاضی محلہ (دہاویوں پور) میں واقع ہے اُسمیں ایک پتھر پرانی جامع مسجد کا بہت بڑا رکھا ہے اور اُسمیں کتبہ مفصلہ ذیل کندہ ہے یہ کتبہ عہد محمد شاہ تغلق کا ہے جسکا زمانہ سلطنت سنہ ۷۲۵ھ تھا جسکو اسوقت پانچسو سے زیادہ برس کا زمانہ گذرا معلوم ہوتا ہے کہ یہ جامع مسجد قدیمی بہت بڑی عالیشان عمارت تھی وہ منہدم ہوگئی ہے اب یہ جدید جامع مسجد بنائی گئی ہے اور یہ پتھر لگا دیا ہے جسکی ہم نقل کرتے ہیں یہ جامع مسجد قلعہ کے اندر تھی یہ کتبہ خط کوفی میں ہے۔

بناء این حصن رفیع ارکان از برای مامن اهل ایمان
بفرمان مجلس اعلی خدایگان سلاطین جهان سایۂ
رحمت یزدان علاء الدنیا والدین الواثق بنصر اللہ

المجاهد فی سبیل الله ابو المظفر محمد شاه السلطان ناصر امیر المومنین خلد الله ملکه بتاریخ عشرۃ ماه جمادی الاول روز جمعه مبارک بسال هفت صد از هجرۃ نبی علیه السلام والتحیة۔

اُجھیانی قدیم نام اسکا پیرپا تھا اس موضع میں پیپل کے درخت باثرت تھے گزیٹیر میں یہ بھی لکھا ہے کہ اسکو راجہ جیپال اوجین نے پسند کر کے آبادی کو وسعت دی اور اُجھیانی کے نام سے موسوم کیا۔

یہ پرگنہ حافظ الملک نے نواب عبد اللہ خاں کو جو دوسرا لڑکا نواب علی محمد خاں کا تھا عنایت کیا تھا جب وہ قید سے چھوٹ کر آیا تھا۔ اس قصبہ میں میونسپلٹی قایم ہے جب نواب عبد اللہ خاں کی وفات ہوئی تو ایک مقبرہ عالیشان نواب ممدوح کا اس قصبہ میں بنایا گیا ہے جو اب تک ایک عمارت عالیشان یادگار اُس زمانہ کی باقی ہے۔ اور اُس کے اندرونی دروازہ پر یہ عبارت کندہ ہے۔

الی بیت البقا من دار فان ٭ فلما ذهب عبد الله خان
فقلن الملئکة من صوحرات ؛ انفتحت علیه ابواب الجنان

۱۱۸۰ھ مطابق ۱۷۶۴ء

شیخوپور بدایوں سے دو میل جانب جنوب دریائے سوت کے کنارہ واقع ہے عہد جہانگیر بادشاہ میں سنہ ۱۶۰۵ء لغایت سنہ ۱۶۲۷ء میں آباد ہوا شیخ بابا فرید گنج شکر کی اولاد میں نواب قطب الدین خاں کو کہ جہانگیر کی تھی انکے فرزند نواب فرید خاں المخاطب بہ محتشم خاں فاروقی نے ایک قلعہ بنایا اور آباد کیا

جو ابتک موجود ہے اور انکی اولاد کے قبضہ میں ہے۔ آبادی اسکی پانچ ہزار یا چھ ہزار کے درمیان میں ہے اب عمدہ عمارت جدید پختہ قلعہ سے باہر ہمارے شفیق خان بہادر شیخ محمد انتظام الدین و شیخ عبدالغفار و شیخ احمد جان صاحب نے تعمیر کی ہیں لیکن راستہ دریا سوت سے دروازہ قلعہ تک بہت خراب ہے وہاں سواری کا جانا بہت مشکل ہے

حضرات شیخوپورے اپنے وقار کو جو بزمانہ شاہی قایم تھا عہد انگلشیہ مین بھی قایم رکھا ہے۔ شیخ شرف الدین صاحب کو سی۔ آئی۔ ای کا خطاب تھا اور ان کے صاحبزادہ خان بہادر ہیں اور دیگر اقارب بھی معزز و ممتاز اور برٹش گورنمنٹ کے یہاں معزز و ممتاز سمجھے جاتے ہین۔ پبلک کاموں مین اکثر فیاضی کا اظہار کرتے ہین

دروازہ جنوبی قلعہ کے متصل آثار تبرکات حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ ایک عمارت قدیم مین رکھے ہوئے ہیں۔ ۵۔ محرم الحرام کو ہر سال زیارت تبرکات مذکور کی ہوتی ہے۔ یہ مکان وقف ہے۔

کوٹ سالباھن جو اب پرگنہ کوٹ کہلاتا ہے اس کو راجہ سالباہن نے بکرماجیت کے عہد میں قلعہ بنا کر آباد کیا تھا۔ تقریباً ۸۰؁ء میں وہ قلعہ تیار ہوا تھا جسکو زمانہ قریب اٹھارہ سو تیس برس کا ہوا وہ قلعہ اب بالکل منہدم ہو گیا ہے صرف اسکے اونچے ٹیلے بعض مقامات پر باقی ہیں وہاں ایک موضع کوٹ کے نام سے آباد ہے۔

قصبہ بلسی تحصیل سہسوان پرگنہ کوٹ میں بدایوں سے ۱۶ میل جانب

عزب مائل بہ جنوب واقع ہے اس قصبہ میں ہندو زیادہ آباد ہیں اور تجارت کی منڈی کا مقام ہے۔ یہاں میونسپلٹی ہے۔ اور یہ قصبہ جبرام تگّال نے عہد نواب وزیر میں بلاسو وغیرہ زمیندار کی اجازت سے آباد کیا تھا اسمیں دو محلہ ہیں۔ بلبسی و صاحب گنج۔ صاحب گنج کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ مسٹر ڈینہم دھوی مکسول صاحب بغرض تجارت نیل کے یہاں رہتے تھے انگریزی عملداری سے پہلے یہ قصبہ کوئی مشہور مقام نہ تھا۔ اسمیں سرائے و شفاخانہ و ڈاک خانہ و پولیس اسٹیشن ہے اور اسکول حلقہ بندی کا ہے چند سال سے ڈینہم صاحب کا علاقہ اور کوٹھیات نیل وغیرہ صاحبزادہ نواب حیدر علی خاں صاحب خلف نواب یوسف علیخاں بہادر مرحوم والیئے ملک رام پور نے خرید کر لیا ہے اور اپنی سکونت مستقل مع اہل وعیال اس مقام بلبسی میں مقرر فرمائی ہے۔ جب سے عمارات پختہ عمع نواب ممدوح نے تعمیر کرانا شروع کی ہیں اور سڑک پختہ بھی وہاں بن گئی ہے اب زیادہ تر یہ مقام بارونق بوجہ سکونت رئیس کے ہوگیا ہے۔ اس قصبہ میں ایک مسجد پرانی مسٹر ڈینہم صاحب کی تعمیر شدہ ہے اور اب دوسری مسجد نواب صاحب نے تعمیر کی ہے۔

بسولی بدایوں سے ۲۴ میل جانب غرب واقع ہے اول اسکا نام بانس واڑی یا بسوڑ واڑی تھا۔ کیونکہ بانس بکثرت اس مقام پر پیدا ہوتے تھے سابق میں تین محلہ تھے اب زیادہ محلہ ہیں دوندے خاں کے وقت سے یہ مقام مشہور ہوا سنہ ۱۷۵۰ء میں دوندے خاں نے ایک قلعہ بنایا تھا جو اب بالکل کھد گیا ہے اور ورثا دوندے خاں نے فروخت کر دیا ہے۔ اور مسجد و سرائے و عمارت

زنانخانہ و مردانہ اسوقت تک تعمیرات روہیلہ پٹھانوں کی موجود ہیں اور ایک قلعہ بہت پرانا آبادی سے جانب غرب و شمال تھوڑے فاصلہ پر بنا ہوا ہے جو ویران پڑا ہے اس قلعہ کی تعمیر کی بابت مورخوں کی رائے میں اختلاف ہے جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ دوندے خاں نے یہ قلعہ بنایا محض غلط ہے۔ دوندے خاں کا تعمیر کیا ہوا قلعہ آبادی کے قریب تھا جہاں مسجد دوندے خاں کی ہے اور اب بعد غدر کھد گیا اور زمین اوچی رہگئی ہے اور یہ قلعہ جو پرانا احاطہ اور دروازہ سے محیط باقی رہا ہے جسکا حال مفصل ہم آینہ حکمرانوں کے ذکر میں لکھیں گے اسکی شان عمارت سے ثابت ہے کہ کئی سو برس کا بنا ہوا ہے عجب نہیں کہ آمد اسلام سے پہلے کا ہو یا فیروز شاہ تغلق کے عہد کا تعمیر شدہ ہو۔ جو مسجد دوندے خاں کی تعمیر شدہ خوش قطع ہے اسپر کتبہ تاریخ ذیل کندہ ہے۔

بحسن نیت آں جوہر عقل ✣ مرتب شد چو ایں قصر معلےٰ
چناں آمد از ہاتف غیب ✣ مکرم مسجد ثانی اقصےٰ
۱۲ ھ ۶۹

اس قصبہ میں تحصیل اور تھانہ و شفاخانہ و مدرسہ ہے اور قواعد میونسپلٹی کے جاری ہیں اور اب منصفی بھی اس مقام پر ہے۔ آبادی یہاں کی اگرچہ سہسوان سے کم ہے لیکن طرز آبادی خوش نما ہے قدیمی رئیس سادات و پٹھانوں کی حالت تنزل میں ہے۔ بقال قوم اگروال اب یہاں جو رہتے ہیں وہ ترقی کر رہے ہیں ایک مقبرہ دوندے خاں کا بھی بنا ہوا ہے مگر وہ خراب حالت میں ہے۔

اسلام نگر اصل نام سابق میں نیودینا تھا اور بوقت تالیف کتاب

آیئن اکبری سرکار سنبھل کے ماتحت تھا۔ قصبہ کا نام اسلام نگر رستم خاں نے بعہد شمس الدین التمش رکھا۔

منڈیا ستاسی پہلے پرگنہ بسولی اسمیں شامل تھا۔ اُس وقت اسکا نام ستاسی منڈیا تھا۔ اور آیئن اکبری میں ایک جزو سرکار بدایوں کا شامل تھا۔ اس پرگنہ میں تگہ زمیندار پہلے رہتے تھے اب تمام ضلع میں انکا کوئی نہیں رہتا ہے۔ نشانات تباہ شدہ ستاسی کے موضع برکھیڑہ کے قریب کہ چار میل بسولی سے جنوب کی جانب واقع ہے۔ اور منڈیا ایک نہایت آباد موضع چھ میل شمال و غرب بسولی سے ہے۔

داتاگنج بدایوں سے سترہ میل جانب شرق واقع ہے۔ اور اریلا ایک موضع اسکے متصل ہے بعض وقت ارائلہ کے نام سے اس مقام کو لکھتے ہیں۔ صدر مقام تحصیل کا ہے۔ اکثر مکانات خام ہیں اس ضلع میں اس مقام سے کمتر کوئی مقام تحصیل باعتبار قلت آبادی کے نہیں ہے لیکن حدود تحصیل اس کی بہت وسیع ہیں مسلمان کمتر اور اہل ہنود بتعداد زیادہ آباد ہیں اور یہاں شفاخانہ و مدرسہ و ڈاکخانہ و دفتر رجسٹری و تھانہ و تحصیل ہے اور کوئی بات قابل تذکرہ نہیں ہے۔ داتاگنج میں ایکٹ ۲۰ سنہ ۱۸۵۶ء کے قواعد جاری ہیں۔ میونسپلٹی نہیں ہے۔

سلیم پور آیئن اکبری میں پرگنہ سنسا کے نام سے موسوم ہے۔ نواب علی محمد خاں نے اس کو علیحدہ پرگنہ قایم کیا اور ان کی وفات پر یہ پرگنہ حافظ رحمت خاں کو دیا گیا ہے۔ آیئن نہم سنہ ۱۸۳۳ء کے بندوبست میں سلیم پور سے منتقل ہو کر داتاگنج صدر مقام قایم ہوا۔

اعلی پور واقع تحصیل داتا گنج۔ بدایوں سے ۱۲ میل جانب جنوب و مشرق واقع ہے اور یہ قصبہ سلطان سید علاء الدین نے جو خضر خانی تھے اپنے نام سے تخمیناً سنہ ۱۴۵۰ء مطابق سنہ ۸۵۲ھ میں آباد کیا اور اپنے نام پر اُسکا نام رکھا۔ اُسمیں ایک مسجد بنی ہی جو اورنگ زیب کے عہد میں سنہ ۱۰۷۱ھ مطابق سنہ ۱۶۶۰ء میں تعمیر ہوئی۔ اُس مسجد میں ایک پتھر کندہ ہے۔ اور ایک ٹکڑا پتھر کا ہے جسپر سنہ ۱۲۸۰ھ مطابق سنہ ۱۸۶۳ء لکھا ہوا مسجد کے باہر نصب ہے۔ غالباً یہ پتھر کسی اور مقام کا لگا دیا گیا ہے یا زمانہ سابق میں وہاں مسجد ہو گی جسکا یہ پتھر لگا یا گیا۔

اوسہت بہ عہد اکبر بادشاہ جو بلی بدایوں میں شامل تھا۔ مگر افغانوں کے زمانہ میں اوسہت ایک علیحدہ پرگنہ قرار دیا گیا۔ اولاً صفدر جنگ اس پرگنہ پر قابض تھے بعد ازاں حافظ رحمت خاں کے قبضہ میں آیا۔ اُس کے بعد فتح خاں خانساماں کو یہ پرگنہ بعد فتح بنگش پٹھانوں کے جو بمقام دونری رسول پور جنگ عظیم ہوئی تھی سپرد کیا گیا تھا اور اُنہوں نے ایک عمدہ قلعہ اوسہت میں تعمیر کیا اب یہ عمارت نہایت خستہ حال ہے پولیس کا تھانہ اُسی میں ہے۔

گنّور مقام بدایوں سے ۴۴ میل فاصلہ پر واقع ہے یہاں مسلمان بکثرت آباد ہیں اور مکانات خام زیادہ ہیں پختہ مکان بھی بعض رئیسوں کے ہیں اور مقام تحصیل و تھانہ و شفاخانہ و ڈاک خانہ و سرائے و تحصیلی اسکول و ڈاک بنگلہ سنہ ۱۸۶۵ء میں مسٹر کارمیکل صاحب نے بنوایا ہے اور ایکٹ ۲۰ سنہ ۱۸۵۶ء کے قواعد جاری ہیں۔ وجہ تسمیہ گنور کی یہ ہے کہ سابق میں اس مقام کو باون پوری کہتے تھے۔ مشہور یہ ہی کہ راجہ پھولہ نے چند برہمنوں کو یہ موضع دیا تھا جو سات سو برس تک باون پوری کی

نام سے مشہور رہا ۔ پھر کسی زمانہ عہد اسلام میں شیخ طاہر مجید الدین ایرانی گنور جو ملک ایران میں سبزوار کے قریب ایک قصبہ گنور ہے وہاں کے رہنے والے تھے اس مقام پر بطور سیاحت کے آئے اور معز الدین و تاج الدین اُنکے دو قریب اُنکے ساتھ تھے ۔ شیخ موصوف شاہ مخدوم کے نام سے ملقب ہے چونکہ یہ موضع برہمنوں کا تھا برہمنوں نے اُنکا قیام کرنا پسند نہیں کیا کچھ جھگڑا ہوا ۔ برہمنوں نے راجہ مجھولہ سے مدد چاہی راجہ موصوف مع چند ہمراہیوں کے دوبیل گنور تک واسطے اخراج شاہ صاحب کے آیا کہ دفعتاً راجہ اور اُسکے ساتھی سب اندھے ہو گئے تب راجہ نے خیال کیا کہ فقیر کی کرامت ہے اور شاہ صاحب سے اپنے قصور کی معافی چاہی ۔ شاہ صاحب کی دعا کی برکت سے راجہ مع ساتھیوں کے بینا ہو گیا ۔ اُسوقت راجہ نے یہ موضع اور دیگر جائداد شاہ صاحب کو عطا کی ۔ چنانچہ مخدوم ایک موضع متصل گنور اُن کے نام سے آباد ہے اُسوقت سے اس مقام کا نام گنور ہوا کہ مخدوم صاحب گنوری تھے ۔ چار گروہ شیخوں کے یہاں رہتے ہیں ۔ ایک گروہ تاج الدین و معز الدین کی اولاد میں اپنے آپ کو کہتا ہے اور ایک گروہ مخدوم صاحب کی اولاد میں اپنے کو بتاتا ہے ۔ اور تیسرا گروہ چودھریوں کا ہے جو آپ کو شیخ زادہ کہتے ہیں ۔ اور چوتھا گروہ قاضی زادوں کا ہے وہ آپ کو شیخ عثمانی کہتے ہیں واللہ اعلم بالصواب ۔

کچھ دیہات نواب وزیر کے عہد میں مخدوم صاحب کی اولاد کے ضبط ہو گئے اور کچھ باقی ہیں ۔

اس ضلع میں تھانجات مفصلہ ذیل ہیں

کوتوالی خاص شہر بدایوں - تھانہ بناور - تھانہ اُجھیانی - تھانہ حضرت پور - تھانہ بلسی - تھانہ سہسوان - تھانہ ظریف نگر - تھانہ بسولی - تھانہ مرزاپور بہٹا - تھانہ اسلام نگر - تھانہ داتاگنج - تھانہ اوسہت - تھانہ سعد اللہ گنج - تھانہ گنور - تھانہ لکرالہ - تھانہ رجپورہ - تھانہ وزیر گنج - تھانہ قادر چوک -

سرائے کل ضلع میں ۱۹ ہیں جنکی تفصیل یہ ہے

خاص بدایوں

سرائے خانساماں	سرائے کاریکل گنج
ایک	ایک

اُجھیانی	کچلہ	بلسی	سہسوان
ایک	ایک	دو	دو

گنور	بسولی	وزیر گنج	اسلام نگر	بناور	داتاگنج	اوسہت	کٹرہ سعادتگنج
دو	ایک	ایک	ایک	ایک	ایک	ایک	ایک

لکرالہ	کمرگانواں
ایک	ایک

فصل پنجم

تبدیلی صدر مقام وحدود ضلع

شروع سلطنت انگلشیہ ۱۸۰۱ء میں پرگنہ جات فیض پور بدریا اور اولائی تحصیل سہسوان کے متعلق تھے اور صدر مقام ضلع کامراد آباد تھا الا اب وہ ضلع ایٹہ میں شامل ہیں ۱۸۰۵ء میں اُجھیانی اوسہت کوٹ سالباہن بدایوں خاص

ضلع بریلی کے متعلق ہو گئے۔ بقیہ پرگنہ جات منڈیا ستاسی۔ بسولی۔ سہسوان ضلع مراد آباد کے متعلق بدستور رہے۔

اکتوبر ۱۸۲۳ء میں ضلع سہسوان حصہ جات مراد آباد و علی گڈھ و بریلی سے بنایا گیا اور اس کے پرگنہ جات رجپورہ اسدپور اسلام نگر بسولی ستاسی ضلع مراد آباد سے اور کوٹ سالباہن سہسوان اوسہت۔ اُجھیانی۔ سلیم پور بریلی سے اور بلرام اور فیض پور بدریا اور سورون اور مارہرہ علی گڈھ سے نکالکر اس نئے ضلع میں شامل کیئے گئے۔ سنہ ۱۸۲۴ء میں تکمیل اس ضلع کی ہوئی۔ مسٹر ایچ۔ سوئیٹن ہم صاحب حاکم ضلع مقرر ہوئے اور صدر مقام سہسوان ہوا۔ علی گڈھ کے پرگنے جو گنگا کے کنارے راہ راست پر تھے وہ علی گڈھ کو دوبارہ سنہ ۱۸۳۷ء میں منتقل کر دیئے گئے سنہ ۱۸۳۸ء میں صدر مقام سہسوان سے بدایوں کو منتقل ہوا اور علی گڈھ والا پرگنہ پٹیالی کو جواب ایٹہ کے ضلع میں شامل ہے سنہ ۱۸۴۵ء میں منتقل ہوا۔

سنہ ۱۸۰۱ء میں چھ⁶ تحصیلیں تھیں۔ اسلام نگر¹۔ سہسوان²۔ اُجھیانی³۔ سلیم پور⁴۔ بدایوں⁵۔ بسولی⁶۔ اور سنہ ۱۸۰۵ء میں اسلام نگر تحصیل سہسوان میں شامل ہو گیا تھا۔ سنہ ۱۸۲۱ء میں اوسہت و رجپورہ اور اسدپور کی تحصیلیں تھیں سنہ ۱۸۲۴ء میں رجپورہ اور اسدپور شامل ہو کر گنور میں تحصیل قایم کی گئی۔ سنہ ۱۸۲۴ء میں سلیم پور کی تحصیل مقام داتاگنج کو منتقل ہوئی سنہ ۱۸۴۴ء میں اُجھیانی اور اوسہت کی تحصیلیں دور کر دی گئیں۔ اور پرگنہ جات اُجھیانی اور اوسہت تحصیل بدایوں میں شامل کیئے گئے۔ اور پرگنہ کوٹ سالباہن جو اُجھیانی میں شامل تھا تحصیل سہسوان میں شامل

[illegible] گیا۔ اور [illegible] نگر بسولی میں شامل کیا گیا۔ سنہ ۱۸۴۵ء میں اوسہت کا پرگنہ بدایوں کی تحصیل سے نکالکر داتا گنج کی تحصیل کو منتقل کیا گیا۔ اس زمانہ سے بندوبست کرمیکل صاحب تک کوئی تبدیلی پرگنہ جات میں نہیں ہوئی۔

فصل ششم

تغیر و تبدل حدود و سماعت مقدمات عدالت دیوانی و صیغہ رجسٹری دستاویزات

سنہ ۱۸۰۱ء سے لغایت سنہ ۱۸۱۰ء یہ کل ضلع دیوانی ججی مرادآباد کے متعلق تھا بعدہ سنہ ۱۸۰۵ء سے اختیارات دیوانی نسبت چھ پرگنوں مفصلہ ذیل کے ضلع بریلی کو منتقل ہوئے پھر سنہ ۱۸۲۳ء میں کل ضلع بدایوں ججی بریلی کے متعلق ہو گیا بعد غدر سنہ ۱۸۵۸ء ایک

مؤلف کتاب ہذا بھی بوجہ وکالت سرکاری ہمراہ جج شاہجہانپور کے جایا کرتا تھا۔ مسٹر ڈیوٹھاٹ صاحب بہادر جج جو ایک نہایت لایق اور تجربہ کار تھے اور بعد کو جج ہائی کورٹ ہوئے تھے اُن کا یہ دستور تھا کہ تمام اسیسران ضلع کو اور تمام مقدمات کو جو اس سشن میں پیش ہونیوالے تھے اور گواہان مستغیث و ملزم کو بحکم مجسٹریٹ ضلع شروع تاریخ آمد سے تا انفصال مقدمہ حاضر رکھتے تھے۔ اسیسروں کے انتخاب کا یہ طریقہ تھا کہ قرعہ برداری سے جسکا نام اول مقدمہ میں نکل آتا وہ اجلاس میں بٹھایا جاتا اور باقی اسیسر حاضر رہتے۔ پھر دیگر مقدمات میں انکی قرعہ برداری ہوتی ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ ایک شخص مرزا احمد علی بیگ اسیسر ایک مقدمہ میں بشمول دیگر اسیسران (بقیہ نوٹ بصفحہ آیندہ)

اور تبدیلی ہوئی یعنی اختیارات سماعت پرگنہ جات اُجھیانی و اوسہنت و بدایوں ججی شاہجہاں پور کے متعلق ہوئے اور شاہجہاں پور میں جدید ججی قایم ہوئی اور بقیہ پرگنہ جات کے اختیار سماعت دیوانی ضلع بریلی میں قایم رہے۔ فوجداری

کے بٹھائے گئے وہ مقدمہ تین روز برابر پیشی میں رہا۔ بالآخر جب وہ مقدمہ ختم ہوا تو جج صاحب نے اسیسروں کو رخصت کرتے وقت اُنکا (تھینکس Thanks) یعنی شکریہ ادا کیا اور فرمایا کہ تمکو بہت محنت گوارا کرنی پڑی۔ مرزا اسیسر نے جج صاحب سے کہا کہ حضور کے ہم احسان مند ہیں جو اسقدر کلمات ملایم سے ہماری قدر فرمائی۔ ورنہ ہم سے زائد کسی شخص پر مصیبت نہیں ہوتی۔ جج صاحب نے میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اسپر کیا مصیبت ہوتی ہے۔ میں نے مرزا سے دریافت کیا کہ اجلاس میں بیٹھنے کے سوا اور کوئی بھی تکلیف آپکو ہوتی ہے۔ مرزا نے جج صاحب کی طرف مخاطب ہو کر اپنا یہ قصہ بیان کیا کہ جناب مجرم پر وہ تکلیف نہیں ہے جو ہم اسیسروں پر ہے اور وہ یہ ہے کہ جب سشن میں آپ تشریف لانے کو ہوتے ہیں تو ہم جملہ اسیسران کو شروع تاریخ سے حکم حاضری کا پہونچتا ہے۔ اور علی الصباح قبل طلوع آفتاب ہر ایک اسیسر کے مکان پر ایک کانسٹبل پہونچتا ہے موسم سرما میں ہم غریب آدمی اپنی رضائیوں میں لپٹے ہوئے بچوں کو لیئے ہوئے پڑے ہوتے ہیں۔ اور بعض ایسے شخص ہیں جو آگ جلا کر تاپتے ہیں۔ اور کانسٹبل ایسی بُری طرح سے ڈانٹتا ہے کہ نکلتے نہیں ہو داروغہ صاحب اور کورٹ انسپکٹر صاحب کچہری میں پہونچ گئے۔ لاچار اس کانسٹبل سے منت سماجت کرنی پڑتی ہے کہ بھائی چلتے ہیں۔ الغرض ہم اس کی حراست میں مثل مجرم کے آتے ہیں۔ اسکے بعد اگر سردی کا موسم ہے تو ان درختوں کے تلے جاڑا ہمیں ستاتا ہے اور اگر گرمی ہے تو لو کے صدمہ سے قریب ہلاکت ہم ہو جاتے ہیں اور پھر یہاں آکر کورٹ انسپکٹر صاحب (بقیہ نوٹ بصفحہ آیندہ)

سے اختیارات مقدمات اپیل جن پرگنہ جات کی بابت اختیار جج شاہجہانپور کو تھا انہیں وہ سنتے تھے۔ اور جن پرگنہ جات کی سماعت دیوانی کا اختیار جج بریلی کو تھا انہیں وہ سماعت کرتے تھے۔ لیکن مقدمات سشن میں ہر دوسرے مہینے سے بعد

اور سب انسپکٹر صاحب کی جھڑک کے متحمل ہوتے ہیں۔ آخرش جب اجلاس شروع ہوتا ہے تو ہم سب اسیروں کو اس کمرہ میں بھیجا جاتا ہے اسوقت ہر ایک اسیر یہ دعا مانگتا ہے کہ " الٰہی میری گولی لگ جائے " اس جملہ پر جج صاحب نے دریافت کیا کہ وہ گولی تمہاری لگنے کے کیا معنے " اسیر صاحب نے جواب دیا کہ گولی سے مراد قرعہ داری کی گولی ہے۔ اور لگنے سے غرض اس نام کی گولی نکل آنی ہے کیونکہ جسکے نام کی گولی نکل آتی ہے وہ اجلاس میں بٹھالیا جاتا ہے اور روزمرہ کی حاضری کی نجات پانے کی امید قوی ہوجاتی ہے کہ مقدمہ فیصل ہوتے ہی اپنے گھر کو چلا جاؤنگا۔ باقی اسیروں کو آخر مقدمہ کے انفصال تک اسی طرح روزانہ تمام دن ان درختوں کے نیچے حاضر رہنا اور اسی طریق سے ہر روز آنا اور جانا ہوتا ہے اور جب ہم قرعہ برداری کے ذریعہ سے بٹھالیے جاتے ہیں تو اسوقت ایک اور مشکل کا سامنا ہوتا ہے یعنی پاؤں لٹکا کر کرسی پر بیٹھے رہنا بلا کسی شغل کے قید ہونے سے بدتر ہے حضور گواہ کا اظہار لکھتے ہیں اور اس سے سوالات کرتے ہیں اور ہم جاہل اسیر نہ کچھ نوٹ لکھتے ہیں اور نہ کچھ سوال کا ہم میں مادہ ہے آخر میں بعض اسیروں کو نیند آجاتی ہے اور وہ کرسی پر بیٹھکر اونگھتے ہیں فوراً کورٹ انسپکٹر یا وکیل سرکار ہمکو تنبیہ کرتا ہے کہ مقدمہ سنتے ہو یا سوتے ہو لاچار ہم آنکھیں مل کر ذرا انگڑائی لیتے ہیں اور اگر ہمنے پاؤں اٹھا کر کرسی پر رکھ لیے اور کوئی جج صاحب بدمزاج ہوئے تو ان کے سخت الفاظ ہمکو سننے پڑے اور پاؤں نیچے کر دینے پڑے۔ اور کورٹ انسپکٹر کے یہ الفاظ کہ ادب سے بیٹھو (بقیہ نوٹ صفحہ آیندہ)

دیگرے جج شاہجہان پور و جج بریلی بدایوں جاکر مقدمات فیصل فرماتے سکتے پھر ۱۸۵۵ء میں گورنمنٹ سے یہ حکم ہوا کہ بدایوں میں بھی علیحدہ قایم کیجاوے اور اُسکی حدود مسٹر ڈیو ٹھاٹ صاحب جج شاہجہان پور اور مسٹر ٹرل صاحب

ہمیں مساوات ہوگئے ہیں۔ اور مقدمات جلد فیصل ہونے اور قیام کی زیادہ ضرورت نہونے کے خیال سے حضور دونوں وقت اجلاس فرماتے ہیں صبح سے بارہ ۱۲ بجے تک اور پھر دو گھنٹے کے آرام کے بعد دو ۲ بجے سے شام تک اس سبب سے تمام دن تکلیف ہمیں برداشت کرنی ہوتی ہے۔ جب مقدمہ کی شہادت اور مباحثہ ختم ہوجاتا ہے تو وقت ہمارے لیئے اور بھی سخت ہوتا ہے یعنی ہمسے رائے دریافت کیجاتی ہے بظاہر ہے کہ اگر ہم میں اسقدر لیاقت ہوتی کہ اپنی صائب رائے آزادی سے دیسکتے تو ہم کسی عہدہ سرکاری پر مامور ہوتے۔ اسوقت ہمارے دلمیں خوف بھرا ہوتا ہے اول ۱ یہ کہ اگر ہمنے رائے جج صاحب کے خلاف دی تو ہمسے وجوہات پوچھے جاینگے جیساکہ اکثر ہوتا ہے۔ ہمکو نہ شہادت کے اختلافات یاد رہتے ہیں اور نہ قانونی مسائل پر ہمارا عبور ہے کہ جو وجوہات اپنی رائے کے ضمن لکھا سکیں۔ دوم ۲ اس کٹہرہ میں ہمیں ملزم کھڑا ہوتا ہے ایسے شخص سپرد کرکے بھیجے جاتے ہیں جنکو مجسٹریٹ اپنے اختیار سے زائد سزا دلانی پسند کرتا ہے۔ اور کمتر بے گناہ سپرد کیئے جاتے ہیں۔ ایسا رائے دیتے وقت ہمکو دو طرف ڈر ہوتا ہے یعنی اگر اثبات جرم کی رائے دیتے ہیں تو ملزم اور اُسکے احباب و اقربا سے ہمکو خوف رہتا ہے کہ وہ ہمارے اوپر کسی وقت حملہ کریگا یا ماریگا یا چوری کرا دیگا ہم غریب آدمی کیونکر اپنی حفاظت ہر وقت کرسکتے ہیں اور اگر یہ رائے دیتے ہیں کہ جرم ثابت نہیں تو سب انسپکٹر و کورٹ انسپکٹر صاحبان پولیس ہمارے دشمن ہوتے ہیں کہ ہمارے (بقیہ نوٹ لصفحہ آیندہ)

جج بریلی و مسٹر ینگ صاحب جج مراد آباد جلسہ واحد بمقام بریلی کرکے رپورٹ بھیجیں کہ کون کون منصفی کس کس ضلع میں رہے گی۔

جب یہ حکم گورنمنٹ کا آیا تو مسٹر ڈیو تھائٹ صاحب نے مجھے اور میرے دوست

چالانی مقدمہ میں اس شخص نے خلاف رائے دی۔ اور بعض ڈپٹی مجسٹریٹ جو سپرد کنندہ ہوتے ہیں ہماری انکی رائے دینے سے ناخوش رہتے ہیں۔ الغرض خدا کا نام لیکر جیسا کچھ ہماری سمجھ میں آتا ہے آپ کے سامنے کہہ دیتے ہیں پھر اسطرف حکم حوالات کو لیجانے کا ہوتا ہے اور ہم جلدی سے کمرہ سے باہر جاتے ہیں کہ ایسا نہ ہو کہ ملزم جسکے خلاف ہمنے رائے دی ہے ہمارے اوپر دست درازی کرے۔ زاں بعد ہم منہ چھپاکر اگر پولیس کے خلاف رائے دی ہے تو اس طرف سے بچکر اور اگر ملزم کے خلاف رائے دی ہے تو اُسکے دوست احباب سے علیحدہ ہوکر خدا خدا کرکے اپنے گھر سلامت پہونچتے ہیں بس ہماری مصیبت کا یہ حال تھا جو آپ سے عرض کیا۔ صاحب جج بہادر نے اولاً یہ فرمایا کہ مرزا۔ ولایت میں اس سے زاید گورنمنٹ کا کام نظارت وغیرہ کا شرفا کو بلا تنخواہ کرنا پڑتا ہے اور تمکو سال میں ایک یا دو مرتبہ تکلیف کرنی ہوتی ہے ہمارے اختیار میں جن شکایتوں کا رفع کرنا ہے اُنہیں ہم رفع کردینگے پہلے ہم مجسٹریٹ سے دریافت کریں گے کہ اسیسروں پر پولیس کیوں متعین کیا جاتا ہے۔ دوسرے آیندہ سے ہر ایک مقدمہ میں جداگانہ تاریخ پرچہ اسیسر سے زیادہ طلب نہ ہوا کرینگے اور قرعہ برداری کے بعد باقی رخصت کردئیے جایا کرینگے۔ تیسرے حتی الامکان ہم ایک ہی وقت اجلاس کرینگے۔ چوتھے اگر کوئی پولیس کا آدمی یا کوئی ڈپٹی مجسٹریٹ تم پر کوئی داب ناجائز ڈالے یا تم سے کوئی شکایت کا کلمہ بنسبت رائے زنی کے کہے تو آپ فوراً مجسٹریٹ ضلع کو اطلاع دیجئے (بقیہ نوٹ بصفحہ آیندہ)

منشی سخاوت حسین وکیل سے دریافت کیا کہ اب آپ لوگ اپنے وطن بدایوں میں وکالت کرینگے یا ہمارے ہاں بدستور رہیں گے۔ ہم دونوں اشخاص نے عرض کی کہ دل یہ چاہتا ہے کہ آپکے پاس ہمیں رہیں۔ اور حب وطن چاہتا ہے کہ وہاں چلے جائیں اگر ایسا طریقہ ہو کہ دیوانی کے اختیارات بدستور ضلع بدایوں کے ضلع شاہجہاں پور کے متعلق رہیں۔ الا فوجداری کے اختیارات دوسرے جج کے تعلق کردیئے جائیں۔ پھر کمیٹی برسہ ججان کی بمقام بریلی ہوئی۔ تینوں جج صاحب نے بالاتفاق یہ رائے قایم کی کہ جو جج بدایوں کے لیئے نامزد کیا گیا ہے اُس کو کل اختیارات فوجداری و مقدمات سشن ضلع بدایوں کے اور ضلع بجنور کے دیئے جائیں اور وقتاً فوقتاً مراد آباد کے سول جج کے مقدمات سول میں مدد کریں کیونکہ مراد آباد میں کام بکثرت ہے اور کل دیوانی کے اختیارات ضلع بدایوں کے

وہ اسکے سزا دینگے اور اسی طرح اگر بدمعاشوں کے گروہ کے آدمی تم لوگوں کو کچھ ایذارسانی کا فکر کریں تو مجسٹریٹ ضلع اسکا انسداد کریگا۔ باقی یہ امر کہ طریقہ اسیری موقوف کردیا جاوے ناممکن ہے۔ مرزا اسنے اسکے جواب میں عرض کیا کہ حضور مجسٹریٹ ضلع کو ہمارے بلانے میں پولیس کی تعیناتی کی ممانعت نہ کیجیے کیونکہ وہ ہماری بہتری کے واسطے سپاہی بھیجکر ہمکو جلد بلاتے ہیں اگر ذرا دیر ہمارے آنے میں ہوتی ہے تو آپ سخت سزائے جرمانہ کا حکم صادر فرماتے ہیں۔ ایسا حراست میں آنیکی نسبت اس جرمانہ کو ہم برداشت نہیں کرسکتے۔ قصہ مختصر یہاں تک ہے یہ حال اس لیئے لکھا کہ پہلے تجویز مقدمات سشن میں یہ طریقہ عمل مرعی تھا الا اسکے بعد سے صاحب جج نے ہر ایک مقدمہ میں تاریخ مقرر کرنی شروع کردی اور وہ شکایت اسیروں کی رفع ہوئی۔

یعنی منصفی بسولی و سہسوان کے بھی اختیارات جو بریلی کے جج کے متعلق تھے وہ بھی شاہجہاں پور کو منتقل ہوجایئں۔

یہ رپورٹ گورنمنٹ سے منظور ہو گئی۔ چنانچہ اسوقت تک ضلع بدایوں کی کل دیوانی کا کام جج شاہجہاں پور کے متعلق ہے اور سشن اور مقدمات فوجداری وہ جج جو بدایوں اور بجنور کے نام سے ملقب ہیں فیصل کیا کرتے ہیں۔

اس ضلع بدایوں میں اول اول سہسوان اور اُجھیانی و بدایوں میں منصفیاں قایم ہوئیں۔ اُجھیانی کی عدالت منصفی میں قاضی کبیر الدین رئیس ساکن بدایوں منصف مقرر کیے گئے۔ سنہ ۱۸۲۰ء میں اُجھیانی کی منصفی موقوف ہوکر اُسکا کام منصف بدایوں کو منتقل ہوا لیکن بعد کو فوراً وہ اڈیشنل منصف بغرض تصفیہ مقدمات قایم کرنے کی گورنمنٹ کو ضرورت ہوئی۔ سنہ ۱۸۴۳ء میں پہلا اڈیشنل منصف اور سنہ ۱۸۴۴ء میں دوسرے اڈیشنل منصف موقوف ہوئے۔ اور اُنکی بجائے منصفی بمقام بلسی اور بمقام اسلام نگر میں قایم کی گئی۔ بلسی کی منصفی فوراً اُجھیانی کو منتقل ہوئی اور پھر بدایوں کو منتقل ہوئی۔

اب دو منصف خاص شہر بدایوں میں ایک منصف شرقی دوسرے منصف غربی کے لقب سے قایم ہیں سنہ ۱۸۴۶ء میں ایک نئی منصفی داتا گنج میں قایم ہوئی تھی جو اپریل سنہ ۱۸۸۰ء میں شکست کر دی گئی اور اختیارات کل تحصیل داتا گنج کے بابت انفصال مقدمات دیوانی منصف غربی بدایوں میں شامل کر دیئے گئے۔

اسلام نگر کی منصفی ۱۸۵۳ء میں بسولی کو منتقل ہوئی جو اب تک مقام بسولی پر قایم ہے منصفی بسولی کے متعلق کل تحصیل بسولی اور تحصیل گنور کی تھی لیکن سال حال میں بحکم گورنمنٹ مورخہ ۱۵ جولائی ۱۹۰۲ء پرگنہ اسدپور تحصیل گنور کی منصفی سہسوان کو منتقل کی گئی۔ اب ضلع بدایوں میں بحالت موجودہ چار منصفیاں ہیں۔ شرقی بدایوں جسکے اختیارات شہر خاص اور خاص پرگنہ بدایوں کے متعلق ہیں۔ اور منصفی غربی بدایوں اُن کے حدود اختیارات کل تحصیل داتا گنج اور پرگنہ اُجھیانی تحصیل بدایوں کے ہیں۔ اور منصفی بسولی میں کل تحصیل بسولی اور سوائے اسدپور کے باقی پرگنہ جات تحصیل گنور کے ہیں۔ اور منصفی سہسوان میں کل تحصیل سہسوان اور پرگنہ اسدپور تحصیل گنور۔ سابق میں صدر امین و صدر امین اعلیٰ کے نام سے دو عہدہ دار ماتحت ججوں کے رہتے تھے۔ صدر امین بدایوں میں مقرر تھے کہ جنکے اختیارات سماعت مقدمات ابتدائی ایک ہزار روپیہ تک کے تھے۔ چنانچہ مولوی صبیح الدین صاحب مرحوم عباسی صدر امین بدایوں غدر کے بعد رہے تھے۔ منصفوں کے اختیارات سماعت تین سو ۳۰۰ روپیہ تک کے تھے۔ صدر امین اعلےٰ جہاں جج ضلع رہتا تھا وہاں ایک رہتا تھا اور اختیارات لامحدود تھے۔ سنہ ۱۸۳۱ء سے یہ دونوں لقب شروع ہوئے تھے۔ پھر ۱۸۶۹ء میں بجائے صدر امین اعلےٰ کے سب جج کا لقب قایم ہوا۔ صدر امین کا لفظ دور کیا گیا۔ اب منصفوں کے اختیارات ایک ہزار تک کے علی العموم ہیں۔ ہزار سے زائد کے تعین دعوے کے مقدمات سب جج شاہجہانپور کے یہاں دائر ہوتے ہیں۔

رجسٹری اولاً دستاویزوں پر مہر قاضی و قانگو کی ہوتی تھی وہ دستاویزات

زیادہ معتبر ہوتی تھیں اسمیں اکثر بے عنوانی پائی گئی تو بموجب قانون ۱۷ سنہ ۱۸۰۳ء رجسٹرار عدالت ججی بریلی و مراد آباد کو حکم رجسٹری اس ضلع کا عطا ہوا پھر سنہ ۱۸۱۲ء میں موقوف ہوگیا۔ قاضیوں کے متعلق رجسٹری تھی اور اسی سال سنہ ۱۸۱۲ء ہندو پنڈت اور مفتی مسلمان واسطے بیوستہ جات اور فتاوے کے مقرر ہوئے بعدہٗ بموجب قانون ۲ سنہ ۱۸۳۲ء کام رجسٹری کا صدر الصدور کے متعلق کیا گیا۔ پھر بموجب قانون ۳۰ سنہ ۱۸۳۸ء کام رجسٹری کا منصفوں کے متعلق کیا گیا۔ انکو فیس رجسٹری کی ملتی تھی۔ سنہ ۱۸۶۲ء میں صدر امین بدایوں رجسٹرار مقرر ہوئے بعد ازاں سنہ ۱۸۶۴ء بموجب قانون ۱۶ سنہ ۱۸۶۴ء میں عہدہ رجسٹرار و سب رجسٹرار قایم ہوئے اور رجسٹری متعلق تحصیلداروں کے ہوئی سوائے تحصیل بدایوں کے جو صدر امین کے متعلق رہی اور رجسٹرار ضلع جج ضلع کے ہوئے۔

تحصیلداروں سے رجسٹری نکالی گئی ہر تحصیل میں علیحدہ سب رجسٹرار جزآ تنخواہ اور جزآ فیس سے مقرر کیئے گئے۔ چنانچہ اب تک اسی طور سے عملدرآمد ہے سنہ ۱۸۹۶ء تک محکمہ رجسٹری متعلق جج صاحب ضلع شاہجہانپور بحیثیت رجسٹرار ضلع کے رہا۔ اور اب کل ضلع کی رجسٹری کا محکمہ متعلق جج مراد آباد بحیثیت رجسٹرار ضلع کے ہے۔

ضلع بدایوں والوں کو نہایت درجہ تکلیف ہے یعنی رجسٹری کے کام کے واسطے اور نقول لینے کے لیئے ضلع مراد آباد جانا پڑتا ہے اور دیوانی کے واسطے ضلع شاہجہانپور اور فوجداری کی اپیل کے واسطے بعض وقت بجنور اور بعض وقت مراد آباد جہاں اڈیشنل جج مراد آباد موجود ہوں جانا ہوتا ہے اور صرف کثیر

اور سختی سفر برداشت کرنا پڑتی ہے۔ اہالیان بدایوں نے ایک میموریل صاحب لفٹننٹ گورنر بہادر صوبہ متحدہ کی خدمت میں بایں مضمون کہ ضلع بدایوں میں باعتبار کام جج وسب جج علیحدہ ہونا چاہیئے جیساکہ سابق میں تجویز ہوا تھا بھیجا گیا تھا آپ گورنمنٹ غور فرماتی ہے اور تنقیحات تعداد مقدمات ضلع بدایوں طلب ہوئے ہیں بظاہر بوجہ اخراجات زائد کے یہ امید بہت کم معلوم ہوتی ہے کہ بدایوں میں ججی علیحدہ قایم ہو اگر کچھ اور انتظام محض نظر سب ججی کیا گیا تو اس سے اہالیان بدایوں کو کچھ فائدہ نہیں ہے کیونکہ زیادہ تر انکو تکلیف مقدمات فوجداری وصیغہ رجسٹری سے ہے۔ رجسٹری کی نقول ہر ایک مقدمہ دیوانی میں درکار ہوتی ہیں اور معائنہ رجسٹروں کا کرنا ضروری ہے اور یہ تکلیف اُسوقت رفع نہیں ہوسکتی ہے جبتک کہ ایک جج بدایوں میں علیحدہ باختیار کامل مقرر نہ کیا جائے۔

ہمکو امید ہے کہ گورنمنٹ عادل بہت جلد غور فرماکر اس تکلیف کو رفع فرمائے گی ورنہ اقل درجہ صیغہ رجسٹری کو بدستور ضلع شاہجہانپور کے متعلق کرنا چاہیئے جہاں کام دیوانی بھی متعلق ہے۔

فصل ہفتم

حالات بندوبست مالگذاری ضلع

سنہ ۱۸۰۲ء سے عملداری گورنمنٹ انگلشیہ کی بدایوں میں ہوئی نواب وزیر نے جبکہ وہ قرضہ جو بمعاوضہ جنگ روہیلوں نے ایسٹ انڈیا کمپنی کو نہیں دیا بابت اُس کے

نقلے ضے پر نواب وزیر یعنی نواب سعادت علی خاں نے مطابق عہدنامہ مورخہ ۱۴۔ نومبر ۱۸۰۱ء جو لارڈ ولزلی صاحب بہادر گورنر جنرل اور نواب کے درمیان ہوا ملک روہیلکھنڈ جسمیں بدایوں بھی شامل ہے کمپنی کو تفویض کردیا اور یہ ملک مفوضہ کہلایا گیا اور کل روہیلکھنڈ میں دو ضلع مقرر ہوئے ایک بریلی اور دوسرا مراد آباد۔ بدایوں کے کل پرگنات ضلع مراد آباد کے متعلق ہوئے پھر ۱۸۰۵ء میں تغیر و تبدل اس طور پر ہوا کہ پرگنہ سہسوان و بدایوں وکوٹ واجھیانی واوسہت وسیم پور مراد آباد سے خارج ہوکر ضلع بریلی میں شامل کیئے گئے اور باقی پرگنہ۔ چوپرہ۔ اسد پور۔ ستاسی۔ بسولی۔ اسلام نگر۔ ضلع مراد آباد میں بدستور رہے بعدہٗ بموجب حکم گورنمنٹ مورخہ ۳۱۔ اکتوبر ۱۸۲۳ء ماہ فروری ۱۸۲۴ء سے یہ ضلع علیحدہ مقرر ہوا۔ اور سہسوان اسکا صدر مقام قرار پایا۔ مسٹر سوئیٹن ہم صاحب کلکٹر مقرر ہوئے۔ قانون ہفتم ۱۸۲۲ء کا عملدرآمد شروع ہوا۔ ۱۸۲۷ء میں مسٹر سوئیٹن ہم تبدیل ہوئے اور اُن کے جانشین مسٹر جے وائٹ صاحب مقرر ہوئے یہ کلکٹر اپنے ماتحتوں کے اختیار میں تھے۔ اس لیئے ضلع کی حالت ۱۸۲۷ء لغایت ۱۸۳۳ء نہایت خراب رہی۔ مئی ۱۸۳۳ء میں اُنکی معطلی کا حکم پہونچا۔ اس رنج والم سے اُنہوں نے بمقام سہسوان تپنچہ مارکر خودکشی کرلی۔ بعدہٗ مسٹر سینڈبرون صاحب کلکٹر مقرر ہوئے اس سے پہلے سات بند وبست اس ضلع کی عملداری گورمنٹ انگلشیہ میں ہوچکی تھی جیساکہ نقشہ آیندہ سے ظاہر ہوگا۔ اب مسٹر اسینڈبرون نے بموجب آئین نہم ۱۸۳۳ء بند وبست ہشتم شروع کیا۔ مسٹر برون اور مسٹر کلارک اور مسٹر لوئی بھی اس کار بند وبست میں بہ ماتحتی اُن کے کام تشخیص

جمع کا انجام دیتے تھے۔ مسٹر سینڈبرون نے پرگنہ سہسوان۔ اسلام نگر۔ بلسم پور۔ اجھیانی۔ بدایوں۔ اوسہت اور کوٹ کی جمع تشخیص کی اور اُن نے [illegible] مقرر کیئے۔ اور مسٹر کلارک نے پرگنہ رجپورہ۔ بسولی۔ ستاسی کا بند و بست کیا ہے۔ اور مسٹر لوئی نے پرگنہ اسدپور کی جمع تشخیص کی بعدہ مسٹر ٹمنس نے ترمیم بند و بست پرگنہ اسلام نگر۔ داوسہت کی فرمائی۔ جمع کل ضلع کی اس بند و بست میں اولاً [illegible] لکھ [illegible] روپیہ منظور ہوئی تھی لیکن درمیان بند و بست کے جمع ترمیم ہو کر اضافہ [illegible] کا ہوا اور کل جمع بوقت ختم بند و بست کے [illegible] لکھ [illegible] روپیہ تھی۔

بند و بست کی جمع و رقبہ کا حال اس نقشہ سے جو ہم دیتے ہیں بابت حالات بند و بست شاہی و انگریزی بخوبی معلوم ہوگا۔ صفحہ آیندہ دیکھو۔

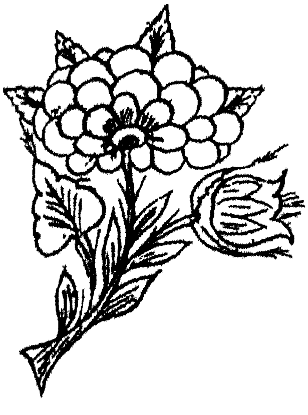

نقشہ رقبہ وجمع تشخیصہ بندوبست من ابتدائے بندوبست عہد اکبری لغایتہ بندوبست حال ۱۸۵۵ء متعلق ضلع بدایوں

نمبر	نام بندوبست	میعاد	سنہ ابتدائی	سنہ انتہائی	کمی بہ نسبت آئین اکبری	اضافہ بہ نسبت	کمی بہ نسبت	جمع	اضافہ جمع	کمی جمع	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲
	بموجب آئین اکبری بندوبست عہد اکبری	۰	۰	۰	۹۲۳۳۳	۰	۰	۳۶۸۲۰۰ خالص ۳۰۴۳۳ ۳۹۸۶۳۳	۰	۰	
۱	بندوبست اول بعہد انگریزی	سہ سال	سنہ ۱۸۰۳ء مطابق سنہ ۱۲۱۰ف	سنہ ۱۸۰۵ء مطابق سنہ ۱۲۱۲ف	۰	۰	۰	۷۴۰۴۶۱	۳۴۱۸۲۸	۰	اس بندوبست میں بوجہ قحط سالی کلکٹروں کو وصول مالگذاری میں بہت دقت ہوئی اور یہ بندوبست اُن ہی لوگوں سے کیا گیا جنھوں نے زیادہ جمع دینے کا اقرار کیا ازاں بعد فرار ہو گئے۔
۲	،، دوم	،،	سنہ ۱۸۰۶ء مطابق سنہ ۱۲۱۳ف	سنہ ۱۸۰۸ء مطابق سنہ ۱۲۱۵ف	۰	۰	۰	۷۰۹۹۱۳	۰	۳۰۵۴۸	اس بندوبست میں مالکان دیہات کے ساتھ انتظام کیا گیا اور جس نے انکار کیا تو ٹھیکہ داروں کو دیہات دلائے گئے اور جو ٹھیکہ داروں نے انکار کیا تو خام تحصیل ہوئی۔

نمبر	بیان بندوبست	میعاد	سنہ ابتدائی	سنہ انتہائی	جمع آخر سال گذشتہ	اضافہ بیرونی	کمی بیرونی	جمع	اضافہ جمع	کمی جمع	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲
۳	بندوبست سوم بعہد انگریزی	سہ سال	سنہ ۱۸۰۹ع مطابق سنہ ۱۲۱۶ف	سنہ ۱۸۱۱ع مطابق سنہ ۱۲۱۹ف	۰	۰	۰	۷۷۸۶۵۰	۶۸۷۳۷	۰	یہ بندوبست انہیں لوگوں کے ساتھ کیا گیا جنہوں نے زیادہ مالگذاری دینے کا اقرار کیا۔
۴	〃 چہارم	۵سال	سنہ ۱۸۱۲ع مطابق سنہ ۱۲۱۹ف	سنہ ۱۸۱۶ع مطابق سنہ ۱۲۲۴ف	۰	۰	۰	۹۱۳۱۹۵	۱۳۴۵۴۵	۰	
۵	〃 پنجم	〃	سنہ ۱۸۱۷ع مطابق سنہ ۱۲۲۵ف	سنہ ۱۸۳۱ع مطابق سنہ ۱۲۳۹ف	۰	۰	۰	〃	۰	۰	پندرہ برس میں تین بندوبست ہوئے اور جمع سابق بدستور رہی۔
۶	〃 ششم	〃									
۷	〃 ہفتم	〃									
۸	بندوبست ہشتم بموجب آئین نہم سنہ ۱۸۳۳ع	سی سال	سنہ ۱۸۳۳ع مطابق سنہ ۱۲۴۱ف۔	سنہ ۱۸۶۲ع مطابق سنہ ۱۲۷۰ف	۱۲۳۵۰۹	۰	۰	۹۲۸۴۷۸	۱۵۲۰۸۳	۰	بندوبست آئین نہم میں ۱۰۲۰۴۷۹ کی جمع منظور ہوئی تھی لیکن بعد کو اضافہ ہوا وقت ختم بندوبست مذکور 〃

نمبر	نام بندوبست	میعاد	سنہ ابتدائی	سنہ انتہائی	رقبہ بحساب ایکڑ	اضافہ رقبہ	کمی رقبہ	جمع	اضافہ جمع	کمی جمع	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲
											اسقدر جمع کمی جو خانہ ۹ میں دکھلائی گئی۔
۹	بندوبست نہم بموجب آئین نہم سنہ ۱۸۳۳	۳۰ سال	سنہ ۱۸۶۳ء مطابق سنہ ۱۲۷۱ ف	سنہ ۱۸۹۳ء	۱۲۸۰۹۷۱	۹۳۳۷۸		۱۰۵۶۰۷۷ خالص جمع ۱۰۱۷۰۷۶ نذرانہ ۳۹۰۰۱	۱۲۸۵۹۹		یہ وہ رقم ہے جو واقعی وصول ہوتی ہے اسکے علاوہ ۳۱۶۵۰۳ جمع فرضی ہے جو معافیات پر تحریر ہوئی تھی کل جمع معہ معافیات ۱۳۷۲۵۸۰ تجویز ہوئی تھی جمع جدید سنہ ۶ء سے وصول ہونی شروع ہوئی
۱۰	〃 دہم	〃	سنہ ۱۸۹۵ء	سنہ ۱۹۲۳ء	۱۱۹۳۸۴۱		۸۷۱۳۰	۳۴۵۸۴۵ خالص جمع ۳۲۴۴۷۰ نذرانہ ۲۱۳۷۵	۳۰۸۷۶۸ خالص جمع ۲۹۹۳۹۳ نذرانہ ۹۳۷۵		خانہ ۹ میں وہ رقم دکھلائی گئی ہے جو گورنمنٹ کو واقعی وصول ہوتی ہے علاوہ اسکے ۶۶۶۱۳ روپیہ رقم ہے جو معافیات پر فرضی مشخص ہے اور وصول نہیں کیجاتی ہے اس حساب سے کل جمع تجویز شدہ ۴۱۲۴۵۸ ہے۔
											کمی رقبہ جو خانہ ۸ میں دکھلائی گئی ہے اُسکی وجہ یہ ہے کہ اسقدر رقبہ بوجہ دریا بُرد ہوجانے دیہات طرف گنگا و رام گنگا کے دیگر اضلاع میں شامل ہوگیا۔

بندوبست نہم میں مسٹر کارمیکل صاحب نے بہت نیکنامی حاصل فرمائی یعنی تشخیص جمع کا کام نہایت مشکل تھا۔ اور مہتمم بندوبست ایک ایسے تنگ راستہ پر چلا کرتے ہیں کہ جن میں ہر دو جانب خندق عمیق ہوتی ہیں کہ اگر ذرا بھی قدم راستہ سے کسی جانب کو بیجا پڑا تو ہلاکت کا احتمال ہوتا ہے

ہماری مراد اس تحریر سے یہ ہے کہ مہتمم بندوبست کے فرائض منصبی نہایت اہم اور مشکل ہیں یعنی اگر اُنہوں نے سختی کی نگاہ سے گورمنٹ کی جانب داری پر خیال فرما کر جمع تشخیص کی تو اُس سے غریب رعایا کی ہمیشہ کے واسطے حق تلفی ہوتی ہے اور اگر نرمی کو کام فرمایا تو گورمنٹ کا نقصان۔ پس ایسی حالت میں مسٹر کارمیکل صاحب نے جادۂ اعتدال اور راستی سے قدم کو نہ بڑھایا۔ اور معقول جمع حالت موجودہ پر تجویز فرمائی۔ تاہم بعض زمینداران پر جمع سنگیں بھی اتفاقیہ مشخص ہو گئی کہ جسکی وہ ادا کے متحمل نہ ہو سکے اور اُن کی جائدادیں برباد اور نیلام ہوئیں۔ لیکن ایسے کمتر زمیندار تھے جن پر یہ اثر پڑا۔ مسٹر کارمیکل صاحب نے آئین نہم سنہ ۱۸۳۳ء کی جمع سے لکھ [illegible] روپیہ اضافہ فرمایا۔

آئین نہم سنہ ۱۸۳۳ء کی جمع بھی اس ضلع کی حالت کے لحاظ سے نرم نہ تھی بلکہ اُس سے پیشتر اوایل میں جو جمع مقرر ہوئی تھی اُسکے وصول میں کارپردازانِ گورمنٹ کو دقت اُٹھانی پڑتی تھی۔ چنانچہ بندوبست چہارم میں جبکہ لکھ [illegible] روپیہ ضلع کی جمع تشخیص ہوئی تھی بہت سے دیہات بقایائے مالگذاری کی علّت میں نیلام ہوئے۔ اور جن دیہات کا خریدار نہ ہوا وہ کلکٹر ضلع کو اپنے انتظام میں رکھنے پڑے۔ دیکھو صفحہ ۱۱ رپورٹ بندوبست ضلع بدایوں مرتبہ مسٹر کارمیکل صاحب بہادر

مطبوعہ سنہ ۱۸۷۳ء۔

مسٹر کارمیکل صاحب کے بندوبست کے اثناء میں یعنی سنہ ۶۵ء سے لغایۃ سنہ ۹۵ء بکثرت جائدادیں منتقل ہوئیں جسکا نقشہ ہم ذیل میں رپورٹ بندوبست بدایوں مرتبہ مسٹر مسٹن صاحب بہادر مطبوعہ سنہ ۱۹۰۱ء سے دینگے۔ یہ اکثر بیشی مالگذاری کا نتیجہ تھا کہ زمینداروں نے قرض مہاجنوں سے واسطے ادائے مالگذاری اور اپنے اخراجات ضروری کے پورا کرنے کے لیئے لیا اور مہاجنان سنگدل نے سود کی افزایش کرتے کرتے تھوڑے سے روپیہ کے بدلے سب جائدادیں نیلام کرالیں۔

نقشہ انتقالات آراضی ضلع بدایوں جو درمیان بندوبست نہم و دہم واقع ہوئے یعنی من ابتدائی سنہ ۱۸۶۵ء لغایۃ سنہ ۱۸۹۵ عیسوی

مدت	بذریعہ بیع						بذریعہ نیلام						کیفیت
	تعداد انتقالات	رقبہ آراضی منتقلہ	مالگذاری آراضی منتقلہ	زرثمن جو بذریعہ انتقال وصول ہوا	اوسط بحساب فی ایکڑ	پرتہ قیمت بحساب فی روپیہ مالگذاری پر	تعداد انتقالات	رقبہ آراضی منتقلہ	مالگذاری آراضی منتقلہ	زرثمن جو بذریعہ انتقال وصول ہوا	اوسط قیمت بحساب فی ایکڑ	پرتہ قیمت بحساب فی روپیہ مالگذاری پر	
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴
تیس سال ۱۸۶۵ لغایت ۱۸۹۵ء	۱۳۴۳۷	۵۵۷۵۰۳	۶۲۲۷۹۹	۷۳۶۵۰۷۳	عہ ۳ر۰	لعہ ۱۳ر۲	۳۲۱۹	۱۶۶۸۳۹	۱۹۱۲۵۵	۱۹۳۱۸۷۶	لعہ ۱۰ر۳	عہ ۲ر۵	

چنانچہ نقشہ ذیل سے یہ امر بھی ظاہر ہوگا کہ بوقت بندوبست مسٹر کارسیکل صاحب جو دیہات بقبضہ اقوام زمیندار پیشہ کے تھے وہ بندوبست حال کے وقت میں زیادہ تر ان اشخاص کے قبضہ میں پہونچ گئے تھے جو پیشہ داد و ستد کا کرتے ہیں یا اُن لوگوں کے قبضہ میں کہ جنہوں نے ملازمت سرکاری یا دیگر وسائل سے روپیہ جمع کرکے زمینداریوں کو خرید کیا۔ اب افسر بندوبست مسٹر جے۔ ایس میسٹن صاحب بہادر نے بحکم گورنمنٹ بحیثیت مہتمم بندوبست کے بندوبست فرمایا۔ اس بندوبست کے وقت عام رعایائے ضلع کے دل میں نہایت خوف اور اندیشہ تھا اور یہ عام خبر مشہور تھی کہ گورنمنٹ کا یہ خیال ہے کہ ضلع بدایوں کا بندوبست کارسیکل صاحب نے ملایم کیا تھا اس لیئے اس بندوبست میں سختی ہوگی۔ اِلّا مسٹر جے۔ ایس میسٹن صاحب بہادر نے اس حزم و ہوشیاری سے اس کام کو انجام فرمایا کہ گورنمنٹ میں بھی اُنکی نیکنامی ہوئی اور رعایائے بدایوں بھی اُن کی شکرگذار رہی کسی متنفس نے اس قسم کی شکایت نہیں کی کہ کسی پر ایسی سختی ہوئی کہ وہ ادائے مالگذاری کا متحمل نہ ہوسکے۔ صاحب بہادر کو ہم نے خود اپنی آنکھ سے دیکھا کہ کوسوں تک ہر ایک موضع میں پیدل ہر ایک کھیت پر جاتے تھے۔ اور ہر ایک کاشتکار و زمیندار سے حالات خاندانی اور اُسکی گذر اوقات و حالات آراضی و پیداوار کی نسبت دریافت کرتے تھے مجھکو بھی ایک مرتبہ اپنے ایک موضع میں صاحب بہادر کے ساتھ بوقت معائنہ جانے کا اتفاق ہوا تھا مگر میں اُنکے ساتھ پیدل گشت نہ کرسکا۔ الغرض اس ضلع کی جمع جدید بندوبست سنہ ۱۸۹۵ء میں ۱۳۶۵۸۴۵ روپیہ منظور ہوئی جو علاوہ معافی مالگذاری کے ہے

جس سے بندوبست سابق مسٹر کارمیکل صاحب ۳۰۸۷۶۰ کا اضافہ جمع جدید میں ہوا جو قریب ۲۹ فیصدی کے جمع سابق سے زیادہ ہے۔ ۱۶ روپیہ فیصدی ابواب مزید براں ہے۔ اب اس ضلع کی حالت موجودہ زمانہ میں ایسی نہیں ہے جو ادائے مالگذاری دشوار ہو۔ اگر یہی نرخ غلہ کا رہا۔ لیکن اگر کسی وقت خدا کے فضل وکرم سے ارزانی غلہ کی ہوئی یا خدانخواستہ قحط واقع ہوا تو ہم یقینی کہتے ہیں کہ گورنمنٹ عادل کو جمع مجوزہ میں تخفیف کرنی پڑے گی۔

نقشہ زمینداری ضلع بدایوں معہ تفصیل قوم وتعداد آراضی بروئے بندوبست سابق
۱۸۶۴ء وبندوبست حال ۱۸۹۵ء

نمبر شمار	زمینداروں کی ذات	بندوبست حال				بندوبست سابق		کیفیت
		رقبہ بحساب ایکڑ	تعداد حصہ داران		فیصدی قوم از منجملہ اقوام کل	رقبہ بحساب ایکڑ	فیصدی قوم وار	
			سکونت پذیر وضع	غیر سکونت پذیر				
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹
۱	ٹھاکر	۳۲۸۹۹۷	۸۰۶۳	۷۱۱۰	۲۶٫۵۳	۳۳۳۵۵۲	۳۲٫۰۸	
۲	شیخ	۲۳۹۹۴۷	۲۳۲۳	۶۲۹۳	۲۰٫۰۸	۲۲۱۰۸۳	۱۹٫۳۳	
۳	اہیر	۱۳۳۲۵	۵۲۱۶	۳۵۱۰	۱۰٫۲۳	۱۱۹۳۹۶	۹٫۹۶	
۴	بنئے	۱۱۸۰۱۶	۵۶۸	۳۳۶۹	۹٫۰۸	۶۶۲۵۰	۵٫۵۳	
۵	برہمن	۷۹۲۲۸	۳۱۶۲	۳۰۳۷	۶٫۴۳	۶۶۲۴۶	۵٫۶۱	
۶	پٹھان	۶۶۶۶۲	۳۱۹۱	۳۲۳۳	۵٫۵۸	۳۲۹۸۱	۳٫۵۱	

نمبر شمار	زمینداروں کی ذات	بندوبست حال				بندوبست سابق		کیفیت
		رقبہ بحساب ایکڑ	تعداد حصہ داران		فیصدی قوم وار منجملہ اوّل کل	رقبہ بحساب ایکڑ	فیصدی قوم وار	
			سکونت پذیر موضع	غیر سکونت پذیر				
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹
۷	کایستھ	۶۱۰۰۲	۵۵۹	۱۶۸۱	۵ر۱۷	۷۰۱۸۷	۵ر۸۵	
۸	سیّد	۴۶۴۴۸	۳۷۳	۱۹۱۹	۳ر۸۹	۴۵۲۸۵	۳ر۷۹	
۹	کھتری	۳۶۳۸۹	۲۰	۲۲۳	۳ر۰۵	۲۷۳۷۹	۲ر۲۸	
۱۰	مہاجن	۳۱۲۳۷	۲۶۳	۱۰۸۵	۲ر۶۱	۲۳۴۹۳	۱ر۹۸	
۱۱	کورمی	۱۰۵۹۴	۷۳۹	۴۷۲	ر۸۹	۱۳۰۳۰	۱ر۰۸	
۱۲	گورنمنٹ	۵۱۷۴	۰	ایک	ر۴۳	۱۳	۰	یہ وہ آراضی جو بطور نزول بقبضہ گورنمنٹ ہی اسکا کوئی زمیندار نہیں ہے
۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	
۱۳	گوشائیں	۳۶۶۷	۱۵۹	۱۱۶	ر۳۱	۴۰۱۹	ر۳۴	
۱۴	نومسلم	۳۰۶۵	۹۶	۱۱۰	ر۲۶	۶۸۶۱	ر۵۷	
۱۵	تیلی	۲۹۱۵	۱۹	۷۸	ر۲۴	۲۰۳۶	ر۱۷	
۱۶	مغل	۲۲۱۳	۴۵	۱۲۱	ر۱۹	۲۳۲۹۶	۱ر۹۴	
۱۷	جاٹ	۲۱۲۳	۳۲	۷۲	ر۱۸	۲۱۰	ر۰۲	
۱۸	گوجر	۱۹۹۹	۹۹	۴۹	ر۱۷	۱۲۱۶	ر۱۰	
۱۹	عیسائی	۱۸۰۶	۲۰	۱۱	ر۱۵	۱۲۸۹۸	۱ر۰۸	
۲۰	مراؤ	۱۲۲۳	۸۵	۸۹	ر۱۰	۶۶۹	ر۰۵	

نمبر سلسلہ	نام قوم مالکان دیہات	بندوبست حال				بندوبست سابق		کیفیت
		رقبہ بحساب ایکڑ	تعداد حصہ داران [illegible]	تعداد حصہ داران [illegible]	فیصدی بمقابلہ کل رقبہ ضلع	رقبہ بحساب ایکڑ	فیصدی کل رقبہ	
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹
۲۱	فقیر	۱۲۱۷	۴۵۶	۱۹۴	۱۰ر	۱۳۵۲	۱۱ر	
۲۲	بیراگی	۱۰۴۶	۳۵	۵۰	۰۹ر	۹۴۷	۰۸ر	
۲۳	چمار	۸۴۵	۳۸	۲۹	۰۷ر	۳۴۳	۰۳ر	
۲۴	گڈریہ	۷۸۲	۵۷	۱۵	۰۷ر	۵۰۷	۰۴ر	
۲۵	کمبوہ	۵۱۵	۵	۱۹	۰۵ر	۲۹۳	۰۲ر	
۲۶	وقف زیارات	۲۸۱۰	۰	-	۲۳ر	۳۰۲۶	۲۵ر	اس آراضی کا کوئی شخص خاص مالک نہیں ہے بلکہ واسطے صرف زیارات کے عہد شاہی سے معاف ہیں خدام یا متولی اپنے اہتمام سے آمدنی صرف کرتے ہیں اور خود بھی کھاتے ہیں۔
۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	
۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	
۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	
۲۷	متعلق مندر	۲۹۸۲	۰	۱	۲۵ر	۴۶ ایکڑ	۰	اہل ہنود کے اکثر مندر جدید طیار ہوئے انہیں لوگوں نے واسطے مصارف کے حقیت زمینداری بھی وقف کردی۔
۲۸	متفرق	۶۹۳۴	۵۹۰	۴۲۲	۵۷ر	۱۲۲۶۰	۱ر۰۲	
		۱۱۹۴۸۴۱	۲۵۵۲۵	۳۶۴۲۱	۱۰۰ر	۱۱۹۹۰۵۴	۱۰۰ر	میزان کل

اس ضلع میں کاشتکار پیشہ اشخاص زیادہ ہیں - گذشتہ مردم شماری میں فیصدی اسّی کاشتکار و مزدور تھے کل ضلع میں دو قصبہ ایسے ہیں جنکی آبادی دس ہزار سے زیادہ ہے - یعنی بدایوں جسکی آبادی بندوبست سابق سنہ ۱۲۷۲ف کی ۳۵۳۷۲ ہی اور سہسوان جسکی مردم شماری ۱۵۶۰۱ تھی - آبادی تھوڑی تھوڑی بڑہتی جاتی ہی چنانچہ مردم شماری سنہ ۱۹۰۱ء میں بدایوں خاص کی آبادی ۳۹۰۳۱ ہے اور سہسوان کی ۱۰۰۰۴ ہی - اگرچہ یہ شہر بدایوں مسلمانوں کا مشہور شہر ہے - مگر ضلع میں چھٹے حصہ سے زیادہ مسلمان نہیں ہیں - جنمیں بہت سے لوگ نومسلم ہیں - جو تحصیل سہسوان کی کھادر میں گوڑ اور گورہار کے نام سے مشہور ہیں - ہندؤوں میں چمار سب سے زیادہ ہیں - اس کے بعد تعداد اہیروں کی ہے جو کل مردم شماری ضلع میں دس فیصدی کے حساب سے ہیں - یہ اہیر لوگ تحصیل گنور کے جنگل ڈھاکہ میں زیادہ تر آباد ہیں اور چوری مویشی کے عادی ہیں - برہمنوں اور ٹھاکروں کی مردم شماری بحساب ۷ فیصدی - اور برہمن کم زراعت پیشہ ہیں - داتاگنج جنگھاری اور پرگنہ کوٹ وسولی میں بنس اور گور ٹھاکر مشہور ہیں - اور قوم جنگھاری سے بڑھکر کوئی حالت تنزل میں نہیں ہے - بندوبست سابق میں ۶۰ فیصدی مع کاشتکاران ساقط الملکیت کے موروثی تھے اور ۲۱ فیصدی غیر موروثی ہیں ٹھاکروں کی زمینداری میں کمی ہوئی وقت بندوبست گذشتہ کے بحساب ۱۲۳۶ تھے اور اب بندوبست حال میں ۲۷،۶ فیصدی تھی - کوٹ اور ستاسی کے ٹھاکر خانہ جنگی وغیرہ میں برباد ہوئے - صرف جھنگارہ خاندان اچھے حال میں رہا - ٹھاکروں کی زمینداری نکلکر بنیوں اور کھتریوں کے پاس خاصکر راجہ کشن کمار

کے پاس گئی۔ ممتاز زمیندار زائد تر اس ضلع میں مسلمان ہیں بندوبست سابق سے مسلمان زمینداروں کی تعداد اسوقت بظاہر ترقی پذیر معلوم ہوتی ہے لیکن یہ حالت اطمنان بخش نہیں ہے کیونکہ جو مسلمان مقروض ہیں اُن کی جائدادیں یقیناً آج نہیں تو کل سود خوار قرضخواہوں کے قبضہ مین پہونچ جائینگی۔

اہیروں نے کچھ ترقی کی خاص گھوسی کی تحصیل میں اہیروں کے ۱۱ر۳۰ فیصدی ہے کل ضلع میں انکے قبضہ میں زمینداری پچھلے بندوبست میں فیصدی ۱۰ کے حساب سے تھی کالیستھ اور برہمن اُسی حالت میں ہیں جو مسٹر کاربیکل کے وقت میں تھے۔

آئندہ گورنمنٹ کے غور کرنے کی بات ہے کہ جن ٹھاکروں کے زمینداری نہیں رہی ہے اُن کا انجام کیا ہوگا۔ اس مقام پر ہم ایک نقشہ رپورٹ بندوبست حال نقل کرتے ہیں جس سے یہ دریافت ہو سکتا ہے کہ کسقدر رقبہ مربع ہر ایک تحصیل میں بوقت بندوبست حال کسقدر مردم شماری تھی۔

نقشہ بابت رقبہ و مردم شماری ضلع بدایوں مطابق رپورٹ مسٹر مسٹن صاحب بہادر سنہ ۱۸۹۵ء

نام تحصیل	رقبہ بحساب میل مربع			مردم شماری سنہ ۱۸۹۱ء	اوسط مردم شماری بحساب آبادی فی میل مربع
	کل رقبہ	مزروعہ	اوسط فیصدی مزروعہ کل رقبہ پر		
گنور	۳۱۷٫۱	۱۹۷٫۰	۶۲	۱۳۸۵۲۲	۴۳۷
بسولی	۳۶۰٫۵	۳۰۲٫۱	۸۴	۱۹۷۳۰۶	۵۴۷
سہسوان	۳۹۲٫۴	۲۶۱٫۶	۶۷	۱۵۴۷۰۵	۳۹۵
داتاگنج	۳۷۶٫۹	۲۵۶٫۸	۶۸	۱۸۹۳۷۸	۵۰۲
بدایوں	۴۲۰٫۰	۲۸۳٫۶	۶۸	۲۲۴۱۸۲	۵۳۴
میزان کل ضلع	۱۸۶۶٫۹	۱۳۰۱٫۱	۷۰	۹۰۴۰۹۳	۴۸۴

فصل نہم

مردم شماری ضلع بدایوں معہ تفصیل اقوام باعتبار مذہب وپیشہ وعمر وغیرہ

اب ہم مردم شماری ضلع ہذا کی ابتدا سے سنہ ۱۸۵۳ء لغایت سنہ ۱۹۰۱ء جس جس سال میں بعہد گورنمنٹ انگلشیہ ہوئی ہے اس مقام پر درج کرتے ہیں اور جہاں تک ممکن ہوگا اُن کے مذاہب اور پیشہ معہ تفصیل قوم اور عمر وغیرہ کے جس جس مردم شماری میں ہمکو کاغذات منظورشدہ گورنمنٹ سے حالات دریافت ہوئے ہیں وہ لکھیں گے اور نقشہ علیحدہ تفصیل وار درج کیئے جائیں گے۔ جس سے ناظرین کو یہ بات معلوم ہوگی کہ کسوقت کسقدر مردم شماری اس ضلع کی تھی اور اقوام میں کیا کمی بیشی ہوئی اور کونسی قوم کی زمینداری تھی اور ہے اور پیشہ ور لوگ کس تعداد سے اس ضلع میں آباد ہیں اور خوانہ اور ناخوانہ کسقدر ہیں۔

نقشہ نمبر ۱ کل مردم شماری ضلع بدایوں سن ابتدا سے سنہ ۱۸۵۳ء لغایتہ سنہ ۱۹۰۱ء

سنہ عیسوی	مرد	عورت	میزان کل	اوسط مردم شماری فی میل مربع	بیشی	کمی	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸
سنہ ۱۸۵۳ء	۰		۸۴۵۸۶۸	۳۲۲	۰		اس سال سے مردم شماری باضابطہ سرکار سے

سنہ عیسوی	مرد	عورات	میزان کل	تعداد مواضعات جن کی آبادی شامل ہے	بیشی	کمی	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸
							شروع ہوئی اس سے سابق مردم شماری بصحت معلوم نہیں
سنہ ۱۸۶۵ء			۸۸۹۸۱۰	۴۵۱	۴۳۹۴۲		اس سال دوبارہ مردم شماری ہوئی اور تعداد میں اضافہ ہوا۔
سنہ ۱۸۷۲ء	۵۰۳۸۴۳	۴۳۰۸۲۷	۹۳۴۶۷۰	۴۶۶	۴۴۸۶۰		اس سال تیسری مردم شماری ہوئی چونکہ زمانہ بندوبست تھا لہذا مع تعداد مرد و زن مندرج ہوئی۔
سنہ ۱۸۸۱ء	۴۸۷۳۵۱	۴۱۹۱۰۰	۹۰۶۴۵۱	۴۵۳		مرد ۱۶۴۹۲ عورت ۱۱۷۲۷ میزان ۲۸۲۱۹	بوجہ قحط سالی سنہ ۷۷ء کے اس ضلع میں بکثرت غربا فوت ہوئے اس لیئے بیشی کے کمی واقع ہوئی
سنہ ۱۸۹۱ء	۴۹۸۳۴۹	۴۲۷۶۲۳	۹۲۵۹۸۲	۴۵۹	مرد ۱۰۹۹۸ عورت ۸۵۲۳ میزان ۱۹۵۲۱		اس سال مردم شماری پانچویں مرتبہ ہوئی

سنہ عیسوی	مرد	عورات	میزان کل	اوسط تعداد فی میل مربع	بیشی	کمی	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸
							اور ان میں بیشی ہو کر پچھلی کمی کا نعم البدل ہوگیا۔
سنہ ۱۹۰۱ء	۵۵۳۱۲۰	۴۷۶۴۳۳	۱۰۲۹۵۵۳	۵۱۵	۵۴۷۷۱ مرد ۴۵۰۰۰ عورت ۹۹۷۷۱ میزان		یہ سال بیشی مردم شماری کا ہے کہ جو تاریخ سنہ ۱۹۰۱ء میں ہوئی اس دہ سالہ میں بوجہ نہ ہونے آفات ارضی و سماوی کے اضافہ معقول ہوا۔

نقشہ آبادی تحصیل وار ضلع بدایوں باعتبار مذہب و عمر و خواندہ و ناخواندہ بابت مردم شماری سنہ ۱۹۰۱ عیسوی

نام تحصیل	مذہب	دس سالہ عمر تک				دس سالہ سے پندرہ تک				پندرہ سے بیس تک				زائد بیس سے				میزان الکل			کیفیت
		خواندہ		ناخواندہ		خواندہ		ناخواندہ		خواندہ		ناخواندہ		خواندہ		ناخواندہ		مرد	عورت	میزان الکل	
		مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت				
بدایوں	ہندو	۱۸۶	۲۹	۲۱۵۹۶	۲۲۷۳۰	۴۴۲	۳۳	۱۱۳۴۶	۸۳۰۹	۴۷۴	۳۸	۷۴۵۹	۵۸۴۱	۳۶۵۷	۱۵۷	۵۱۲۵۴	۴۵۹۰۱	۹۸۲۹۵	۸۳۰۳۶	۱۸۱۳۴۱	
″	مسلمان	۱۳۶	۹	۷۵۰۱	۷۴۱۳	۳۴۲	۲۳	۳۴۹۰	۲۸۴۳	۲۹۵	۲۱	۲۲۷۶	۲۲۹۳	۱۵۴۶	۷۵	۱۲۵۴۱	۱۴۱۴۱	۳۰۱۵۰	۲۸۸۳۵	۵۸۹۹۳	
″	دیگر قوم	۲۶	۱۱	۳۲۲	۳۹۳	۵۱	۲۰	۱۵۵	۱۴۴	۵۱	۲۲	۱۰۱	۸۹	۲۰۳	۶۹	۵۲۸	۵۹۱	۱۲۴۰	۱۳۴۶	۲۷۸۶	
میزان الکل		۳۵۸	۴۹	۲۹۴۱۹	۳۰۵۳۶	۸۳۵	۷۶	۱۴۹۹۱	۱۱۲۹۶	۸۲۰	۸۱	۹۸۳۶	۸۲۲۳	۵۴۰۶	۳۰۱	۶۴۳۲۳	۶۰۶۳۳	۱۲۹۶۸۵	۱۱۳۲۱۷	۲۴۳۱۲۰	
بسولی	ہندو	۷۳	۶	۲۳۳۹۸	۲۲۷۳۹	۲۳۷	۱۰	۱۱۳۲۳	۷۷۳۹	۲۴۳	۱۱	۸۲۴۸	۵۵۶۹	۱۵۱۵	۵۷	۵۱۳۷۷	۴۷۵۳۹	۹۴۲۱۳	۸۳۸۸۰	۱۸۰۰۹۳	

نام تحصیل	مذہب	دس سالہ عمر تک				دس سالہ پندرہ تک				پندرہ سے بیس تک				زائد بیس				میزان کل			کیفیت
		خواندہ		ناخواندہ		خواندہ		ناخواندہ		خواندہ		ناخواندہ		خواندہ		ناخواندہ		مرد	عورت	میزان کل	
		مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت				
بسولی	مسلمان		۲	۳۹۳۹	۳۸۶۴	۳۰	۳	۱۸۹۸	۱۳۹۸	۲۰	۶	۱۲۷۵	۱۰۲۳	۱۳۲	۱۰	۸۴۳۰	۷۳۸۳	۱۵۷۳۴	۱۳۶۸۹	۲۹۴۲۳	
	دیگر قوم	۳	۴	۲۶۷	۲۵۲	۱۳	۶	۱۰۹	۷۱	۱۵	۶	۸۱	۷۷	۱۲۳	۱۳	۴۷۲	۴۷۸	۱۰۸۳	۹۰۷	۱۹۹۰	
میزان		۷۶	۱۲	۲۷۶۱۳	۲۶۸۶۵	۲۸۰	۱۹	۱۳۳۳۰	۹۳۰۸	۲۷۸	۲۳	۹۶۰۴	۶۶۴۹	۱۷۷۰	۸۰	۶۰۷۶۹	۵۵۳۴	۱۱۳۳۳۱	۹۸۲۷۶	۲۱۱۵۰۷	
داتاگنج	ہندو	۶۷	۱۱	۲۳۸۷۳	۲۲۵۵۱	۳۱۰	۱۹	۱۱۵۴۸	۷۲۳۱	۲۸۰	۲۰	۷۳۹۷	۵۵۹۶	۱۵۶۶	۷۵	۵۶۸۹۱	۵۰۰۲۶	۱۰۱۹۵۲	۸۵۵۲۹	۱۸۷۴۸۱	
	مسلمان	۴	۲	۳۷۴۷	۳۲۸۴	۱۴	۰	۱۴۰۷	۱۲۴۸	۳۱	۰	۱۰۸۲	۹۳۱	۲۴۹	۱۳	۷۳۳۰	۶۶۹۱	۱۳۸۶۴	۱۲۱۶۹	۲۶۰۳۳	

نام تحصیل	مذہب	دس سالہ عمر تک				دس سالہ پندرہ تک				پندرہ سے بیس تک				زاید بیس سے				میزان کل			کیفیت
		خواندہ		ناخواندہ		خواندہ		ناخواندہ		خواندہ		ناخواندہ		خواندہ		ناخواندہ		مرد	عورت	میزان کل	
		مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت				
	دیگر قوم	۱۰	۷	۲۰۰	۲۰۸	۳۰	۵	۸۹	۶۸	۷	۷	۵۶	۶۴	۹۶	۱۱	۴۱۲	۴۱۲	۸۹۰	۷۸۲	۱۶۷۲	
میزان کل		۹۱	۳۰	۲۴۵۲	۲۳۲۳	۳۲۲	۲۴	۳۳۴۲	۸۵۴۷	۳۱۸	۲۷	۸۵۳۵	۶۵۹۱	۱۹۱۱	۹۹	۶۴۴۴۳	۵۷۱۲۹	۱۱۶۷۰۲	۹۸۲۸۰	۲۱۵۱۴۳	
جسوان	ہندو	۴۴	۷	۲۱۳۵۴	۱۹۹۹۴	۱۴۶	۵	۹۵۴۱	۴۳۰۸	۱۸۴	۱۵	۷۰۷۷	۵۰۲۹	۱۶۲۹	۵۸	۳۵۵۸۵	۳۹۴۷۰	۸۵۶۸۴	۵۱۲۵۸	۱۳۶۹۴۲	
۰	مسلمان	۱۴	۱	۴۹۱۸	۴۵۰۷	۵۶	۳	۲۲۶۳	۱۵۹۹	۵۶	۱	۱۳۳۷	۱۱۹۴	۳۵۱	۲۰	۹۱۸۴	۹۳۰۷	۱۸۲۹۳	۱۶۶۳۱	۳۴۹۲۴	
ـ	دیگر قوم	۱۰	۲	۲۲۲	۲۲۶	۲۱	۳	۷۰	۶۳	۱۸	۵	۵۵	۵۰	۱۳۰	۱۲	۴۱۳	۳۸۷	۹۴۶	۷۵۶	۱۷۰۲	

نام تحصیل	مذہب	دس سالہ عمر تک				دس سالہ پندرہ تک				پندرہ سے بیس تک				زائد بیس سے				میزانکل			کیفیت
		خواندہ		ناخواندہ		خواندہ		ناخواندہ		خواندہ		ناخواندہ		خواندہ		ناخواندہ		مرد	عورت	میزانکل	
		مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت				
میزانکل		۷۰	۱۰	۲۴۵۹۹	۲۲۷۳۴	۲۴۴	۱۰	۱۱۸۸۱	۸۱۳۰	۲۵۸	۲۱	۸۵۷۹	۶۲۷۹	۲۱۱۰	۹۰	۵۵۱۴۴	۴۹۲۳۴	۱۰۴۹۲۳	۸۸۷۰۵	۱۹۳۶۲۸	
گنور	ہندو	۷	۸	۲۰۲۹۷	۱۷۸۰۰	۸۵	۱۲	۸۸۴۹	۶۲۷۴	۱۱۲	۱۲	۶۰۹۰	۴۳۷۲	۹۱۸	۳۸	۴۹۵۷	۳۶۱۸۸				
〃	مسلمان	۵	۵	۲۳۶۹	۲۳۳۴	۲۱	۹	۱۱۲۳	۸۷۲	۳۱	۴	۷۴۹	۵۸۸	۲۶۹	۱۳	۵۴۳۴	۴۷۱۶				
	دیگر قوم	۱	۱	۲۳۲	۱۷۵	۸	۱	۱۰۴	۷۶	۱۲	۳	۷۴	۵۵	۹۲	۴	۳۰	۳۸۶				
میزانکل		۱۳	۱۴	۲۲۹۹۸	۲۰۳۰۶	۱۱۴	۲۲	۱۰۰۹۶	۷۲۲۲	۱۵۵	۱۹	۶۹۱۳	۵۰۱۵	۱۲۷۹	۵۵	۴۶۷۸۰	۴۱۲۹۰				

نام تحصیل	مذہب	دس سالہ عمر تک				دس سالہ پندرہ تک				پندرہ سے بیس تک				زائد بیس سے				میزان الکل			کیفیت
		خوانندہ		ناخوانندہ		خوانندہ		ناخوانندہ		خوانندہ		ناخوانندہ		خوانندہ		ناخوانندہ		مرد	عورت	میزان الکل	
		مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت				
میزان کل ضلع	ہندو	۳۷۷	۶۱	۱۱۳۶۲۳	۱۰۸۴۴۳	۱۲۳۱	۷۹	۵۱۴۴۷	۳۶۰۳۴	۱۲۹۳	۹۶	۳۶۲۷۱	۲۶۴۰۷	۸۲۸۵	۲۸۵	۲۴۳۳۶۴	۲۱۹۳۹۴				
	مسلمان	۱۴۱	۱۹	۲۲۳۳۴	۲۱۳۹۹	۴۶۳	۳۷	۱۰۴۸۱	۷۹۵۸	۴۳۳	۳۲	۶۸۲۹	۶۰۲۹	۲۵۴۷	۱۳۱	۴۳۹۵۰	۴۳۲۵۰				
	دیگر قوم	۵۰	۲۹	۱۱۲۲۳	۱۱۵۴۴	۱۱۳	۴۳	۵۳۳	۴۲۲	۱۰۳	۴۵	۳۶۷	۳۴۱	۶۴۷	۱۰۸	۲۲۳۵	۲۲۵۴				
	میزان الکل ضلع	۵۹۸	۱۰۵	۱۳۶۱۴۹	۱۲۸۴۸۹	۱۶۱۷	۱۵۹	۴۳۵۶۲	۴۴۴۰۰	۱۸۲۹	۱۷۳	۴۳۴۶۷	۳۲۷۷۷	۱۱۴۷۹	۶۲۴	۲۹۳۲۱۹	۲۶۵۹۰۴	میزان تمام ضلع کی ۱۰۲۵۷۵۲ ہے			

نقشہ نمبر ۳ مردم شماری تحصیل وار ضلع بدایوں بابت سال ۱۹۰۱ء

نمبر شمار	نام تحصیل	ہندو			مسلمان			دیگر اقوام			کل آبادی		
		مرد	عورت	میزان	مرد	عورت	میزان	مرد	عورت	میزان	مرد	عورت	میزان
۱	بدایوں	۹۸۳۱۵	۸۳۰۴۶	۱۸۱۳۶۱	۳۰۱۵۷	۲۸۸۳۵	۵۸۹۹۲	۱۴۴۰	۱۳۴۸	۲۷۸۸	۱۲۹۹۱۲	۱۱۳۲۲۹	۲۴۳۱۴۱
۲	بسولی	۹۶۴۱۴	۸۳۶۸۰	۱۸۰۰۹۴	۱۵۷۳۴	۱۳۶۸۹	۲۹۴۲۳	۱۰۸۳	۹۰۷	۱۹۹۰	۱۱۳۲۳۱	۹۸۲۷۶	۲۱۱۵۰۷
۳	داتا گنج	۱۰۱۹۹۲	۸۵۵۲۹	۱۸۷۴۸۱	۱۳۸۶۴	۱۲۱۶۹	۲۶۰۳۳	۸۹۰	۷۸۲	۱۶۷۲	۱۱۶۷۰۶	۹۸۴۸۰	۲۱۵۱۸۶
۴	سہسوان	۸۵۶۸۴	۷۱۳۱۸	۱۵۷۰۰۲	۱۸۲۹۳	۱۶۶۳۱	۳۴۹۲۴	۹۴۶	۷۵۶	۱۷۰۲	۱۰۴۹۲۳	۸۸۷۰۵	۱۹۳۶۲۸
۵	گنور	۷۷۳۳۵	۶۴۷۰۴	۱۴۲۰۳۹	۱۰۱۱۰	۸۵۳۸	۱۸۶۴۸	۹۰۳	۷۰۱	۱۶۰۴	۸۸۳۴۸	۷۳۹۴۳	۱۶۲۲۹۱
۶	میزان کل	۴۵۹۷۰۰	۳۸۸۲۷۷	۸۴۷۹۷۷	۸۸۱۵۸	۷۹۸۶۲	۱۶۸۰۲۰	۵۲۶۲	۴۴۹۴	۹۷۵۶	۵۵۳۱۲۰	۴۷۲۶۳۳	۱۰۲۵۷۵۳

نقشہ نمبر ۴ مردم شماری قصبہ جات جنمیں قواعد میونسپلٹی جاری ہیں معہ تفصیل مذہب بابت مردم شماری سنہ ۱۹۰۱ عیسوی

نمبر شمار	نام میونسپلٹی	ہندو			مسلمان			جین			عیسائی			دیگر			میزان کل			کیفیت
		مرد	عورت	میزان	مرد	عورت	میزان	مرد	عورت	میزان	مرد	عورت	میزان	مرد	عورت	میزان	مرد	عورت	میزان	
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱
۱	بدایوں	۸۶۲۱	۷۴۱۲	۱۶۰۳۳	۱۰۶۶۳	۱۱۳۳۲	۲۱۹۹۵	۰	۰	۰	۲۰۰	۲۰۸	۴۰۸	۲۸۴	۳۱۱	۵۹۵	۱۹۷۶۸	۱۹۲۶۳	۳۹۰۳۱	کل ضلع بدایوں میں خانہ نمبر ۱۷ میں آریہ ۵۷۹ سکھ ۱۶
۲	سہسوان	۴۳۹۴	۳۶۷۳	۸۰۶۷	۴۷۴۳	۴۹۶۳	۹۷۰۶	۰	۰	۰	۶۴	۵۸	۱۲۲	۶۳	۴۶	۱۰۹	۹۲۶۴	۸۷۴۰	۱۸۰۰۴	اور خانہ نمبر ۱۵ میں آریہ ۵۵ سکھ ۸ و خانہ نمبر ۱۶ میں آریہ ۳۸ سکھ ۸ شامل ہیں۔
۳	اُجھیانی	۲۷۲۴	۲۳۶۶	۵۰۹۰	۱۴۰۸	۱۳۱۸	۲۷۲۶	۰	۳	۳	۲۳	۲۱	۴۴	۲۷	۲۷	۵۴	۴۱۸۲	۳۷۳۵	۷۹۱۷	

نمبر شمار		۱	۳	میزان کل ہر چہار میونسپلٹی
نام میونسپلٹی		۲	بمبئی	
ہندو	مرد	۳	۲۴۱۷	۱۸۱۵۶
	عورت	۴	۲۱۰۴	۱۵۵۵۵
	میزان	۵	۴۵۲۱	۳۳۷۱۱
مسلمان	مرد	۶	۶۳۴	۱۷۴۴۸
	عورت	۷	۵۵۸	۱۸۱۷۱
	میزان	۸	۱۱۹۲	۳۵۶۱۹
جین	مرد	۹	۸۸	۸۸
	عورت	۱۰	۷۰	۷۳
	میزان	۱۱	۱۵۸	۱۶۱
عیسائی	مرد	۱۲	۴۰	۳۲۷
	عورت	۱۳	۴۸	۳۳۵
	میزان	۱۴	۸۸	۶۶۲
دیگر	مرد	۱۵	۴۳	۴۱۷
	عورت	۱۶	۳۳	۴۱۷
	میزان	۱۷	۷۶	۸۳۴
میزان کل	مرد	۱۸	۳۲۲۲	۳۶۴۳۶
	عورت	۱۹	۲۸۱۳	۳۴۵۵۱
	میزان	۲۰	۶۰۳۵	۷۰۹۸۷
کیفیت		۲۱		

نقشہ اقوام ہنود بابت مردم شماری سنہ ۱۹۰۱ء

نمبر شمار	نمبر گروہ	ذات		مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۱	۰	اہیر	۰	۷۸۱۷۸	۶۵۷۲۷	۱۴۳۹۰۵
۲	۰	اہیر	۰	۱۶۳۲	۱۱۸۴	۲۸۱۶
۳	۰	آرکہ	۰	۲	۷	۹
۴	۰	بادکر	۰	۷۳	۴۶	۱۱۹
۵	۰	بہلیا	۰	۹۵۲	۷۷۴	۱۷۲۶
۶	۰	بنجان	۰	۲۱	۲۵	۴۶
۷	۰	بڑہی	۰	۹۳۱۸	۷۸۷۴	۱۷۱۹۲
۸	۰	باری	۰	۳۰۹	۲۲۰	۵۲۹
۹	۰	بیلدار	۰	۶۷	۳۵	۱۰۲
۱۰	۰	بنگالی	۰	۱۶	۱۳	۲۹
۱۱	۰	بھگت	۰	۱۸	۹	۲۷
۱۲	۰	بھنگی	۰	۷۶۰۳	۶۵۱۳	۱۳۱۱۶
۱۳	۰	بھانتو	۰	۱۰	۰	۱۰
۱۴	۰	بھڑجی	۰	۳۹۹۷	۳۴۵۶	۷۴۵۳
۱۵	۰	بھاٹ	۰	۱۱۳۸	۸۳۳	۱۹۷۱

نمبر	نمبرجات	ذات		مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۱۶	۰	برہمن	۰	۳۳۹۴۶	۲۶۹۹۲	۶۰۹۳۸
۱۷	۰	پنکھیا	۰	۳۹	۲۰	۵۹
۱۸	۰	پاسی	۰	۵۶۸۷	۴۶۱۶	۱۰۳۰۳
۱۹	۰	پتریا	۰	۱	۱	۲
۲۰	۰	پٹوا	۰	۸۰۸	۵۹۳	۱۴۰۱
۲۱	۰	بھکا	۰	۱۹	۱۲	۳۱
۲۲	۰	تمولی	۰	۴۰۱	۲۹۶	۶۹۷
۲۳	۰	تیلی	۰	۷۱۵۷	۶۰۲۰	۱۳۱۷۷
۲۴	۰	ٹھٹھیرا	۰	۳۸	۳۲	۷۰
۲۵	۰	جاٹ	۰	۲۷۱۲	۲۱۵۴	۴۸۶۶
۲۶	۰	جوشی	۰	۷۴۳	۶۰۰	۱۳۴۳
۲۷	۰	چمار	۰	۷۰۱۶۰	۶۳۸۴۶	۱۳۴۰۰۶
۲۸	۰	چھیپی	۰	۲۵۱	۱۷۵	۴۲۶
۲۹	۰	حلوائی	۰	۴۹	۵۰	۹۹
۳۰	۰	درزی	۰	۱۷۲۰	۱۳۷۶	۳۰۹۶
۳۱	۰	دھانک	۰	۷۰۹	۵۳۷	۱۲۴۶
۳۲	۰	ڈھاری	۰	۱		۱

نمبر جاتی	نمبر ذات	ذات		مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۳۳	۰	دھوبی	۰	۷۶۸۵	۶۴۸۴	۱۴۱۶۹
۳۴	۰	دوساز	۰	۴۴	۲۰	۶۴
۳۵	۰	راج	۰	۳۹	۲۸	۶۷
۳۶	۰	راجپوت	۰	۰	۰	۰
	۱	۰	ایٹھا	۱	۰	۱
	۲	۰	باچھل	۱۴۱۰	۱۳۱۰	۲۷۲۰
	۳	۰	بیس	۳۴۲۲	۲۷۲۱	۶۱۴۳
	۴	۰	بڑگوجر	۱۶۶۸	۱۲۲۰	۲۸۸۸
	۵	۰	بھدوریا	۴۷۷	۳۸۳	۸۶۰
	۶	۰	بھاٹی	۵۸	۸	۶۶
	۷	۰	بسن	۴۵	۲۵	۷۰
	۸	۰	بندیلہ	۰	۱	۱
۳۶	۹	رجپوت	چھرگوہ	۳۳	۲	۳۵
〃	۱۰	〃	چندیل	۹۰۴	۸۰۶	۱۷۱۰
〃	۱۱	〃	چوہان	۳۷۱۶	۲۷۸۳	۶۴۹۹
〃	۱۲	〃	دھکڑا	۸۳	۱۶	۹۹
〃	۱۳	〃	گہلوٹ	۲۱۹	۱۵۰	۳۶۹

نمبر سلسلہ	نمبر [illegible]	ذات		مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۳۶	۱۴	راجپوت	گہروار	۱۶	۰	۱۶
〃	۱۵	〃	گور	۲۸۷۹	۲۳۷۲	۵۲۵۱
〃	۱۶	〃	گوتم	۲۰۳۲	۱۶۸۲	۳۷۱۴
〃	۱۷	〃	بیادون	۲۹۴	۱۹۷	۴۹۱
〃	۱۸	〃	جدونسی	۱۲	۲	۱۴
〃	۱۹	〃	جیسوار	۲۸۹	۲۳۶	۵۲۵
〃	۲۰	〃	کچھواہا	۱۶۵	۱۰۹	۲۷۴
〃	۲۱	〃	کل ہنس	۰	۱	۱
〃	۲۲	〃	کٹھریا	۲۵۹۰	۱۸۹۹	۴۴۸۹
〃	۲۳	〃	نکومبیا	۷۴	۵۹	۱۳۳
〃	۲۴	〃	پنوار	۵۳۴	۳۲۸	۸۶۲
〃	۲۵	〃	پرہار	۷	۱۰	۱۷
〃	۲۶	〃	پنڈیر	۱۳	۱۱	۲۴
〃	۲۷	〃	رگھوبنسی	۲۰۳	۱۴۴	۳۴۷
〃	۲۸	〃	ریکوار	۳۵۴	۲۸۲	۶۳۶
〃	۲۹	〃	راجکوار	۸۲۳	۶۸۰	۱۵۰۳
〃	۳۰	〃	رٹھور	۱۲۹۵	۱۱۱۲	۲۴۰۷

نمبر سلسلہ	نمبر ذات	ذات		مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۳۶	۳۱	رجپوت	سنگار	۳	۴	۷
〃	۳۲	〃	سکروار	۲۹	۳۵	۱۰۴
〃	۳۳	〃	شلنکی	۸۴۱	۷۱۰	۱۵۵۱
〃	۳۴	〃	سوم بنسی	۲۳۵	۱۸۰	۴۱۵
〃	۳۵	〃	سورج بنسی	۰	۲	۲
〃	۳۶	〃	تومر	۱۸۸۴	۱۴۳۹	۳۳۲۳
〃	۳۷	〃	دیگر	۸۳۰۶	۶۴۹۸	۱۴۸۰۴
میزان کل				۳۴۹۵۴	۲۷۴۱۷	۶۲۳۷۱
۳۷	۰	سنار	۰	۳۶۱۶	۳۰۰۰	۶۶۱۶
۳۸	۰	صیقل گر	۰	۱۸۳	۱۴۲	۳۲۵
۳۹	۰	فقیر	۰	۳۴۵۱	۲۸۰۲	۶۲۵۳
۴۰	۰	کاچھی	۰	۲۷۹۷	۲۱۰۸	۴۹۰۵
۴۱	۰	کرتھیرا	۰	۱۷۷۷	۱۴۲۵	۳۲۰۲
۴۲	۰	کہار	۰	۲۵۳۷۱	۲۱۵۷۲	۴۶۹۴۳
۴۳	۰	کلوار	۰	۹۶۷	۸۶۶	۱۸۳۳
۴۴	۰	کنجر	۰	۳۵۹	۳۱۴	۶۷۳

نمبر شمار	[illegible]	ذات		مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۴۵	۰	کایستھ	۰	۵۵۶۸	۴۹۱۸	۱۰۴۸۶
۴۶	۰	کھاگی	۰	۵۳۴۱	۴۴۰۷	۹۷۴۸
۴۷	۰	کھٹک	۰	۲۵۳۶	۲۰۲۸	۴۵۶۴
۴۸	۰	کھتری	۰	۲۴۷	۱۹۳	۴۴۰
۴۹	۰	کسان	۰	۱۴۶۹۱	۱۲۲۹۹	۲۶۹۹۰
۵۰	۰	گدڑیہ	۰	۱۴۵۵۵	۱۳۴۹۴	۲۸۰۴۹
۵۱	۰	گوجر	۰	۱۸۲۵	۱۳۸۲	۳۲۰۷
۵۲	۰	لودھا	۰	۴۷۱۶	۳۸۲۷	۸۵۴۳
۵۳	۰	لوہار	۰	۱۸۱۹	۱۴۲۳	۳۲۴۲
۵۴	۰	لونیا	۰	۱۴۴۷	۱۲۷۷	۲۷۲۴
۵۵	۰	مہابرہمن	۰	۴۷	۳۳	۸۰
۵۶	۰	مالی	۰	۱۳۸۰	۱۰۴۳	۲۴۲۳
۵۷	۰	ملّاح	۰	۲۰۹	۱۶۵	۳۷۴
۵۸	۰	منہار	۰	۱۹۱	۱۳۵	۳۲۶
۵۹	۰	میو	۰	۴۱۸	۴۶۶	۸۸۴
۶۰	۰	موچی	۰	۳۲۰	۲۶۵	۵۸۵
۶۱	۰	مراؤ	۰	۴۶۰۴۹	۳۹۹۰۱	۸۵۹۵۰

نمبر	نمبر (ت)	ذات		مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۶۲	۰	نائی	۰	۸۳۲۲	۶۸۰۹	۱۵۱۳۱
۶۳	۰	نٹ	۰	۱۸۱۱	۱۴۹۹	۳۳۱۰
۶۴	۰	دیش	۰	۰	۰	۰
〃	۱	〃	اگروال	۱۴۰۹	۱۰۷۲	۲۴۸۱
〃	۲	〃	بارہ سینی	۲۸۲۶	۲۴۴۴	۵۲۷۰
〃	۳	〃	برنوال	۱۵۲	۱۱۵	۲۶۷
〃	۴	〃	کھوئی	۳۵	۱۳	۴۸
〃	۵	〃	کسوندن	۲۰۱	۱۴۴	۳۴۵
〃	۶	〃	کھنڈیول	۲۹	۹	۳۸
〃	۷	〃	مہیسری	۴۱۷	۲۷۳	۶۹۰
〃	۸	〃	رستوگی	۵۵۹	۴۸۷	۱۰۴۶
〃	۹	〃	اُمار	۳۹۳	۳۰۸	۷۰۱
	۱۰		کوارتنی وغیرہ	۱۲۴۳۵	۹۹۶۴	۲۲۳۹۹
میزان ویش				۱۸۴۵۶	۱۴۸۳۲	۳۳۲۸۸
۶۵ بلا تصریح				۲۸۴	۲۱۳	۴۹۷
میزان کل اہل ہنود				۴۶۰۰۹۰	۳۸۸۶۴۷	۸۴۸۷۳۷

سنہ ۱۸۹۱ء میں ۷۹۴۵۳۲ مردم شماری مرد و عورت اہل ہنود کی تھی اب سنہ ۱۹۰۱ء میں ۸۴۸۷۳۷ ہنود و ۲۸۸۰ آریہ جملہ ۸۵۱۶۱۷ ہوئی جسمیں اضافہ ۵۷۰۸۵ کا ہوا اوسط اضافہ فیصدی ۷ کسر سے زائد کا ہوا۔

کل مردم شماری ہنود کی ۴۶۰۰۹۰ ہے جنمیں ۱۱۱۹۶ خواندہ ہیں بحساب ۱ اوسط ۲ فیصدی کسر سے زائد خواندہ ہنود مرد ہیں اور کل عورات ہنود کی مردم شماری ۳۸۸۶۴۷ ہے منجملہ انکے ۱۲۲۱ خواندہ ہیں اوسط عورات خواندہ کا فیصدی کسر اعشاریہ ۱۳ ہوتا ہے۔

نقشہ اقوام اہل اسلام بابت مردم شماری سنہ ۱۹۰۱ء

نمبر سلسلہ	نمبر مذہب	ذات		مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۱		بھیلیا		۱	۰	۱
۲		بنجارہ		۵۱	۲۷	۷۸
۳		بڑہی		۹۵۷	۷۳۰	۱۶۸۷
۴		باری		۸۹	۷۶	۱۶۵
۵		بہنہ		۱۲۵۶	۱۰۹۸	۲۳۵۴
۶		بیلدار		۰	۲	۲
۷		بھانڈ		۱۷	۱۴	۳۱
۸		بھنگی		۳۶۰	۳۱۷	۶۷۷

نمبر سلسلہ	نمبر شاخ	ذات		مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۹		بھڑبھونجہ		۵۰۹	۴۲۲	۹۳۱
۱۰		بھاٹ		۲۰۰	۱۶۴	۳۶۴
۱۱		بھٹیارہ		۱۵۰۷	۱۴۲۳	۲۹۳۰
۱۲		بہشتی		۱۴۱۶	۱۳۸۹	۲۸۰۵
۱۳		بلوچ		۵	۰	۵
۱۴		بساطی		۲۴	۱۸	۴۲
۱۵		پنکھیا		۳۳	۲۳	۵۶
۱۶		پٹھان				
″	۱	″	افریدی	۱۰۲	۶۳	۱۶۵
″	۲	″	بنگش	۳۸۷	۴۰۲	۷۸۹
″	۳	″	تارین	۱۸	۱۷	۳۵
″	۴	″	خٹک	۳۸۳	۳۶۹	۷۵۲
″	۵	″	دلازاک	۲۶۸	۲۷۱	۵۳۹
″	۶	″	روہیلا	۱۶۶	۱۳۳	۲۹۹
″	۷	″	غزنی	۵۲	۴۸	۱۰۰
″	۸	″	غوری	۳۴۴۷	۲۴۰۱	۶۸۴۸
″	۹	″	کاکڑ	۱۴	۱۱	۲۵

نمبر سلسلہ	نمبر تحتی	ذات		مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
	۱۰		لودی	۷۹۸	۷۲۹	۱۵۲۷
	۱۱		محمد زئی	۳۷۰	۳۵۱	۷۲۱
	۱۲		ورک زئی	۲۳	۳۱	۵۴
	۱۳		یوسف زئی	۱۳۹۱	۱۱۵۶	۲۵۴۷
	۱۴		دیگر	۷۴۹۶	۷۱۲۶	۱۴۶۲۲
میزان کل ذات پٹھان				۱۴۹۱۵	۱۴۱۰۸	۲۹۰۲۳
۱۷	۰	تیلی	۰	۳۱۵۳	۲۸۴۰	۵۹۹۳
۱۸		ترک		۸	۰	۸
۱۹		جولاہہ		۱۰۵۴۳	۹۵۶۸	۲۰۱۱۱
۲۰		چھیپی		۲	۰	۲
۲۱		حلوائی		۶۳	۵۳	۱۱۶
۲۲		درزی		۱۱۳۱	۹۰۹	۲۰۴۰
۲۳		دقالی		۴۳۴	۳۴۱	۷۷۵
۲۴		دھاری		۴۰۲	۳۱۵	۷۱۷
۲۵		دھوبی		۲۸۸۱	۲۳۱۹	۵۲۰۰
۲۶		رائیں		۶	۰	۶

نمبر سلسلہ	نمبر (ت)	ذات		مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۲۷		رنگریز		۴۱۷	۳۴۴	۷۶۱
۲۸		راج		۲۳۲	۱۸۴	۴۱۶
۲۹		رنگساز		۵	۳	۸
۳۰	۱	راجپوت	بیس	۱۳۶	۱۳۱	۲۶۷
〃	۲	〃	بڑگوجر	۲۳۹	۱۹۵	۴۳۴
〃	۳	〃	بھٹی	۳۶۰	۲۱۵	۶۷۵
〃	۴	〃	پمار	۷۹	۶۶	۱۴۵
〃	۵	〃	لوتمڑ	۶۰	۳۸	۹۸
〃	۶	〃	چوہان	۲۲۴	۱۸۱	۴۰۵
〃	۷	〃	گوتم	۲۹	۹	۳۸
〃	۸	〃	دیگر	۱۷۹۰	۱۴۱۳	۳۲۰۳
میزان کل ذات راجپوت				۲۹۱۷	۲۳۴۸	۵۲۶۵
		سیّد				
۳۱	۱	〃	بخاری	۱۰۳	۹۷	۲۰۰
	۲		نقوی	۲۵	۱۳	۳۸
	۳		جعفری	۶۳	۵۴	۱۱۷

نمبر سلسلہ	نمبر (ج)	ذات		مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
	۴		حسینی	۶۱۱	۶۳۲	۱۲۴۳
	۵		رضوی	۷۳	۶۸	۱۴۱
	۶		زیدی	۲۴	۲۳	۴۷
	۷		عابدی	۳۰	۲۵	۵۵
	۸		کاظمی	۱	۳	۴
	۹		نقوی	۸۶	۱۰۹	۱۹۵
	۱۰		دیگر	۸۶۱	۷۰۸	۱۵۶۹
میزان کل سادات				۱۸۷۷	۱۷۳۲	۳۶۰۹
		شیخ				
۳۲	۱	〃	انصاری	۹۶۱	۷۲۵	۱۶۸۶
	۲	〃	بنی اسرائیل	۵۰۸	۳۱۵	۸۲۳
	۳	〃	صدیقی	۷۹۸۱	۷۶۳۰	۱۵۶۱۱
	۴	〃	عثمانی	۲۱۰	۱۷۶	۳۸۶
	۵	〃	عباسی	۷۴	۷۲	۱۴۶
	۶	〃	چوہان	۲۲۴	۱۸۱	۴۰۵
	۷	〃	قریشی	۶۰۵۵	۵۵۰۷	۱۱۵۶۲

نمبر سلسلہ	نمبر ذات	ذات		مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
	۸		دیگر	۵۶۲۲	۶۱۴۳	۱۱۷۶۵
میزان کل شیخ				۲۱۷۸۴	۲۰۹۳۶	۴۲۷۲۰
۳۳		صیقل گر		۱۵	۲۳	۳۸
۳۴		طوالف		۱۲۴	۳۹۴	۵۱۶
۳۵		فقیر		۵۳۲۴	۴۵۸۳	۹۹۰۷
۳۶		قلعی گر		۲۱	۱۵	۳۶
۳۷		قصاب		۲۱۷۹	۱۸۰۸	۳۹۸۷
۳۸		کمبوہ		۱۱	۸	۱۹
۳۹		کمہار		۳۶	۲۹	۶۵
۴۰		کونجڑہ		۵۴۲	۵۰۹	۱۰۵۱
۴۱		لوہار		۳۵۲۵	۳۰۰۱	۲۵۲۶
۴۲		نگلاح		۱۲	۳	۱۵
۴۳		منہار		۱۳۸۲	۱۱۱۸	۲۵۰۰
۴۴		میواتی		۵۷۳	۵۰۸	۱۰۸۱
۴۵		موچی		۵۶	۸۰	۱۳۶
۴۶		میراثی		۲۳۹	۱۶۲	۴۰۱

نمبر شمار	نمبر شاخ	ذات		مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
		مغل				
۴۷	۱	۔۔	چغتائی	۳۶۶	۳۷۰	۷۳۶
	۲	۔۔	قزلباش	۲۴	۱۷	۴۱
	۳	۔۔	دیگر	۳۱۷	۲۵۷	۵۷۴
میزان کل				۷۰۷	۶۴۴	۱۳۵۱
۴۸		تائی		۲۲۵۰	۱۹۶۵	۴۲۱۵
۴۹		نان بائی		۲۰	۱۵	۳۵
۵۰		نٹ		۱۲۸	۱۲۸	۲۵۶
۵۱		نومسلم		۱۳۷۹	۱۱۰۷	۲۴۸۶
۵۲		ہیجڑے		۱۳	۰	۱۳
۵۳		بلا تصریح		۵۰	۱۶	۶۶
میزان کل مسلمانان				۸۸۱۵۸	۷۹۸۶۲	۱۶۸۰۲۰

سنہ ۱۸۷۲ء میں ۱۳۹۶۸۷ مسلمانوں کی مردم شماری مرد و عورت کی تھی سنہ ۱۹۱۱ء میں تیس برس کے اندر ۱۶۸۰۲۰ ہوئی اس عرصہ میں ۲۸۳۳۲ یعنی فیصدی بیس کسرے کا اضافہ ہوا۔

کل مردم شماری مرد اہل اسلام کی ۸۸۱۵۸ ہے منجملہ اسکے ۱۰۶۱۴ خواندہ ہیں اوسط

خوانن کا فیصدی ۴ کسر سے زائد ہتا ہے اور کل عورات اہل اسلام ۷۹۸۶۲ ہیں انمیں سے ۲۱۹ خوانن ہیں اوسط خوانن عورات کا فیصدی کسور اعشاریہ ۲۷ ہے ۔

نقشہ اقوام آریہ

نمبر سلسلہ	نمبر جز	ذات		مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۱		اہیر		۴	۳	۷
۲		اہر		۱۹۷	۱۳۳	۳۳۰
۳		بنیہ یا ویش		۳۶۳	۳۶۴	۷۲۷
۴		بھنگی			۱	۱
۵		بھڑبھونجہ		۴	۰	۴
۶		برہمن		۲۲۱	۱۷۶	۳۹۷
۷		بتولی		۲	۱	۳
۸		تیلی		۳	۰	۳
۹		جاٹ		۱	۰	۱
۱۰		چمار		۱		۱
۱۱		درزی		۱	۰	۱
۱۲		راجپوت		۳۰۷	۲۶۱	۵۶۸

نمبر شمار	[illegible]	ذات		مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۱۳		سنار		۵۰	۵۷	۱۰۷
۱۴		فقیر		۱۲	۸	۲۰
۱۵		کہار		۱۹	۱۴	۳۳
۱۶		گڈہیرا		۱	۰	۱
۱۷		کایستھ		۳۱۳	۲۶۸	۸۵۱
۱۸		کھاگی		۱	۰	۱
۱۹		کورمی		۲۲	۱۷	۳۹
۲۰		گوجر		۸	۱۲	۲۰
۲۱		گڈریہ		۱	۱	۲
۲۲		مالی		۱	۰	۱
۲۳		مراؤ		۴	۶	۱۰
۲۴		نائی		۲	۲	۴
۲۵		بلاتصریح		۳	۵	۸
میزان کل آریہ				۱۵۴۱	۱۳۳۹	۲۸۸۰
۲۶		عیسائی		۳۳۳۱	۲۷۸۵	۶۱۱۶

سنہ ۱۸۹۱ء میں ۱۲۹ مردم شماری مرد عورت عیسائی کی تھی سنہ ۱۹۰۱ء میں ۶۱۱۶ ہوئی ایک

۵۹۹۷ کا اضافہ ہوا۔ دیگر اقوام یعنی آریہ و عیسائی مرد ۴۸۷۲ ہیں منجملہ انکے ۴۱۹ فیصدی اوسط ۸ اکسرے زائد ہوتا ہے اور کل عورات ۴۱۲۴ ہیں جنمیں ۲۱۹ خوانندہ ہیں اوسط فیصدی ۵ کسرے زائد ہے۔

نمبر سلسلہ	نمبر ذات	ذات		مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
		ہندو		۴۶۰۰۹۰	۳۸۸۶۴۷	۸۴۸۷۳۷
		مسلمان		۸۸۱۵۸	۷۹۸۶۲	۱۶۸۰۲۰
		آریہ		۱۵۴۱	۱۳۳۹	۲۸۸۰
		عیسائی		۳۳۳۱	۲۷۸۵	۶۱۱۶
میزان کل اقوام				۵۵۳۱۲۰	۴۷۲۶۳۳	۱۰۲۵۷۵۳

نقشہ مردم شماری اُن اشخاص کا جنیں نقص جسمانی پیدایشی ہے

نمبر	لنگڑے لولے وغیرہ			فاتر العقل			بہرے گونگے			اندھے			کوڑھی		
	مرد	عورت	میزان	مرد	عورت	میزان	مرد	عورت	میزان	مرد	عورت	میزان	مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶
	۱۷۴۷	۱۲۹۴	۳۰۴۱	۸۰	۴۲	۱۲۲	۲۳۶	۱۳۶	۳۷۲	۱۲۰۴	۱۰۷۶	۲۲۸۰	۲۲۷	۴۰	۲۶۷

نقشہ مردم شماری اقسام مذہب فرقہ ہائے ہنود

نمبر شمار	مذہب و فرقہ		مرد	عورت	میزان
١	٢	٣	٤	٥	٦
١	ہندو	ایک خدا کو ماننے والے	٢٠٣١٥١	١٧٠١٩٥	٣٧٣٣٤٦
٢	〃	پنچن پیر کے ماننے والے	٢٧٠	٣١٧	٥٨٧
٣	〃	رادہا سوامی	١٢٥	٨٥	٢١٠
٤	〃	ویشن	١٦٣٣٥	١٤٢٥٨	٣٠٥٩٣
٥	〃	الک نمی	٢	٠	٢
٦	〃	گورکہ پنتھی	٩٣	١٨٣	٢٧٦
٧	〃	لنگ کی پوجاری	٢٨٢٦	٢٧٦٣	٥٥٨٩
٨	〃	پاسوپت	١	٨	٩
٩	〃	آپا پنتھی	٠	٣	٣
١٠	〃	بشنوی	٢٠٠	١٤٠	٣٤٠
١١	〃	شیو کی پجاری	٢٩٢٢	٢٩٥٤	٥٨٧٦
١٢	〃	کبرسنی	٤١٤١	٣٧٠٦	٧٨٤٧
١٣	〃	نانک شاہی	٥٠٢٩	٤٣٦١	٩٣٩٠
١٤	〃	دادو پنتھی	٢٨	١٩	٤٧
١٥	〃	ہری داسی		١	

نمبر	مذہب و فرقہ		مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۴	۵	۶
۱۶	ہندو	نیمبارکہ	۵	۴	۹
۱۷	〃	پرمانی	۳۴	۵۰	۸۴
۱۸	〃	رادہابلبی	۱۰۸	۸۹	۱۹۷
۱۹	〃	رامانندی	۳۰۰۱	۲۷۷۲	۵۷۷۳
۲۰	〃	ولابچاریہ	۶۷	۶۳	۱۳۰
۲۱	〃	رام داسی	۷۰۹	۷۳۳	۱۴۴۲
میزان کل اہل ہنود			۴۵۹۷۰۰	۳۸۸۲۷۷	۸۴۷۹۷۷

نقشہ مردم شماری اہل اسلام بہ تفصیل مذہب

نمبر	مذہب و فرقہ		مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۴	۵	۶
۱	مسلمان	سُنی	۸۶۸۹۴		
۲	〃	شیعہ	۳۹۰	۴۷۹	۸۶۹
۳	〃	صوفی	۲۴۵	۲۱۹	۴۶۴
۴		اہل حدیث	۱۶۸	۱۲۳	۲۹۱
۵		لالبیگی	۳۵۱	۳۵۰	۷۰۱

نمبر	مذہب و فرقہ		مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۴	۶	۷
۶	مسلمان	نامعلوم	۱۱۰	۱۵۰	۲۶۰
میزان کل اہل اسلام			۸۸۱۵۸	۷۹۸۶۲	۱۶۸۰۲۰

نقشہ مردم شماری خواندہ و ناخواندہ کل ضلع

نمبر	خواندہ	مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۴	۵
۱	اردو داں	۸۲۲۸	۲۶۹	۸۴۹۷
	ہندی داں	۵۶۰۷	۶۶۹	۶۲۷۶
	اردو و ہندی داں	۱۵۴۷	۶۳	۱۶۱۰
	دیگر زبان داں	۳۴۱	۶۰	۴۰۱
میزان		۱۵۷۲۳	۱۰۶۱	۱۶۷۸۳

نمبر	ناخواندہ	مرد	عورت	میزان
		۵۳۷۳۹۷	۴۷۱۵۷۲	۱۰۰۸۹۶۹
میزان کل خواندہ و ناخواندہ		۵۵۳۱۲۰	۴۷۲۶۳۳	۱۰۲۵۷۵۳

خانہ خواندہ اشخاص میں ۸۲۹ انگریزی داں مرد اور ۱۲ عورتیں شامل ہیں

فصل دہم

(صنعت و حرفت و تجارت)

خاص شہر بدایوں میں قلمدان کوٹ کے رنگساز عمدہ قسم کے نقش و نگار کے ساتھ بناتے ہیں اور نہایت مضبوط ہوتے ہیں کشمیری قلمدانوں سے مقابلہ کرتے ہیں۔ چمچے و چھری و کانٹا لکڑی کے بہت سبک و خوشنما ایک شخص بنایا کرتا ہے کہ جو اُس کے خاندان میں موروثی یہ فن چلا آتا ہے ان چمچوں اور چھری اور کانٹوں کی اکثر یورپین قدر کرتے ہیں اور اپنی میزوں پر یا کمروں میں بطور نمایش کے رکھتے ہیں۔ حتے کہ اُس کاریگر کا نام حاجی چمچہ ہوگیا اور اجتک تمام اُسکی نسل حاجی چمچہ کرکے مشہور ہے۔

باقی اور کوئی چیز اس قسم کی یہاں طیار نہیں ہوتی ہے کہ جو خصوصیت کے ساتھ ذکر کیجاوے عام اشیاء ہر قسم کی مثل دیگر شہروں کے یہاں طیار ہوتی ہیں۔

تجارت اس ضلع میں بہت نہیں ہے۔ اہل اسلام خصوصًا شرفا بہت کم تجارت کرتے ہیں اکثر پیشہ نوکری اور وکالت اختیار کرتے ہیں یا زمیندار و معافیدار و کاشتکار ہیں البتہ مہاجن پیشہ دادوستد یا تجارت معمولی اس ضلع میں کرنے والے ہیں کوئی مِل اس ضلع میں جاری نہیں ہے۔ کوٹھیات نیل اکثر ضلع میں ہیں لیکن اب نیل کی تجارت کم ہوچلی ہے اور کوٹھیاں معدوم ہوتی جاتی ہیں کارخانہ کمنڈسار وغیرہ بھی اس ضلع میں بہ نسبت دیگر

اضلاع روہیلکھنڈ سے کم ہے۔ ہر ایک پیشہ ور کی تفصیل اور قوموں کی تعداد ہم آیندہ نقشہ مردم شماری میں ظاہر کرینگے۔ نقشہ جس سے درآمد برآمد اشیاء تجارتی ضلع ہذا کا واضح ہوتا ہے درج کرتے ہیں۔

تفصیل اُن اشیاء کی جو اس ضلع سے دوسرے اضلاع و مقام کو جاتی ہیں		تفصیل اُن اشیاء کی جو غیر اضلاع سے اس ضلع میں آتی ہیں	
نام شے	نام ضلع یا مقام جہاں جاتی ہیں	نام شے	نام ضلع یا مقام جہاں سے آتی ہیں
کھانڈ	ہاترس	کپڑا ولایتی	دہلی و فرخ آباد و کانپور
تمباکو کھانے پینے کی	رامپور۔ چندوسی۔ مراد آباد	چھینٹ دیسی	ٹھاکر دوارہ
روئی	فرخ آباد۔ شاہجہانپور۔ کانپور	چھینٹ دیسی ہنگردار دکھارہ وا	کونچ
ہلدی	فرخ آباد۔ شاہجہانپور۔ مرزاپور۔	سوسی بادامی و چارخانہ سرخ	مراد آباد
غلہ	کانپور۔ فرخ آباد۔ دہلی۔ کلکتہ	نمک کتھل و سانبھر	دہلی۔ میرٹھ۔ چندوسی۔ ہاترس۔
چمڑا	کانپور۔ کلکتہ۔	کالا نمک و سیندھا لاہوری	فرخ آباد۔ ہاترس۔ چندوسی۔
سوت دیسی	شاہجہانپور۔	کھانڈ	پیلی بھیت۔ شاہجہانپور۔

تفصیل اُن اشیاء کی جو اس ضلع سے دوسرے اضلاع و مقام کو جاتی ہیں		تفصیل اُن اشیاء کی جو غیر اضلاع سے اس ضلع میں آتی ہیں	
نام شے	نام ضلع یا مقام جہاں جاتی ہیں	نام شے	نام ضلع یا مقام جہاں سے آتی ہیں
مونج	بریلی	کرانہ	فرخ آباد۔ پیلی بھیت۔ چندوسی۔ ہاترس۔
بان	بریلی	گھی	گنگا پار کاسگنج۔ ہاترس وغیرہ
سوتلی	چندوسی۔ پیلی بھیت۔ ہاترس	لوہا	ہاترس۔ فرخ آباد۔ مین پوری کلکتہ۔
ٹاٹ	چندوسی۔ پیلی بھیت ہاترس۔	چاول باریک	پیلی بھیت
نیل	کلکتہ	پیتل۔ تانبا۔ ظروف سسی۔ پیتل۔	فرخ آباد
کھجور کی چٹائیاں	پیلی بھیت۔ بریلی	ظروف پھول	مراد آباد
سن	ہاترس	ظروف کس کُٹ یعنی بھرت۔	فرخ آباد۔ مراد آباد
قلمدان کوٹ کا	بریلی۔ شاہجہانپور رامپور۔ مراد آباد علی گڈھ وغیرہ۔	جوتہ	جالیسر۔ پلکھوا۔ دہلی۔ بریلی علی گڈھ
چمچہ کاٹھ کے	بریلی شاہجہانپور۔ رامپور مراد آباد علی گڈھ وغیرہ۔	گوٹہ کناری	بریلی
		بساطہ	بریلی

تفصیل اُن اشیاء کی جو اس ضلع سے دوسرے اضلاع و مقام کو جاتی ہیں		تفصیل اُن اشیاء کی جو غیر اضلاع سے اس ضلع میں آتی ہیں	
نام شے	نام ضلع یا مقام جہاں جاتی ہیں	نام شے	نام ضلع یا مقام جہاں سے آتی ہیں
گل کیوڑہ و عرق کیوڑہ	دہلی۔ رامپور۔ مراد آباد۔	میوہ کشمش بادام پستہ وغیرہ۔	اکثر جاڑے میں کابلی لاتے ہیں اور فرخ آباد و ہاترس و دہلی سے بھی آتا ہے۔
میٹھا کپڑا	فرخ آباد		
دھان کی کھیل	آگرہ و ہاترس	بان ببیب کا	مراد آباد۔ رامپور۔ چندوسی۔
چارخانہ سوتی	کاسگنج	کرسی۔ کوچ۔ مسہری پالکی۔ صندوق و پٹارہ	بریلی
گائے بھینس۔ بیل وغیرہ	اضلاع سیتاپور و لکھنؤ و ہردوئی وغیرہ	صندوق رنگین	تلہر
		تیل خوشبودار و عطر۔	قنوج و لکھنؤ
		عرق گلاب و گلقند	سنبھل
		چوڑی	مراد آباد۔ بریلی۔ جاگیر رامپور۔ قنوج۔
		بانس جھڑکا	چندوسی و بریلی۔
		بانس پرتبی	ہردوار

تفصیل اُن اشیا کی جو اس ضلع سے دوسرے اضلاع و مقام کو جاتی ہیں		تفصیل اُن اشیا کی جو غیر اضلاع سے اس ضلع میں آتی ہیں	
نام شے	نام ضلع یا مقام جہاں جاتی ہیں	نام شے	نام ضلع یا مقام جہاں سے آتی ہیں
		نیچوں کی نل یعنی نگالی	پیلی بھیت
		بکری یا بھینڈ	جمنا پار کے اضلاع سے
		گائے بیل بھینس وغیرہ۔	ہانسی۔ حصار۔ کوسی۔
		کاغذ	لکھنؤ۔ کلکتہ۔ کالپی۔
		غلہ	جب یہاں گرانی ہوتی ہے تو جہاں ارزاں ہوتا ہے وہاں سے آتا ہی
		پان	فرخ آباد۔ شاہ جہاں پور۔ لکھنؤ۔ مہوبا۔ سندیلہ
		پتنگ جس سے سوت رنگا جاتا ہے	فرخ آباد و ملتس
		چینی کے برتن	بریلی۔ دہلی۔ کلکتہ و پھپھوند

باب ۲ دوم

اہل ہنود حکمرانوں کی تاریخی حالات

بروئے تحقیق تاریخی یہ نہیں معلوم ہو سکتا کہ راجہ بھرت کے زمانہ کے بعد کون حکمراں رہا۔ مگر جو راجہ سلسلہ وار دہلی یا تھانیسر میں جانشین ہوئے وہ بدایوں کے بھی حکمراں رہے اب ہم تاریخی سلسلہ راجہ بکرماجیت سے اس شہر کے حکمرانوں کا لکھتے ہیں۔

راجہ بکرماجیت۔ راجہ اُجین ملک مالوہ کا تھا اور وہ اندر پرست دہلی کا بھی بادشاہ ہوا اور ہمالہ تک اُسکی عملداری تھی۔ جس سبب سے کہہ سکتے ہیں کہ بدایوں بھی اُس کی عملداری میں تھا۔ بکرماجیت کو راجہ سالباہن عرف سمندپال جوگی نے قتل کیا جو قوم کا چھتری تھا اگرچہ بعض مورخوں نے چھتری ہونا مشکوک لکھا ہے اور اُس کو جوگی کے لقب اور نسب سے لکھکر چھوڑ دیا ہے مگر ہمارے تحقیق جوگی کوئی قوم یا نسل نہیں ہے بلکہ خدا پرست عابد لوگ جوگ لیتے تھے۔ راجہ شیو پرشاد ستارہ ہند نے اپنی تاریخ **آئینہ تاریخ نما** میں لکھا ہے کہ راجہ بکرماجیت کو **ایک اہیر** نے جسکی آنکھیں تانبے کے رنگ کی تھیں مارا اور وہ راجہ اُجین کا ہوا۔

شمس العلما منشی ذکاء اللہ خاں بہادر اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ سالباہن ایک کمہار کا لڑکا تھا خدا کی قدرت سے وہ راجہ ہوگیا۔ اور سمت سالباہن

ستتھر برس پیشتر حضرت عیسے سے شروع ہوا ہے اور مسٹر **ہنری جارج کیبن** اپنی تاریخ ہندوستان مطبوعہ سنہ ۱۸۹۳ء صفحہ ۴۳ میں لکھتے ہیں کہ سنہ ۷۸ء میں ساکھ سالباہن جاری ہوا اور اسکا بانی سالباہن بادشاہ تھا اسکی سلطنت پنجالا میں رہی جسکا صدر مقام قنوج تھا۔

اور مسٹر ڈی اینال لڑاس اپنی تاریخ مطبوعہ مدراس سنہ ۱۸۹۹ء کی صفحہ ۱۳ پر لکھتے ہیں کہ سالباہن **پالٹر** یعنی کمہار یا کسگر کا لڑکا تھا۔ الغرض یہ امر بہت مشتبہ ہے کہ وہ کس قوم کا تھا۔ لیکن ہمکو راجہ شیو پرشاد کی اس تحریر سے اتفاق ہے جو انہوں نے اپنی تاریخ کے صفحہ ۵۷ پر لکھی ہے یعنی راج پانے کی وجہ سے راجہ چھتری زمانۂ قدیم میں کہلاتا تھا۔ اب **سیر المتاخرین** اور **جامع التواریخ** اور **راج ترنگی وغیرہ** میں سالباہن کو جوگی لکھا ہے اور یہ لکھا ہے کہ اسکو جادو طلسم آتا تھا سمندر پال جوگی نے بکرم کو علم کایا پلٹ سکھایا اور حیوان مردہ کے قالب میں اس کی روح ڈلوا کر آپ بکرماجیت کے قالب میں گھس بیٹھا۔ اور اسکو معاً قتل کروا دیا اور سلطنت لے لی۔ یہ قصہ بطور ناول کے ہے جسکو مورخوں نے تسلیم نہیں کیا ہے۔ تاریخ فرشتہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بکرماجیت ہمعصر اردشیر بابکان کا تھا اور بعض کا قول ہے کہ عہد شاپور میں تھا اور اسکے اواخر عہد میں سالباہن نام ایک زمیندار دکن نے اسپر چڑھائی کی اور معرکہ میں کنارہ نربدا پر اسکو پکڑ کر قتل کیا۔ یہاں تک ہمنے بطور تمہید کے حال راجہ بکرماجیت و سالباہن کا مختصراً لکھا ہے۔

اب ہم اصل مقصد کو لکھنا چاہتے ہیں اور وہ یہ ہے جو کتبہ پتھر قلعہ بدایوں میں

نکلا ہے اور جسکو ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ لکھنؤ کے عجائب خانہ میں رکھا ہے ۔ اُس کی سطر دوم میں یہ لکھا ہے کہ اول اول چندر پال یہاں حکمراں تھا اور شجرہ خاندان چندر پال کا کہ جنہوں نے حکومت بدایوں کے تا بہ لکھن پال کے گیارہ درجہ تک اُس پتھر میں لکھا ہے اور ہر ایک کی تعریف شاعرانہ کی ہے ۔ اُسکے دیکھنے سے یہ بات دریافت ہوتی ہے کہ خاندان پال سے یہ راجہ تھے ہمکو اس امر میں مطابق تحریر پروفیسر مسٹر ایف کیل ہارن ۔ ڈی ۔ سی ۔ آئی ۔ اے گوٹن جین ۔ جنہوں نے اُس کتبہ کا ترجمہ کر کے عجائب خانہ لکھنؤ کو بھیجا ہے یقین ہوا تھا کہ یہ خاندان پال کا راٹھور قوم کے ٹھاکروں متعلقہ قنوج سے تھا اور لکھن پال کا زمانہ جسکے وقت میں وہ کتبہ لکھا گیا ۔ حسب رائے مسٹر موصوف سنہ ۱۲۳۰ء مطابق سنہ ۶۲۷ھ ہوتا ہے اسوجہ سے ہمنے کتاب **تذکرۃ الواصلین** کی شروع تمہید میں کچھ تاریخی حالات جو مسلمانوں کی آمد کے لکھے ہیں اسمیں زمانہ لکھن پال کو شہاب الدین غوری کے عہد میں خیال کیا تھا ۔ اور اُسی کے مطابق لکھا ۔ الا اب تاریخی تحقیق جو ہمنے کی ہے اُس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ کتبہ میں جن راجاؤں کا نام بدایوں کے حکمرانوں میں درج ہے وہ عہد اسلام سے بہت پیشتر کے ہیں ۔ اور رائے پروفیسر موصوف کے اس معاملہ میں صحیح نہیں تھی اب ہم اُن دلایل کو جن سے انکا پیشتر ہونا ثابت ہوتا ہے لکھتے ہیں ۔

کتبہ میں گیارہ راجہ برابر لکھنپال پر ختم ہوئے ہیں اور سبب ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ قنوج کے حکمرانوں میں سلسلہ لکھنپال کا راٹھور ٹھاکروں سے ملے

کسی تاریخ سے ہمکو یہ سلسلہ نہیں ملتا جیسا کہ اس پتھر میں مسلسل درج ہے تاریخ یمینی و خاند شاہی میں ضرور ایک نام اجے پال راجہ قنوج کا بوقت حملہ محمود غزنوی کے لکھا ہے الا اول و آخر یعنی اُس کی اولاد و اسلاف یا آباواجداد کا نام و حال نہیں لکھا اور دیگر تاریخوں میں اُس راجہ کا نام جے چندر لکھا ہے اور اُسکے آبا و اجداد کے نام بھی لکھے ہیں مگر پال پر کسیکا نام نہیں ہے۔

اب یہ امر کہ مہی پال[1] راجہ دہلی کا تومر خاندان راجپوت کا تھا اُس خاندان سے ان بدایوں کے پالوں کا سلسلہ ملایا جاوے سوا اُسکے مورثوں یا اولاد میں سلسلہ وار لفظ **پال** کا تاریخوں میں نہیں ہے۔

ہمارے نزدیک یہ خاندان پال ہمند رپال جوگی کی نسل سے ہے جسکو ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔ کہ اُسکا عرف سالباہن بھی تھا بدایوں سے سات میل کے فاصلہ پر جانب غرب دگوشہ شمال متصل قصبہ لبسی پرگنہ کوٹ سالباہن اسوقت تک موجود ہے اور وہاں ایک قلعہ شکستہ اور ایک کوٹ منہدم شدہ کے آثار اسوقت تک نمایاں ہیں اور سرکاری دفاتر میں وہ پرگنہ بلفظ کوٹ مرقوم ہوتا ہے۔ اور اکبر کے عہد میں پرگنہ کوٹ سالباہن آئین اکبری میں مندرج ہے۔ جس سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ راجہ سالباہن کو تعلق شہر بدایوں سے تھا

---

[1] سرکنگہم کے بیان کے موافق اس راجہ نے دہلی کا بڑا قلعہ تعمیر کرایا تھا جس پر اب شہر کا کچھ حصہ آباد ہے اسنے ایک مندر بھی بنوایا تھا جس موقع پر کہ اب مسلمانوں کی جامع مسجد ہے لیکن مہی پال کا نام یہاں یعنی شجرہ میں نہیں آیا ہے

اور اُسکا ایک قلعہ بنا ہوا تھا

از نقش و نگار در و دیوار شکستہ ✤ آثار پدید است صنا دید عجم را

اب اسی کتبہ سے ہم یہ دکہانا چاہتے ہیں کہ سطر دوم میں جو یہ عبارت درج ہے کہ سب سے اول یہاں کا حکمراں چندرپال ہوا اور راجہ سمندرپال عرف سالباہن کا بیٹا چندرپال تہا۔ (کتب ہائے تاریخ قدیمہ و جدیدہ میں بالاتفاق یہ درج ہے کہ دہلی کی حکومت میں بعد بکرماجیت کے جوگیوں کے خاندان سلطنت کا حال سمندرپال سے شروع ہوتا ہے جس نے بکرماجیت کو قتل کیا اور وہ حاکم اُجین دار الحکومت بکرماجیت اور دہلی کا ہوا) اور راندر پرست کی سلطنت اس خاندان میں آئی سمندرپال کو جوگی کے لقب سے ملقب کیا گیا ہے الا چندرپال اُسکے بیٹے سے بجہنی سلسلہ راج کا اور لفظ راجہ کا تاریخوں میں درج ہونا شروع ہوا ۱۶ سولہ درجہ تک اس خاندان کی سلطنت سمت ۷۵۱ بکرماجیتی سے سمت ۴۴۷ تک قایم رہی پہر تلوک چند کے خاندان نے انکو برباد کیا۔ اگرچہ سیر المتاخرین اور تاریخ جدولیہ میں جو تفصیل ایام حکومت راجگان پال کی لکہی ہی وہ صحیح نہیں ہی کیونکہ اُسکے جمع کرنے سے میعاد قریب ساڑہے ۶۵۰ چہ سو سال معلوم ہوتی ہے۔ مگر وہ خود یعنی مصنفین کتب مذکور کل مدت سلطنت اس خاندان کی ۴۴۳ سال بیان کرتے ہیں پس یہ آخر میزان اُنکی صحیح ہے۔ اب ہم خاندان پال بدایوں کا حکمراناں سمندرپال جوگی کے خاندان سے مقابلہ کرتے ہیں۔

اوّلاً۔ اسوجہ سے کہ چندرپال سب سے اول حکمراں بدایوں پتہر میں درج ہے اور یہی نام چندرپال حکمراں دہلی میں سمندرپال جوگی کے بیٹے کا

لکھا ہے۔

دوم۔ بدایوں کے بھی حکمرانوں کا نام پال پر ختم ہوا اور دہلی کے بھی ہر ایک حکمراں کا نام پال پر ختم ہوتا ہے۔

سوم۔ سالباہن کا تعلق بدایوں سے اور اُس کے نام سے قلعہ ہونا۔

چہارم۔ پنچالہ کی زیب و زینت اس شہر کو اس شعر میں لکھنا اور پنچالہ سے مراد منوشاستر میں قنوج سے لی ہے اور مسٹر ہنری جارج کین نے جیسا کہ ہم لکھ آئے ہیں ساکھا سالباہن سنہ ۷۸ء میں جاری ہونا اور اُس کی سلطنت پنچالہ میں رہنا اور اُسکا صدر مقام قنوج ہونا اپنی تاریخ میں درج کیا ہے اور سطر اول پتھر میں جہاں شہر کی تعریف کی تھی وہاں یہ درج ہونا کہ یہ شہر ویداموٹہ پنچالوں کے ملک کی زیب و زینت ہے ہماری اس رائے کی موید ہے کہ یہ وہی خاندان تھا۔ ایک اور فقرہ سطر اول میں درج ہے کہ محافظ اس شہر کے استراکوٹا کے مشہور شہزادے رہے ہیں اس لفظ کی تحقیق نہیں ہوئی کہ استراکوٹا کون مقام تھا اگر وہ مقام قنوج تھا تو یہ مراد ہوسکتی ہے جیسا کہ جارج کین نے لکھا ہے کہ صدر مقام سالباہن کا قنوج تھا۔ اب ہم یہاں پر یہ بھی لکھنا چاہتے ہیں کہ کیا وجہ ہے کہ چندرپال کو مورث خاندان پال راجگان دہلی و راجگان بدایوں کا قرار دیا گیا ہے اور اُس کی کیا دلیل ہے کہ وہ بدایوں کا بھی حکمراں اول تصور کیا جاوے اور دہلی کا بھی حکمراں اول سمجھا جاوے۔

ہم اسکا جواب اس طرح سے دیتے ہیں کہ سالباہن کو جب تعلق ابتداً بدایوں سے

تھا تو ایسا قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے اپنی حیات میں جب اُجین یا دہلی یا قنوج میں دار السلطنت بنائی تو اپنے بیٹے چندر پال کو بدایوں میں اپنے نام سے قلعہ بنا کر اپنی زندگی میں اس شہر کا حکمراں کیا بعد وفات سمندر پال کے چندر پال جو بدایوں کا حکمراں تھا وہ بڑی دار السلطنت دہلی یعنی اندر پرست میں چلا گیا اور یہاں اپنے ایک بیٹے **وگرا پال دیو** کو جانشین کر گیا۔ اب اُس کا دوسرا بیٹا **نین پال** دہلی کی سلطنت پر بعد وفات چندر پال جانشین ہوا۔ اب ہم ایک شجرہ سمندر پال جوگی عرف سالباہن کی اولاد کا اس مقام پر درج کرتے ہیں۔

وہ شاخ خاندان جس نے دہلی میں حکومت کی اور مسلسل تاریخوں سے اُن کا نام بنام معہ سنہ حکومت کے پتہ چلتا ہے وہ اس شجرہ میں جانب راست ہیں اور جن راجاؤں نے اس خاندان سے بدایوں میں حکومت کی اُنکی شاخ جانب چپ ہوگی۔

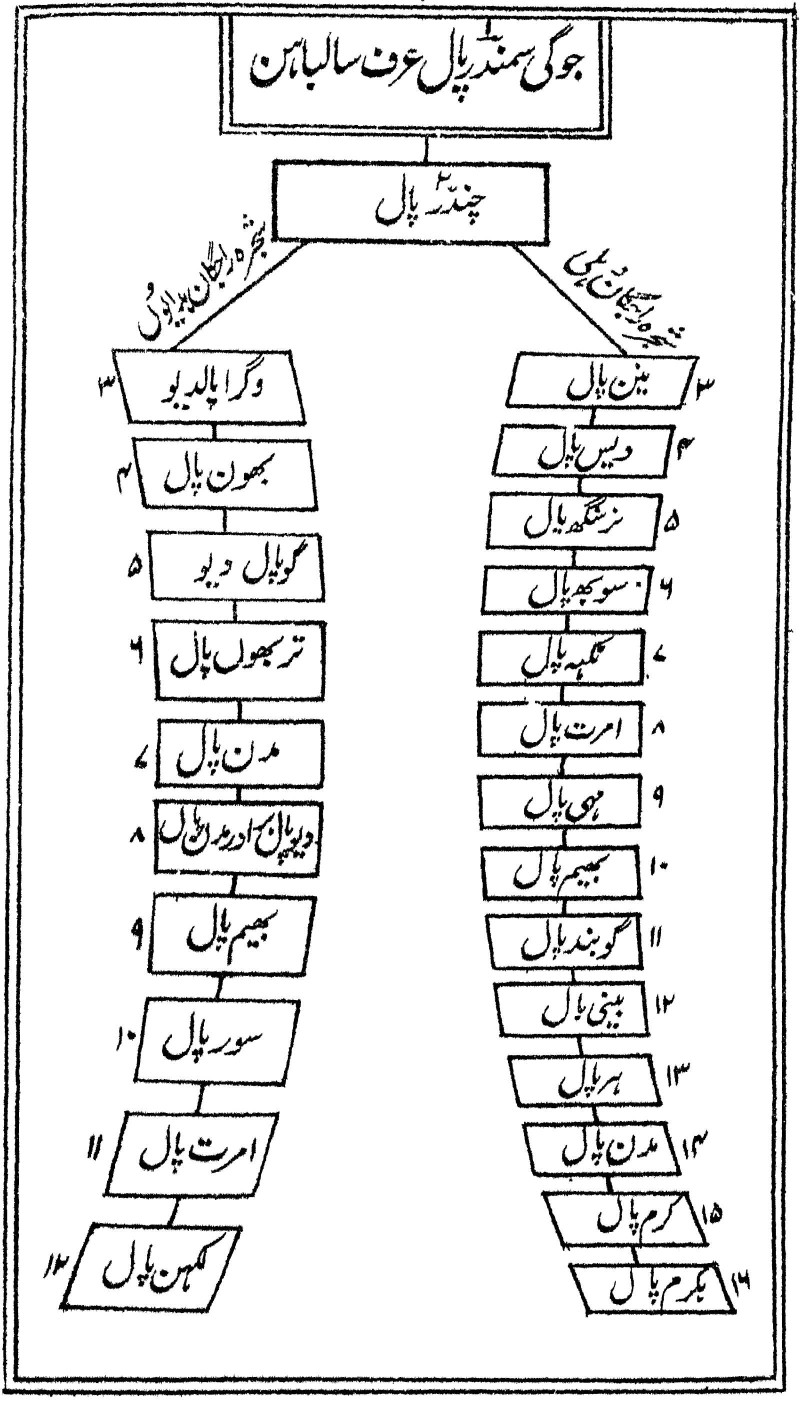
جوگی سمندر پال عرف سالباہن ۱
چندر پال ۲
شجرہ راجگان بیداوں
شجرہ راجگان بن بسی
۳ وگرا پالدیو
۴ بھون پال
۵ گوپال دیو
۶ تربھون پال
۷ مدن پال
۸ دیپپال اور مدن پال
۹ بھیم پال
۱۰ سور پال
۱۱ امرت پال
۱۲ لکھن پال
بین پال ۳
دیس پال ۴
نرسنگھ پال ۵
سوکھ پال ۶
تلکھ پال ۷
امرت پال ۸
ہی پال ۹
بھیم پال ۱۰
گوبند پال ۱۱
بینی پال ۱۲
ہر پال ۱۳
مدن پال ۱۴
کرم پال ۱۵
بکرم پال ۱۶

جو شجرہ ہمنے بدایوں کے خاندان پال کا درج کیا ہے اب اُس ہر ایک حکمران کے حالات کا ترجمہ جو کتبہ پتھر میں لکھے ہیں بجنسہ بے کم و کاست بزبان اُردو درج کرتے ہیں۔

چندر پال

یہ راجہ سب سے اول حکمران یہاں کا ہوا جو مجمع تھا بے انتہا خوبیوں کا۔ اس نے اپنی تلوار سے تمام دشمنوں کو خائف کر دیا۔

وگراپال دیو

یہ چندر پال کا لڑکا تھا۔ بعد اپنے باپ کے حکمران ہوا جو اپنے دشمنوں میں بہت مشہور ہے اور حاجتمندوں کے ساتھ بہت فیاض تھا۔

بھون پال

یہ لڑکا وگراپال کا تھا۔ حقیقت میں عالم دنیا کا قانون مجسم دنیا کی حفاظت کرنے کے بعد وہ بیکنٹھ باشی ہوا۔

گوپال دیو

یہ بھون پال کا لڑکا تھا۔ یہ دنیا کا حکمران ہوا جب یہ راجہ جو کہ رعایا کی مصیبت کا دور کرنے والا تھا راج پر بیٹھا تو سب قومیں اپنے اپنے فرایض منصبی خوشی و خورمی سے ادا کرتی تھیں اور خوشحال تھیں

(یہاں تک سطر اول کتبہ کی تمام ہوئی)

تری بھون پال

یہ لڑکا گوپال کا تھا جب یہ دنیا کا محافظ و حکمراں ہوا اس نے دشمنوں کی گروہ کو عاجز کر دیا اسی وجہ سے وہ بہت مشہور ہو گیا۔ جب یہ برادر خدا کے حکم سے بیکنٹھ باشی ہوا تو اسکا بھائی مدن پال حکمراں ہوا۔

(سطر سوم تمام ہوئی)

مدن پال

یہ گوپال کا لڑکا تھا جسکے مشہور و معروف قوت کی وجہ سے کبھی ہمیں یعن کا دیوتاؤں کے دریا کے کنارہ پر چرچا ہوا ہے اسکا چھوٹا بھائی دیوپال جانشین ہوا

دیوپال

پسر گوپال اپنے بھائی کا جانشین تھا جس نے کہ لاکھوں مغرور دشمنوں کو تباہ کر دیا اور فیاض و رحیم تھا اس بادشاہ کا معروف و مشہور نام دیوپال تھا کہ جسکے کاموں کے تذکرہ کی وجہ سے اس زمانہ میں بھی اپنے دشمنوں پر فتحیاب ہو سکتے ہیں۔

بھیم پال

یہ لڑکا دیوپال کا تھا اس نے بہادر دشمنوں کو جو ناقابل فتح تھے شکست دی اور جسکا نفیس جسم مثل سونے کے بے عیب تھا اور وہ پیدائشی مدبر تھا ہر جگہ اس نے خیر و فلاح مخلوق میں اپنے عہد میں پھیلائی اور دیوتاؤں اور برہمنوں کا وہ مطیع تھا۔

سور پال

یہ لڑکا بھیم پال کا تھا۔ بعد بھیم پال کے حکمراں ہوا جو کہ تمام دنیا میں مشہور و معروف

یہ لڑکا گوپال کا تھا جب یہ دنیا کا محافظ و حکمراں ہوا اس نے دشمنوں کی گروہ کو عاجز کر دیا اسی وجہ سے وہ بہت مشہور ہو گیا۔ جب یہ برادر خدا کے حکم سے بیکنٹھ باشی ہوا تو اسکا بھائی مدن پال حکمراں ہوا۔

(سطر سوم تمام ہوئی)

مدن پال

یہ گوپال کا لڑکا تھا جسکے مشہور و معروف قوت کی وجہ سے کبھی ہمیبلیون کا دیوتاؤں کے دریا کے کنارہ پر چرچا ہوا اسکا چھوٹا بھائی دیوپال جانشین ہوا

دیوپال

پسر گوپال اپنے بھائی کا جانشین تھا جس نے کہ لاکھوں مغرور دشمنوں کو تباہ کر دیا اور فیاض و رحیم تھا اس بادشاہ کا معروف و مشہور نام دیوپال تھا کہ جسکے کاموں کے تذکرہ کی وجہ سے اس زمانہ میں بھی اپنے دشمنوں پر فتحیاب ہو سکتے ہیں۔

بھیم پال

یہ لڑکا دیوپال کا تھا اس نے بہادر دشمنوں کو جو ناقابل فتح تھے شکست دی اور جسکا نفیس جسم مثل سونے کے بے عیب تھا اور وہ پیدائشی مدبر تھا ہر جگہ اس نے خیر و فلاح مخلوق میں اپنے عہد میں پھیلائی اور دیوتاؤں اور برہمنوں کا وہ مطیع تھا۔

سورپال

یہ لڑکا بھیم پال کا تھا۔ بعد بھیم پال کے حکمراں ہوا جو کہ تمام دنیا میں مشہور و معروف

بھی آیا یہاں پر دیوپال کے وزیر **رُلہا** نے اُس کو مٹھ یعنی شیو کی خانقاہ کا افسر کر دیا (سطر ۹ لغایت ۱۲)

اسکا جانشین اس عہدہ پر اسکے بعد ایک اور پاک مشہور شخص مورتی گن ہوا یہ مورتی گن راجہ سورپال دیو کا دینی معاملات میں ناصح ہو گیا۔ (سطر ۱۳ لغایت ۱۵)

مورتی گن کے بعد اُسکا شاگرد ایشان شیو اُسکے جانشین ہوا یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ گوڈ میں پیدا ہوا جو کہ رت ہرگوا گوت کے متعلق تھا معہ پانچ پرووروں کے - یعنی **ھرگوا[۱] - چیاون[۲] - اپنوان[۳] - اودوا[۴] - جمدگنی[۵]** - یہ دو جبنی وکشو کا بڑا لڑکا تھا - اور رساون وسنہا پٹی جو ملک ہریانہ میں واقع ہے اُسکا باشندہ تھا - ایشان شیو نے دنیا کو ناپائدار و فانی سمجھکر ایک مندر شیو کا بنایا - جسمیں خیال کیا جا سکتا ہے کہ یہ کتبہ اول اُس میں نصب کیا گیا - اور بیداوان لک کی مالگذاری اُسکے متعلق کر دی - (سطر ۱۶ لغایت ۲۱)

کتبہ کے اُس حصہ کے اختتام پر ایک شعر ہے اور سطر ۲۱ سے ظاہر ہوتا ہے کہ رُلہا وزیر کے بعد کہ جسکا اوپر ذکر کر چکے ہیں **لچھمی دھر** اور **جگت پال** وزارت پر مقرر ہوئے - جو کہ شیو کی پرستش رُلہا کی طرح بہت خلوص سے کرتے تھے - باقیماندہ دیگر مقامات جنکا کہ ویدا موتھ کے علاوہ کتبہ میں ذکر کیا گیا ہے انا ہلہ پٹکا جو صوبہ گجرات میں اہنل واڑہ کے نام سے مشہور ہے اور ہریانہ جو کہ حال میں ہرانہ کے نام سے مشہور ہے **امپیل گن پٹہ** کے موافق

بہ پنجاب کے ضلع حصار میں ایک قصبہ ہے سمپل اور بہداون لاک اور اہالی گٹھ جو سطر ۱۲ میں نام آئے ہیں اُن مقاموں کو مترجم یعنی پروفیسر مسٹر گوٹن جن نہیں بیان کر سکتے کہ یہ مقام کون ہیں ۔

یہاں تک ہمنے عبارت خلاصہ رپورٹ پروفیسر موصوف نقل کی ہے ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ راجہ لکھن پال کے عہد میں جو مندر شیو کا بنایا گیا تھا اور جسکی پرستش کرنے والے اور چیلے جنکا ذکر اوپر ہو چکا ہے وہ بدھ مذہب والوں کے خلاف شیو کی عبادت کے پابند تھے ۔ اب یہ امر پایہ تحقیق کو نہیں پہونچا کہ وہ مندر شہر کی کس جگہ پر تعمیر ہوا تھا لیکن ہم اسوجہ سے کہہ سکتے ہیں کہ جہاں سے یہ کتبہ یعنی پتھر برآمد ہوا ہے وہ قلعہ کا منڈہی دروازہ مشہور تھا جس سے یہ قیاس ہوتا ہے کہ کسی گوسائیں یا عابد کی منڈہی متصل مندر شیو کے جانب مشرق قلعہ سے ضرور ہوگی کیونکہ قلعہ کے دروازہ کا نام منڈہی دروانہ رکھا گیا اور یہ کتبہ بھی وہاں سے برآمد ہوا ۔ معلوم ہوتا ہے کہ بودھ والوں نے اُس مندر کو نیست و نابود کیا اور اُس کتبہ کو اس دروازہ کی تعمیر میں لگا دیا جو متصل اسکے تھا ۔ باقی حالات ہم آیندہ شہر کی عمارتوں میں اسکے متعلق بھی لکھیں گے ۔ یہاں ہمکو صرف اسقدر لکھنا مقصود تھا کہ راجہ لکھن پال کے عہد میں ایک بڑی یادگار یعنی شیو کا مندر بنایا گیا ۔ تحریر مذکورہ بالا سے ناظرین کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ قبل تعمیر مندر کے خانقاہ یعنی عبادت خانہ اہل ہنود کا کوئی بہت بڑا اس شہر میں تھا کہ جسکا تذکرہ راجہ دیوپال کے عہد میں ہوا ہے کہ وزیر رلہانے

مٹھ یعنی پتھر کی ایک خانقاہ کا افسر ودمیش کو کیا تھا۔

اب ہمکو یہ لکھنا ہے کہ بعد شہزادہ لکھن پال کے کون حکمراں اس شہر کا ہوا۔ یہ امر ہمکو کسی تاریخ سے ہنیں معلوم ہوتا کہ لکھن پال کے بعد ان راجاؤں کے جو حکمراں رہے کیا کیا نام تھے مگر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جب ہمنے اپنی تحقیق سے سمندر پال جوگی سے سلسلہ لکھن پال کا ملایا ہے تو لکھن پال کا نمبر بارہواں سمندر پال سے ہوتا ہے۔ اور جو شجرہ راجگان دہلی کا ہمنے جانب راست لکھا ہے اسمیں بارہویں نمبر پر بینی پال کا نام ہے اور بینی پال کے بعد ہرپال اور مدن پال اور کرم پال اور بکرم پال تک یہ خاندان حکمراں رہا ہے اس حساب سے چار درجہ اور ہمکو قیاس کرنا چاہیئے کہ خاندان پال میں بدایوں کی بھی سلطنت رہی۔ پس سمندر پال کی اولاد کا زمانہ سلطنت ۱۶ پشت تک تاریخ سے ثابت ہوتا ہے۔ سمندر پال کی اولاد کا خاتمہ تلوک چند والی ٹھڑانچ نے آخر راجہ بکرم پال کو محاربہ میں قتل کرکے کردیا۔ پھر راجہ تلوک چند کی اولاد نے ایکسو اٹھارہ ۱۱۸ برس کچھ مہینہ سلطنت کی اور نو پشت تک حکمراں رہی مگر یہ نہیں معلوم ہوتا کہ تلوک چند یا اُس کی اولاد بدایوں میں حکمراں رہی ہو الا ممکن ہے کہ اُس کی طرف سے کوئی گورنر یہاں حکمراں رہا ہو کیونکہ تواریخ میں بذیل سلاطین ہندوستان اُسکا سلسلہ قایم کیا گیا ہے۔

اب ہم ایک دوسرے کتبہ سے بدایوں کی ابتدائی تاریخ کا پتہ لگائینگے سنہ ۱۸۹ء میں کاتب الحروف و لالہ کشوری لال ساہوکار شاہجہاں پور کچہری آنریری مجسٹریٹان بنچ شاہجہاں پور میں اجلاس کررہے تھے کہ ایک چپراسی

نے خبر دی کہ ایک شخص اس کوٹھی کے نیچے بازار میں ایک لوہے کی بہت بھاری سِل رکھے لیئے جاتا ہے ہمنے اُس شخص کو مع سل کے اپنے سامنے طلب کیا تو دیکھا کہ ایک تختی تانبے کی جو تخمیناً بیس سیر سے زائد وزن میں ہوگی اور اُس میں کچھ ہندی میں لکھا ہوا ہے۔ اُس کے پاس ہے جب اُس شخص سے دریافت کیا کہ یہ تجھکو کہاں ملی اُس نے بیان کیا کہ موضع بانس کھیڑہ کا میں کاشتکار ہوں جو شاہجہاں پور سے آٹھ سات میل جانب جنوب و شرق واقع ہے وہاں ایک کھیڑے پر ہَل چلاتا تھا کہ مجھکو یہ ملا لہذا فروخت کو لایا ہوں لالہ کشوری لال نے دس عہ روپیہ اُس کاشتکار کو دیکر وہ تختی خرید لی میں نے اُن کو یہ مشورہ دیا کہ بہتر ہے اسکو مجسٹریٹ و کلکٹر ضلع کے روبرو لیجاؤ کیونکہ اُسکے حرف پڑھنے میں نہیں آتے ہیں شاید کوئی دفینہ کی تختی ہو۔ چنانچہ وہ مسٹر آروِن صاحب بہادر مجسٹریٹ ضلع کے پاس لے گئے صاحب ممدوح نے اُس کو واسطے ترجمہ اور دریافت حال کے محکمہ آثار قدیمہ میں روانہ کر دیا اُسکا ترجمہ محکمہ مذکور سے ہو کر عجائب خانہ لکھنؤ میں وہ تختی رکھی گئی اور ایک چٹھی[1] نمبری ۱۸۹ مورخہ ۱۸ ستمبر ۱۸۹۴ء کیوریٹر پراونشل عجائب خانہ لکھنؤ نے بنام صاحب کلکٹر

---

[1] ترجمہ چٹھی مرسلہ کیوریٹر پراونشل نمبری ۱۸۹ مورخہ ۱۸ ستمبر ۱۸۹۴ء۔ بنام کلکٹر صاحب شاہجہاں پور گذشتہ ۲۰ اگست کو لالہ کشوری لال ساہوکار و آنریری مجسٹریٹ شاہجہاں پور ایک پتھر عجائب خانہ کیواسطے لائے کہ جو ایک تانبے کے پتھر پر کندہ ہے

(بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

ساہجاپنور بھی اس کتبہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں ہرشاوردہن جو راجہ تھا جسکا دارالسلطنت تھانیسر واقع ملک پنجاب تھا اور اس کی عملداری پنجاب سے لیکر کوہ ہمالہ تک تھی اس راجہ نے موضع سری ماہیہ چکرا واقع ضلع گنگا درگ وصوبہ اہائی چھترا یعنی رام نگر متصل آنولہ جسمیں ایک بہت پرانا قلعہ کوٹ اب موجود ہے دو برہمنوں کو جو شام ویدی اور رگ ویدی تھے بوجہ عالم ہونے کے قدردانی میں عطا کیا تھا اس تحریر سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ بدایوں جو متصل رام نگر کے واقع ہے (یعنی بدایوں سے رام نگر جانب شمال بیس یا بائیس میل کے فاصلہ پر ہے) ضرور تحت حکومت ہرشاوردہن کے اور اسکے مورثوں کے رہا ہوگا۔ اور جب ہم دوسری تواریخ پر نگاہ کرتے ہیں تو ان سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ

اور ایک مہر لگی ہوئی ہے اور یہ پتھر انہوں نے خود انکے بیان کے بموجب مبلغ دس روپیہ کو بانس کھیڑہ کے ایک کاشتکار سے خریدا تھا۔ یہ یقین کرکے کہ یہ وہی پتھر ہے جسکا حوالہ آپکی چٹھی نمبری ۵۹۳ مورخہ ۱۲۔ اگست میں ہے اسپر رپورٹ ذیل کرتا ہوں۔

پتھر پر ایک اچھا نوشتہ تحریر ہے یہ نوشتہ بادشاہ اعظم ہرشاوردہن بادشاہ تھانیسر کا ہے جوکہ اب پنجاب میں واقع ہے یہ بادشاہ سنہ ۶۰۶ء سے سنہ ۶۴۸ء تک ایک بہت بڑے حصہ شمالی و وسط ہندوستان پر حکمراں تھا۔ اس کی اور اس کے خاص مورثان کی سوانح جات عمری بانا بھٹ نے اپنی کتاب سری ہرشکری تم میں اور چینی بدھ مذہب کے سیاح ہونسنگ چنگ نے جو کہ بادشاہ سے قنوج میں ملا تھا اپنی کتاب (بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

قنوج کی سلطنت اُس زمانہ میں تھانیسر والوں کے قبضہ میں تھی اور کوہ ہمالہ تک تھانیسر والوں کی عملداری تھی۔

اس خاندان میں اول درما وردھن۔ بعدہ راجیا وردھن۔ اول اندرپھرادی وردھن پھر پراوکرا وردھن نے راج کیا اُسکے بعد اُس کے دو بیٹے اول راجیا وردھن بعدہ ہرشا وردھن حکمراں ہوئے اس خاندان کی حکومت سنہ ۵۳۴ء سے شروع ہوکر سنہ ۶۴۸ء پر ختم ہوئی ہرشا وردھن

۵۸ / ۶۴۰ ء مراد

سی پولٹ میں تحریر کیئے ہیں۔

شجرہ خاندان ہرشا یعنی ولیشہ تھانیسر والوں کی اس تختی پر اسطرح دیا ہوا ہے

(۱) وردھنا۔ جسکی شادی دیچرنین دیبی کے ساتھ ہوئی (۲) راجیا وردھنا۔ جسکی شادی ایپسر دیبی کے ساتھ ہوئی۔ (۳) ادت یاد دہنا۔ جسکی شادی مہاسینا گپتا دیبی سے ہوئی۔ (۴) پرابھاکرا وردھنا۔ جسکی شادی لبسومتی دیبی سے ہوئی

(۵) راجیا وردھنا دوم
(۶) ہرشا وردھنا

یہی شجرہ مہر میں ہے جو کہ پتھر کے ساتھ ہی اس نوشتہ کا مقصد عطا کرنا موضع سرای مایہ چکی واقع صوبہ اھائی چترا کا جسکو اب رام نگر و آنولہ کہتے ہیں اور ضلع گنگا درگہ دو عالم برہمنوں سمیان بھٹاپالی بھدر جو بھوری جیس ہریگ ویدی کا ہم مکتب تھا۔ اور بھٹ بھدر اسوامی جو ہم سبق چندر گو مشام ویدی کا تھا اور یہ ہر دو بھارت دواج گوتر تھے۔

یہ نوشتہ ہرشا کے فتحیاب لشکر سے عطا کیا گیا تھا یہ لشکر مقام بھری وردھ سیانا کوٹی جہاں کشتیاں اور ہاتھی اور گھوڑے موجود تھے واقع تھا اور اُسکی تاریخ سمت ۲۲ ہرشا [illegible]

۶۰۶ء میں حکمراں ہوا تھا[1] - راجہ ہرشا وردہن کے ماتحت بدھ مذہب کے لوگ تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بدھ مذہب کا یہ بہت بڑا حامی تھا بہ اول میں جو شیو کے مندر کا پتھر دیوار قلعہ میں لگا ہوا ملا ہے - اولاً ہمکو یہ یقین ہوا تھا کہ مسلمانوں نے کسی مندر کا پتھر دروازہ میں لگا دیا لیکن ہم اب یہ کہ سکتے ہیں کہ جب بدھ مذہب حوالی قنوج میں ہمالہ تک جاری ہو گیا تھا تو اُس زمانہ میں جبکہ قلعہ تعمیر ہوا ہوگا شیو کے مندروں کو ویران کرکے ابتداءً قلعہ کے دروازہ میں وہ پتھر لگا دیا گیا مسلمانوں نے کسیوقت قلعہ کی تعمیر نہیں کی اور دروازہ پُرانا قلعہ کا تھا پس اس سے یہ بخوبی تحقیق ہو گیا کہ یہ کام سوائے

ہریوا کا کاتک بدی اندھیری پنچ مطابق نومبر ۶۴۳ء میں ہے یعنی دو برس پہلے ہرشا کے مرنے سے یہ نوشتہ بہت ضروری کام کا ہے کیونکہ اس سے تاریخ وغیرہ کے اغراض حاصل ہوتے ہیں اور گورنمنٹ کو اسکو حاصل کرنا ہے اور لکھنؤ کے عجائب خانہ کو دیدینا چاہیئے کمیٹی بخوشی دس روپیہ[2] دیدیگی اگر لالہ کشوری لال خود اسکو دینا پسند نہ کریں۔

---

[1] آئینہ تاریخ مؤلفہ راجہ شیو پرشاد صفحہ ۸ میں مرقوم ہے کہ جالندھر اور تھانیسر سے لیکر گنگا ساگر تک اور ہمالہ سے لیکر دریائے نربدا اور مہاندی تک قنوج کے بدھ مت راجہ ہرشا وردہن کے زیر حکم تھا اور وہ کشمیر اور گنجام کے راجہ سے لڑنے گیا تھا لیکن مہاراشٹر کے چھتری راجہ نے اُسکو شکست دی۔
کتاب تاریخ ہند جلد اول حصہ اول صفحہ ۸ دفعہ ۸ مؤلفہ منشی ذکاء اللہ خاں بہادر میں مرقوم ہے کہ ہیونگ تھسنگ چینی سیاح نے جو ۶۲۵ء میں ہندوستان میں آیا اپنے حالات سفر کے لکھے ہیں کہ قنوج میں خاندان لائی سی ایک راجہ نامی راج کرتا تھا۔

بدھ مت والوں سے کسی دوسری قوم نے نہیں کیا اور یہ مسلمہ امر ہے کہ بدھ مذہب والوں کو شیو وغیرہ کی مورتوں سے سخت نفرت تھی اور وہ شیو کی پرستش کے مخالف تھے اور ہماری اس رائے کی تائید کہ راجہ ہرشا وردھن بدھ مذہب تھا چینی سیّاح ہوانگ سانگ کے بیان سے ہوتی ہے فرخ آباد کے ضلع میں جو ایک قصبہ کمپل ہے جین مذہب والوں کا تیرتھ[۵۱] وہاں ہے اور تاریخ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جین مذہب بدھ مذہب کے بہت مشابہ ہے ۔ بدھ موافق رائے بعض مورخین حضرت عیسٰی سے ۶۲۳ برس پہلے ہوا ۔ او بعض کے نزدیک ۵۵۷ برس پہلے حضرت عیسٰی سے شاکی منی گوتم بدھ سورج بنسی چھتری راجہ **سدھودھن** کا بیٹا تھا شاکی اسکی کنیت تھی گوتم چھتریوں کی ایک عالی ذات کا نام ہے اور منی تارک الدنیا کو کہتے ہیں اور بدھ کے معنے عاقل کے ہیں اصلی نام اُس کا سدہارتھ[۵۲] تھا جب راجہ اشوک کے زمانہ میں جبکا دار السلطنت پٹنہ تھا بدھ کے مذہب میں کچھ رخنہ پڑا اُسوقت مقام سورون سے جو بدایوں سے ۲۲ میل جانب جنوب گنگا کے کنارہ پر واقع ہے بدھ کے مشہور چیلہ ریوت ستھور کو بدھ مذہب والے ناؤ پر سوار کراکے پٹنہ لے گئے یہ واقعہ ۲۴۳ قبل زمانہ عیسوی[۵۳] کا ہے الا تاریخ الفنسٹن میں اشوک کا زمانہ

---

[۵۱] آئینہ تاریخ نما راجہ شیو پرشاد صفحہ ۵۸ ملاحظہ طلب ہے ۔

[۵۲] صفحہ ۵۸ دفعہ ۵۳ کتاب تاریخ ہند ذکاء اللہ خاں بہادر

[۵۳] صفحہ ۶۷ آئینہ تاریخ نما ۔

سلطنت قریب ڈھائی سو برس قبل حضرت عیسےٰ کے درج ہے اور مورخ موصوف نے کتبوں اور دیگر تواریخ معتبر سے حوالہ دیا ہے (دیکھو تاریخ الفنسٹن حصہ اول صفحہ ۲۱۱) اور وید کی تالیف[لہ] حضرت عیسےٰ سے چودہ سو برس پیشتر ہوئی اور جبتک بدھ مذہب والوں نے غلبہ نہیں پایا وید کے پابند بہت لوگ تھے۔ اور بدھ مذہب کا زوال بموجب بیان چینی سیاح کے سنہ ۵۰۰ء میں شروع ہوا اُسوقت گنگا جمنا کے کنارہ کے ملکوں میں بدھ مذہب بہت زایل ہو چکا تھا۔ مگر دیگر اطراف میں بدھ مذہب بہت پھیلا ہوا تھا۔ لیکن بعد اُسکے بدھ مذہب نے ہند کے بعض اضلاع پر عظمت حاصل کر لی تھی۔

شنکر اچارج سوامی نے سنہ ۸۰۰ اور سنہ ۹۰۰ کے درمیان بدھ مذہب والو کو ہندوستان سے بالکل نیست ونابود کیا۔

ہم اس مقام پر یہ لکھنا چاہتے ہیں کہ بعد ہرشا وردھن کے خاندان کے کس خاندان میں حکومت بدایوں کی آئی لیکن کسی تاریخ یا معتبر کتبہ سے اسکا پتہ نہ ملا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ طوائف الملوکی رہے۔ مگر یہ امر محقق ہے کہ سنہ ۴۲۹ھ مطابق سنہ ۱۰۳۶ء تک اہل ہنود کے قبضہ میں حکومت اس ضلع کی رہی۔ بعض اقوال قدما اس طرح ہیں کہ راجہ بدھ نامی قوم اہیر سے

[لہ] دیکھو کتاب جلد اول تاریخ ہند مؤلفہ گوبر ذبھی صفحہ ۲۰۹ مطبوعہ سائنٹیفک سوسائٹی علیگڈھ۔

تھا اُس نے یہ قلعہ بدایوں کا بنایا اور شہر کو آباد کیا اور اُس کی اولاد ۴۴۹؁ھ تک حکمراں اس شہر میں رہی پھر سپہ سالار مسعود غازیؒ نے محمود غزنوی کے عہد میں حملہ کرکے قلعہ کو فتح کیا اسوقت سے قدم مسلمانوں کے اس جگہ آئے اور اہل ہنود نے طرح طرح کی روایات جنکا کسی تاریخ سے پتہ نہیں ملتا ہے مشہور کر رکھی ہیں ۔ ایک یہ بھی حکایت ہے کہ سمت ۱۲۳۲ بکرماجیت میں اجے پال نے جو قوم کا راٹھور تھا اس قلعہ کو تعمیر کیا اور بھرت اور سوتی اور سنڈی کو جو بڑے بڑے نامی پہلوان تھے قتل کرکے بنیاد قلعہ میں رکھدیا اور انہیں کے نام سے دروازوں کا نام رکھدیا اور آخر راجہ اس خاندان کا دھرمپال تھا اور وہ بڑا عیاش جسکی نو سو رانیاں تھیں اور غیر منتظم بدمعاملہ تھا اُسوقت شہاب الدین غوری نے حملہ کیا اور راجہ کو قتل کرکے قلعہ میں اپنی حکومت کرلی ۔ اور کالسین جو اُسکے باپ کا وزیر تھا اور اُس کا باپ اجے پال ۱۲۴۵ء میں فوت ہو گیا تھا ۔ اُس وزیر نے کالسین محلہ بسایا تھا جو ابتک کالسین تلا مشہور ہے ۔ اور اُسکی چھتری اوسہت میں ہے جہاں وہ فوت ہوا تھا ۔

پس یہ روایت اُس کتبہ سے جو قلعہ کی بنیاد سے نکلا بالکل مختلف ہے اُس میں کوئی نام اجے پال یا دھرمپال شجرہ راجگان بدایوں سے نہیں پایا جاتا اور نہ راجہ بدھ کا ذکر ہے ۔ البتہ کالسین محلہ موجود ہے اوسہت میں ایک چھتری بھی کالسین کی موجود ہے نہ معلوم یہ کالسین کون شخص تھا ۔

باب سوم

فرمانروایانِ اسلام

راجہ بدھ کی اولاد ۴۲۹ھ مطابق ۱۰۲۸ء میں بدایوں میں حکمراں تھی مشہور ہے کہ یہ قوم اہر تھی رپورٹ بندوبست اور گزیٹیر بدایوں میں یہ لکھا ہے کہ سنہ مذکور میں **سید سالار مسعود غازیؒ** جو ہمشیرزادہ سلطان محمود غزنوی کے تھے قلعہ بدایوں پر حملہ آور ہوئے اور ایک جنگ عظیم واقع ہوئی بہت سے مسلمان شہید ہوئے اور رپورٹ مذکور میں یہ بھی تحریر ہے کہ ان شہدا کے مزارات زیادہ تر جانب غرب اس سڑک کے متصل ہیں جو شہر سے بلسی کو جاتی ہے (یعنی حضرت شاہ ولایت صاحب کے بن میں ہوکر) اور کچھ جانب شرق موضع لکھن پور میں اور حوالی شہر بدایوں میں ہیں۔ اور میراں ملہم شہید استاد حضرت مسعود غازیؒ کے تھے اور برہان قتالؒ جنکا مزار منڈئی دروازہ پر ہے ایک فوج کے افسر تھے میراں ملہم شہید کا مزار بھرتول دروازہ پر چوکی پولیس کے پاس موجود ہے حضرت سالار مسعود غازیؒ نے قلعہ فتح کیا اور مسلمانوں کی ابتدائی آمد اور حکومت اس سنہ سے اس ضلع میں قایم ہوئی یہ حالات ہمنے گزیٹیر بدایوں اور رپورٹ بندوبست ۱۸۷۲ء سے نقل کیے ہیں الا اور کسی تاریخ مستند میں ہماری نظر سے باوجود تلاش نہ گزری اگر یہ واقعات صحیح ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے

کہ محمود غزنوی نے حکومت قلعہ جبکہ راجہ نے اطاعت قبول کی پھر اُسی کے سپرد کر دی تھی مگر بعد واپسی سلطان مذکور ہنود نے بغاوت اختیار کی اور بدایوں میں راجہ خود سر ہو گیا۔

ناظم ۱

قطب الدین ایبک

شہاب الدین غوری یعنی معز الدین سام نے قطب الدین ایبک کو جو اُسکا غلام تھا ہندوستان کو واسطے مجادلہ اور محاربہ کے روانہ کیا تو قطب الدین ایبک نے سنہ ۵۹۱ھ میں بدایوں کے قلعہ پر حملہ کیا راجہ پرم کی اولاد اُس زمانہ میں حکمران مشہور تھی قطب الدین ایبک نے شب خون مارا اور قلعہ کے اندر داخل ہو کر راجہ کو قتل کیا۔ ہمکو اس راجہ کا نام و تفصیل جنگ کسی تاریخ سے معلوم نہ ہوئی مگر گزیٹیر بدایوں نے بلا حوالہ کسی تاریخ کے دھرمپال نام لکھا ہے سب سے اول مسلمانوں میں قطب الدین ایبک حکمران بدایوں ہوا اور بعدہ اُس نے اپنے اَیام حکومت میں ایک مدرسہ معزیہ اپنے آقا کے نام پر اندرون قلعہ بدایوں متصل جامع مسجد قایم کیا اور اُسکی تعمیر عمدہ طور سے ہوئی اور یہ مدرسہ زمانہ قدیم میں بہت بڑا دار العلم مشہور تھا بہت سے دانشمند اور علما اس مدرسہ سے دستار فضیلت حاصل کرکے فائز المرام ہوئے چنانچہ حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیا قدس سرہ نے اپنے ملفوظات میں مولانا زین الدین کا تذکرہ کیا ہے جو ایک عالم اس مدرسہ میں تھے جنکا حال ہم

تذکرۃ الواصلین میں لکھ چکے ہیں۔ ایبک تخمیناً ایک سال تک حکومت بدایوں کرتا رہا تاریخ فرشتہ نے ۵۹۹ھ ہجری اور منتخب التواریخ وغیرہ نے ۵۹۱ھ ہجری سال فتح قلعہ بدایوں مرقوم کیا ہے۔

بعد وفات شہاب الدین غوری کے قطب الدین ایبک دہلی کے تخت پر متمکن ہوا۔ شہاب الدین نے قطب الدین ایبک کو کل ہندوستان کی حکومت بطور وزیر اعظم کے سپرد کر دی تھی۔ اور خود وقت واپسی کنارہ سندھ پر کھکڑوں کے ہاتھ سے ۳-شعبان ۶۰۲ھ کو شہید ہوا جسکی تاریخ کتاب ہفت اقلیم میں خوب لکھی ہے **قطعہ**

شہادتِ ملکِ بحر و بر شہاب الدیں + کز ابتدائے جہاں ہمچو او نیامد یک
سوم ز غرہ شعبان بسال ششصد و دو + فتادہ در رہِ غزنیں بمنزلِ دمیک

ناظم ۲

سپہ سالار ہزبر الدین حسن ارنب

قطب الدین ایبک نے عہد شہاب الدین غوری میں جبکہ وہ نائب سلطنت تھا سپہ سالار ہزبر الدین حسن ارنب کو اپنی جگہ ناظم بدایوں کا کیا تھا۔ چنانچہ اسکے عہد میں ملک الغازی محمد بختیار خلجی بوجہ گردش زمانہ و عدم قدر دانی بندگان معزیہ مہمان ہزبر الدین حسن کا بدایوں میں ہوا اور ہزبر الدین موصوف نے اسکی کچھ تنخواہ مقرر کر دی تھی ہم اس موقعہ پر بختیار خلجی مہمان بدایوں کا حال بھی کچھ لکھنا مناسب سمجھتے ہیں۔۔

یہ شخص ملک افغانستان کا رہنے والا تھا نہایت فرزانہ دلیر و مردانہ تھا بقصد ملازمت غزنی آیا بندگان شاہی نے کچھ اسکی قدر افزائی نفرمائی چنانچہ وہاں سے ہندوستان میں وزیر سلطان معزالدین شہاب الدین کی خدمت میں حاضر ہوا وہاں بھی کچھ رسوخ نہ پایا واپس چلا راہ میں بدایوں میں چند مدت ملک ہزبر الدین حسن کا مہمان رہا اس نے علاوہ مہمان نوازی کے کچھ ماہانہ بھی مقرر کر دیا وہاں سے اودھ چلا وہاں کے حاکم حسام الدین غلبک نے اسکی قدر فرمائی اور حاکم سلہٹ و سہلی کا کر دیا چونکہ شجاعت جبلی رکھتا تھا ملک بہار تک اپنے قبضہ میں کر لیا اور خوب غنیمت حاصل کی اسوجہ سے اسکی شہرت قطب الدین ایبک کے کان تک پہونچی اور اُس کی طلب ہوئی۔ ایبک نے اُسکو بڑے اعزاز و اکرام سے رخصت کیا چنانچہ ملک بہار میں اسکی قوت دو بالا اور اثر زیادہ ہوتا چلا گیا اور قلعہ بہار بڑی جوانمردی سے تنور میں کود کر جو قلعہ کے دروازہ پر تھا فتح کر لیا۔

اب دوبارہ ایبک نے اُسکو خلعت و اعزاز بخشا۔ حاسدوں نے جو دربار دہلی میں روبرو قطب الدین ایبک کے رہتے تھے محمد بختیار خلجی کی جانب سے قطب الدین کو بدظن کیا جب بختیار خلجی دہلی گیا تو قطب الدین ایبک نے ایک مست ہاتھی سے بختیار خلجی کو مقابلہ کا حکم دیا۔ بختیار خلجی نے بڑی جوانمردی سے ایسا گرز اُسکے لگایا کہ ہاتھی سامنے سے بھاگ گیا اُس کی جرأت کو دیکھکر ایبک بہت خوش ہوا اور اس صلہ میں ملک بہار اور بنگال کا اُسکو حاکم کر دیا۔ اس زمانہ میں مسلمان بکثرت یمن اور عرب سے آکر بدایوں میں آباد ہونا

شروع ہوئے آخر میں اس نے رائے لکھمنیہ کی دار الحکومت نودیہ کو فتح کیا اور تبت کی جانب رُخ کیا چنانچہ اکثر ملک فتح کیے جب تمام لوٹ کے جسکا گرشتاسپ شاہ نے آباد کیا تھا پہونچا تو راستہ برفستان وغیرہ کی وجہ سے اکثر فوج ضائع ہوئی مجبوراً واپس ہوا آخر بیمار ہوکر ۶۰۲ھ میں مرگیا اور بعض کا قول ہے کہ علی مردان نے حالت بیماری میں چاقو مارکر شہید کردیا۔

ناظم ۳

التمش

قطب الدین ایبک نے بزمانہ نیابت سلطنت بجائے ہزبر الدین شمس الدین التمش کو ۶۰۶ھ میں گورنر بدایوں مقرر کیا۔ التمش کا نام سابق ایلم خاں تھا اور قوم قراخطائی ترک سے تھا۔ اور اُسکے باپ کا قبیلہ البری تھا اس کے سگے بھائی یا چچازاد بھائیوں نے بوجہ اس رشک و حسد کے کہ یہ سب میں دانا و عاقل تھا اُسکے ماں باپ سے بحیلہ سیر گلہ اسپان کے لیجاکر سوداگر کے ہاتھ مثل یوسف علیہ السلام کے بیچ ڈالا اُس سوداگر نے بخارا میں لیجاکر صدر جہاں کے رشتہ داروں کے ہاتھ بیچڈالا اس نے بخارا میں تربیت پائی اور علم حاصل کیا پھر حاجی بخاری نے اسکو خرید کیا حاجی بخاری نے شہاب الدین غوری کے ہاتھ بیچنا چاہا۔ لیکن بادشاہ سے کچھ قیمت پر فیصلہ نہ ہوا تب بادشاہ نے عام حکم دیا کہ غزنی میں کوئی اسکو نہ خریدے دہلی میں جاکر بیچیں شمس الدین کے ہمراہ ایک اور ایبک نامی غلام بھی تھا۔ قطب الدین نے دہلی میں شمس الدین

اور ایبک کو حاجی جمال بہست قیاسے سے جو دونوں کے مالک تھے ایک لاکھ چیتل کو خریدا۔ ایبک کا نام طمغاج رکھکر بٹھنڈہ کا حاکم مقرر کیا جو ملک تاج الدین یلدوز کی جنگ میں مارا گیا۔ اور ایلم خان کا جیسا ذرا اوپر لکھ چکے ہیں التمش نام رکھا اور فرزندی میں لیا۔ اور میر شکار کا عہدہ دیا اور گوالیار کے فتح ہونے پر اُسکو گورنر گوالیار مقرر کیا بعدہ علاقہ برن یعنی بلندشہر بھی اُس کی جاگیر میں اضافہ کیا جب اُس کی لیاقت زیادہ دیکھی تو اُسکو بدایوں کا ناظم مقرر کیا۔ جب سلطان شہاب الدین غوری کھگروں کے فساد مٹانے کو ہندوستان آیا تو قطب الدین ایبک کے حکم سے التمش بدایوں کا لشکر لیکر قطب الدین کے لشکر سے پنجاب میں جاملا التمش کی دلاوری و مردانگی کی بڑی شہرت تھی اُس نے اس لڑائی میں اپنی جوانمردی اس طرح ظاہر کی کہ خود گھوڑے پر مسلح سوار تھا عقب لشکر دشمن کے اپنا گھوڑا پانی میں ڈالدیا۔ اور دشمنوں سے اپنی تھوڑی فوج لیجاکر خوب لڑا۔ کھگروں کو شکست دی بارہ ہزار آدمیوں کو اُسی لڑائی میں قتل کیا۔ جب سلطان شہاب الدین نے التمش کی یہ مردانگی و کارنمایاں دیکھے تو انعام و خلعت فاخرہ سے سرفراز کیا۔ اور قطب الدین سے اُسکی تربیت کے واسطے کہا اور حکم دیا کہ اسکو آزاد کردے۔ آزاد ہوکر وہ مرتبہ بمرتبہ امیر الامرائی کے درجہ پر پہونچا اور سلطان قطب الدین نے اپنی دختر سے اُسکا نکاح کردیا۔ جب سلطان قطب الدین ایبک کا لاہور میں انتقال ہوا تو وزرا اور امرا کی استدعا سے التمش مع جمعیت و لشکر بدایوں سے روانہ ہوکر دہلی پہونچا اور اپنا خطاب سلطان شمس الدین التمش رکھا

جب یہ تخت دہلی پر بیٹھا تو بعض امرا اسکے مخالف تھے اُنہوں نے چاروں طرف بغاوت شروع کردی التمش دہلی سے لشکر لیکر نکلا اور باغیوں سے جنگ شروع کی تاج الدین یلدوز نے معاہدہ کیا لہذا اُسکو چتر بھیجا اور لاہور و غزنی کا حاکم مقرر کیا مگر ناصر الدین قباچہ سے کئی مرتبہ لاہور پر جنگ ہوئی سنہ ۶۱۴ ہجری میں کہرام و سرہند و لاہور تاج الدین یلدوز نے ناصر الدین قباچہ سے چھین لیئے اور اُسکو شکست دی۔ خدا کی عنایت التمش کے شامل حال تھی جس طرف توجہ کرتی تھی باغی شکست کھاتے تھے۔ تھوڑے عرصہ میں اس نے ممالک دہلی و بدایوں و سوالک و بنارس کو فتح کر لیا اور یلدوز کو بھی شکست دی سنہ ۶۱۲ھ میں اُس کو قید کرکے بدایوں بھیجدیا۔ پھر ناصر الدین قباچہ اور التمش سے جنگ ہوئی۔ وہ شکست کھاکر بھاگ گیا۔ اور اسی سال خوارزم کے بادشاہ جلال الدین نے جو چنگیز خاں سے شکست کھاکر بھاگا تھا لاہور پر تسلط کیا۔ مگر اُسکو بھی ہزیمت نصیب ہوئی سنہ ۶۱۳ھ کو قلعہ رنتھمبور التمش نے فتح کیا جسکو پیشتر بادشاہان ہند فتح نہ کرسکے تھے۔ اور تمام ملک سندہ اور مالوہ میں اس نے فتوحات حاصل کیں۔ صاحب طبقات ناصری نے جو اسکے عہد میں تھا اور عہدہ مفتی پر مامور تھا اُسکی فتوحات میں بدایوں کو بھی شامل کیا ہے اولاً ہمکو یہ شبہ ہوا کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ قطب الدین بھی حاکم بدایوں ہو اور مکرر التمش نے بھی اُسکو فتح کیا ہو۔ اِلّا ہمارا شبہ اس طرح رفع ہوا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بعد گورنری بدایوں کے جب التمش دہلی کا بادشاہ ہوا تو بغاوت بدایوں کی اطراف میں بھی پھیلی ہوئی تھی

جیسا کہ ہم لکھ آئے ہیں۔ مؤلف موصوف نے یہ بھی لکھا ہے کہ رائے مان کو ہزیمت دیکر بدایوں فتح کیا۔ غالباً رائے مان کوئی اُسوقت کا زمیندار سربرآوردہ قوم اہیر یا راجپوت سے ہوگا ہمکو رائے مان کا حال کسی دوسری تاریخ سے نہیں ملا۔ الغرض یہ بادشاہ نہایت کریم النفس و دلیر اور فقیر دوست تھا چنانچہ اسکی ایک نقل مشہور ہے جیسا کہ طبقات میں درج ہے کہ خود التمش نے بیان کیا کہ میں ایک روز کچھ دام لیکر بعمر کم سنی انگور خریدنے گیا راہ میں وہ دام گر گئے ایک جگہ حیران کھڑا تھا کہ ایک درویش آیا اور اُس نے مجھکو انگور دیئے اور کہا کہ بابا جب بادشاہ ہونا تو فقیروں اور مسکینوں کی تعظیم کرنا اور نظر محبت سے دیکھنا۔ پس مجھکو جو کچھ سلطنت وغیرہ ملی ہے وہ سب بدعائے درویش ہے فی الحقیقت ایسا فقرا و علماء کا تعظیم کرنیوالا کوئی بادشاہ سلطنت دہلی میں نہیں ہوا۔

نقل ہے کہ جب التمش بغداد میں تھا تو اُسکے آقا کے ہاں مجلس درویشاں منعقد ہوئی۔ اور سماع سے اہل ذوق حال میں تھے التمش کھڑا ہوا اہل مجلس کی خدمت کرتا تھا اور شمع کے گل کاٹتا تھا۔ قاضی حمید الدین ناگوری بھی اُس مجلس میں شریک تھے اُن کو اس طرح درویشوں کی خدمت اسکی پسند آئی۔ نظر مہربانی فرمائی جسکی بدولت اسکو سلطنت حاصل ہوئی۔ جب مدتوں کے بعد التمش دہلی کے تخت پر بیٹھا اور قاضی صاحب ہند میں تشریف لائے اور طالب علموں کی تعلیم وارشاد میں مشغول ہوئے۔ اور اُنکی مجلس میں درویش رقص و سماع کرتے تھے اُس زمانہ کے علماء

بظاہر ہیں ملا حماد الدین و ملا جلال الدین سماع سے انکار کرتے تھے اور چاہتے تھے کہ قاضی کو معزول کرائیں غرض باہم مناظرہ ہوا ملا نے قاضی سے پوچھا کہ سماع حلال ہے یا حرام قاضی نے کہا کہ اہل قال پر حرام اور اہل حال پر حلال ہے۔ پھر قاضی نے سلطان کی طرف مُنہ پھیر کر کہا کہ وہ مجلس بغداد بھی یاد ہے کہ بتیجہ درویشان آپکو یہ درجہ ملا ہے۔ سلطان کو بہت رقت آئی اور قاضی کو اپنے پاس بُلایا اور بہت تعظیم و تکریم سے اپنے پاس بٹھایا اور پھر خود سلطان کو بھی سماع سے رغبت ہوئی اور وہ درویشوں کا معتقد ہوگیا۔ یہ بادشاہ بڑا عاقل فاضل صالح تھا۔ اور مظلوموں کی دادرسی کرتا تھا چنانچہ اسکا حکم تھا کہ مظلوم رنگین کپڑے پہنا کریں جب دربار میں بیٹھکر کسی کو رنگین کپڑے پہنے دیکھتا تو فوراً طلب کرکے اُس کی فریاد سُنتا اور دادرسی کرتا۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اسنے کہا کہ بعض آدمیوں پر رات کو ظلم ہوتا ہے۔ اُنکے انصاف میں تعجیل کرنا چاہیئے اس نے اپنے دروازہ پر دو زنجیریں مع گھنٹوں کے لٹکائیں پس مظلوم رات کو آکر زنجیر کو ہلاتے اور اُنکی آواز سے فوراً بادشاہ باہر آکر مظلوموں کی دادرسی کرتا تھا۔ اس مقام پر تاج الدین یلدوز کا بھی حال لکھنا مناسب ہے کیونکہ وہ بدایوں میں مرا اور وہیں مدفون ہوا تاج الدین یلدوز نہایت حلیم و کریم النفس تھا اُس کو بہت تھوڑی عمر میں شہاب الدین نے خرید کیا تھا جب آثار رشد اُس میں پائے تو سردار غلامانِ ترک کا کردیا اور جب بلوغ کو پہونچا تو ولایت کرمان و سیستان اسکو عنایت کی۔ اور جب بادشاہ یعنی شہاب الدین غوری

ہندوستان پر حملہ کرنے کو جاتا۔ تو کرمان میں تاج الدین کا مہمان ہوتا تھا تاج الدین ایک ہزار خلعت اور چار قب و جیغہ کلغی وغیرہ نذرانہ دیتا تھا۔ تاج الدین کے دو پسر اور دو لڑکیاں تھیں بحکم سلطان ایک دختر کی شادی قطب الدین ایبک کے ساتھ اور دوسری کی شادی ناصر الدین قباچہ سے کردی اور منجملہ دو لڑکوں کے ایک لڑکے کے معلم نے سر پر کوبنہ مارا جس سے وہ مر گیا جب یلدوز کو اس واقعہ کی خبر پہونچی تو اس معلم کو بلا کر کہا کہ آپ ابھی بھاگ جایئے آپ سے قصاص لیا جائے چنانچہ وہ میاں جی صاف بھاگ گیا یہ حکایت تاج الدین یلدوز کی مشہور ہے آخر سال جب شہاب الدین کرمان گیا تو یلدوز نے اپنی عادت کے موافق نذرانہ پیش کیا بادشاہ نے اسمیں سے صرف ایک قبا اور کلاہ لیلی۔ اور اپنا خاص لباس یلدوز کو عنایت کیا اور نشان سیاہ بخشا۔ بادشاہ کا یہ خیال تھا کہ بعد میرے ولی عہد شہر غزنی اسیکو ہونا چاہیئے کیونکہ بادشاہ کے کوئی اولاد بجز غلاموں کے نہ تھی اور ان سب میں تاج الدین یلدوز کو لائق و فائق سمجھتا تھا۔ چنانچہ بعد وفات سلطان کے جب اس کی سلطنت میں درہمی پیدا ہوئی تو یلدوز جلد دھاوا کرکے غزنی پہونچا اور سب کو رفع دفع کرکے بادشاہ غزنی کا ہوا اور تین چار دفعہ جب غزنی سے چلا آتا تھا تو اس کے ہاتھ سے ملک غزنی نکل جاتا تھا اور یہ پھر فتح کر لیتا تھا۔ آخرش خسر و دامادیں یعنی ایبک و یلدوز سے پنجاب سندھ میں لڑائی ہوئی اور یلدوز کو شکست ہوئی۔ اور غزنی کا بھی ایبک بادشاہ ہوا۔ تاج الدین کرمان سے فوج لیکر غزنی گیا اور

ایبک درّہ سے نکلکر ہندوستان چلا آیا اور غزنی یلدوز نے لے لی۔ اور کئی مرتبہ غور و خراسان وغیرہ میں یلدوز نے فتوحات حاصل کیں۔ اور سلطان غیاث الدین کو یلدوز نے ہرات بھیجکر حسن خرنتیل کو شکست دی۔ اب جبکہ اقبال اُسکا کمال کو پہونچا تو زوال شروع ہوا سلطان خوارزم شاہ نے فوج کشی کرکے تاج الدین یلدوز کو درّہ سے ہندوستان کی جانب نکالدیا تاج الدین یلدوز لاہور آیا اور یہاں قطب الدین ایبک کے داماد یعنی التمش کے ساتھ بمقام لاہور لڑائی ہوکر یلدوز کو شکست ہوئی اور گرفتار ہوکر بدایوں بھیجدیا گیا۔

وہ اپنی گرفتاری کے وقت یاس و رجز کے کلمات کہتا تھا جنکا مضمون اس شعر سے ملتا جلتا تھا ؎

منم کہ ہیبتِ من بیشہ خالی کز غضنفر شد * فلک یاری نکرد ای دوستاں دشمن مظفر شد

بالآخر بدایوں میں اپنی اجل طبعی یا زہر سے انتقال کیا۔ اور اُسکی قبر عقب شمسی جامع مسجد سلطان بلجنی کے نام سے اسوقت تک مشہور ہے۔ مگر مؤلف طبقات ناصری نے شہید ہونا اُسکا لکھا ہے الحاصل التمش سنہ ۶۰۷ھ مطابق سنہ ۱۲۱۱ء میں تخت نشین ہوا۔ بہ ایام گورنری سنہ ۶۰۶ھ مطابق سنہ ۱۲۰۹ء میں ایک بہت بڑی عیدگاہ سلطان موصوف نے تعمیر کرائی۔ جو شہر سے ایک میل کے فاصلہ پر جانب غرب واقع ہے اس عیدگاہ کی دیوار ۳۰۰ فٹ طول میں ہے اندر چبوترہ سابق میں ایک تھا اب ایک دروازہ درگاہ حضرت بدر الدین شاہ ولایت صاحب کا منبر کے پاس لگا دیا ہے اس سے جانب جنوب چبوترہ پر نماز عید کی ہوتی ہے اور جانب شمال کے چبوترہ پر خودرو درخت

جم آئے ہیں۔ بعض خدام حضرت شاہ ولایت نے دو ایک قبریں اس چبوترہ پر کرا دی ہیں یہ امر نہایت نازیبا ہے کہ مسجد کی آراضی پر قبر کیجائے۔ دیوار سابق جانب شمال بہت شکستہ ہوگئی ہے۔ اس عیدگاہ کے جانب شمال جہاں اب بن کے جھیل جھانکر موجود ہیں۔ اور ایک چھوٹا سا تالاب سڑک بلسی کے کنارہ پر ہے یہاں ایک تالاب شمسی کے نام سے تھا لیکن اب اسکا وجود نہیں ہے صرف گڑھا رہگیا ہے جسمیں کچھ پانی جمع رہتا ہے۔ تاہم جامع مسجد شمسی بدایوں کی بنیاد عہد گورنری شمس الدین التمش میں رکھی گئی الا اتمام اسکا بعہد گورنری رکن الدین پسر شمس الدین التمش کے ہوا جسکا ذکر ہم عہد رکن الدین میں لکھینگے۔

شمس الدین التمش کے حالات بہت تاریخوں میں مرقوم ہیں اس لیئے اس موقعہ پر اسکی تفصیل کی ضرورت نہیں۔ اس بادشاہ کی صدہا یادگار ہندوستان میں موجود ہیں مثلاً دہلی میں حوض شمسی قطب صاحب کی زیارت کے پاس اور قطب صاحب کی پانچ درجہ کی مشہور لاٹ اسکی یادگار باقی ہیں۔ یہ لاٹ اسی گز اونچی ہے اور پچاس گز اسکا نیچے سے دائرہ ہے اوپر جاکر دس گز رہتا ہے۔ التمش ۲۶ سال سلطنت دہلی کرکے بستم شعبان ۶۳۳ھ مطابق اپریل ۱۲۳۶ء کو بیماری سے رحلت کرگیا۔

ناظم ۴

ملک نصیر الدین طغان

طبقات ناصری سے واضح ہوتا ہے کہ ملک نصیر الدین طغان بذیل ملوک و اقربائے

سلطان شمس الدین التمش کے تھا اور مقطع بدایوں رہا۔

سنہ ۶۲۵ھ تک جبتک کہ رکن الدین فیروز شاہ پسر التمش حاکم بدایوں مقرر نہ ہوا اُسوقت تک کسی اور ناظم کا نام بجز ملک طغان کے کسی معتبر تاریخ میں نہ پایا۔ جس سے قیاس ہو سکتا ہے کہ حکومت سلطان رکن الدین فیروز شاہ تک یہ شخص ناظم بدایوں رہا اور کچھ زیادہ حالات اس کے معلوم نہیں ہوئے۔

ناظم ۵

رکن الدین

سنہ ۶۲۵ھ میں التمش نے رکن الدین فیروز اپنے بیٹے کو حاکم بدایوں کا کیا۔ اور عین الملک اشعری کو اُسکا وزیر مقرر کیا اس گورنر نے اپنے عہد حکومت میں جامع مسجد شمسی جو ابتک موجود ہے افتتام کرائی سنہ ۶۲۶ھ مطابق سنہ ۱۲۲۳ء کے تھے اور اسی کے عہد گورنری میں تاج الدین یلدوز سلطان بلخی جسکو التمش نے سنہ ۶۱۲ھ میں قید کر کے بدایوں بھیجدیا تھا فوت ہوا۔ اور رکن الدین گورنر بدایوں سنہ ۶۳۳ھ کی شروع تک رہا پھر لاہور کا حاکم ہوا سلطان رکن الدین فیروز شاہ بعد وفات اپنے باپ کے سلطنت دہلی پر سنہ ۶۳۳ھ میں تخت نشین ہوا اور یہ بادشاہ سلطنت کے امور سے بہت غافل رات دن عیش و عشرت اور ناچ ورنگ میں مصروف رہتا اور قطب الدین و شمس الدین کے وقت کا خزانہ مطربوں اور مسخروں کو لٹاتا تھا۔ اس کی سلطنت میں فتور برپا ہوئے اسکی ماں موسومہ بہ شاہ ترکان ایک ترکی کنیز تھی وہ اپنے ہاتھ سے

انتظام سلطنت کرنے لگی۔ اور اس نے بھی بہت ظلم وستم کیئے۔ اور قطب الدین پسر خورد سلطان التمش کی آنکھ میں سلائی پھرا دی اور اُس کو قتل کرا دیا اور شمس الدین التمش کی اور بی بیوں کو جو اس کی سوتیں (سوکنیں) تھیں اُنمیں سے بعض کو ہلاک کرا دیا۔ جب رکن الدین سے تمام رعایا اُس کی حرکتوں سے ناراض ہوئی تو اکثر گورنر اور وزرا نے باہم شورہ کرکے رائے قرار دی کہ اسکو سلطنت سے علیحدہ کر دیا جائے اس شورہ اور اتفاق رائے میں ملک اعز الدین محمد سالار بھی جو حاکم بدایوں اُسوقت تھا شامل تھا۔ چنانچہ یہ گورنر بدایوں سے فوج لیکر روانہ ہوا۔ جب کول یعنی علی گڈھ تک مع لشکر کے پہونچا تو نظام الملک محمد جنیدی وزیر رکن الدین اُس خوف سے مقام کیلو گڈھ ہی سے بھاگ کر ملک اعز الدین کے لشکر میں شامل ہوگیا اور دیگر ملوک لاہور و ملتان وغیرہ سے آگے بڑھے اور سب بالاتفاق لاہور کی طرف روانہ ہوئے اور سلطان رکن الدین اپنا لشکر لیکر اُن کے مقابلہ کے لیئے لاہور کو روانہ ہوا۔ اور مقام منصور پور آکر ملوک و امراء ہمراہی دہلی کو واپس چلے آئے اور دہلی میں آکر رضیہ بیگم دختر سلطان التمش کو سلطنت پر بٹھایا۔ اور شاہ ترکان مادر سلطان رکن الدین کو گرفتار کرکے مقید کیا۔ اب رکن الدین یہ خبر سُنکر دہلی کو واپس آیا سلطانہ رضیہ نے شہر سے باہر فوج اُسکے مقابلہ کو بھیجی اور رکن الدین کو گرفتار کرکے قید کیا یہ واقعہ سنہ ۶۳۴ھ کا ہے اسی سنہ میں قید خانہ کے اندر رکن الدین فوت ہوگیا سلطنت اُس کی چھ ماہ بیس دن رہی۔

ناظم ۶

ملک اعزالدین طغرل طغان خاں

یہ شخص نسل قراخطائے ترک سے تھا نہایت خوبصورت مردانہ ذی اخلاق وعادل وباذل سلطان سعید التمش نے اس کو خرید کیا اور ساقی خاص کا عہدہ دیا پھر دوات بردار ہوا ایک مرتبہ دوات کھوگئی بادشاہ کو ناگوار ہوا اور تادیب فرمائی پھر اُس کو خلعت دیکر چاشنی گیر کا عہدہ دیا بعد مدت دراز کے امیر آخور ہوا پھر وقت واپسی رکن الدین کے سنہ ۶۳۰ھ میں حاکم بداؤں مقرر ہوا پھر بوجہ وفات ملک سیف الدین ایبک یغان تٹ حاکم بہار کے سنہ ۶۳۱ھ میں طغان خاں حاکم لکھنوتی وبہار ہوا بعد وفات التمش کے اس سے اور اور خان سے جو بہادری میں نام آور تھا بمقام لکھنوتی مقابلہ ہوا اس لئے ایک تیر اُس کے لگا یا کہ وہ جاں بحق ہوا اسوجہ سے اُس کی بہادری کی دھوم ہوگئی۔ جب سلطان رضیہ بادشاہ ہوئی تو اُسکو خلعت اور رایت لعل عنایت کیا اور کمال اعزاز واکرام سے ترھت کا حاکم کیا۔ جب معزالدین تخت نشین ہوا اُسوقت بھی اُسکا اعزاز قایم رہا۔ عہد علائی میں بہاءالدین بلال سودانی کے اغوا سے ولایت اودھ وکڑا۔ مانک پور ضبط کرنے کا اس نے ارادہ کیا چنانچہ سنہ ۶۴۰ھ میں مصنف طبقات ناصری اودھ پہونچا اُسوقت طغان خاں کڑا میں تھا مصنف موصوف اودھ سے اُس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور پھر لکھنوتی کی طرف لوٹا سنہ ۶۴۱ھ میں رائے جاجنگر کو

اُسنے تنگ کرکے اُسپر جہاد شروع کیا جب جاجنگر کے سرحد پر پہونچے تو روز دوشنبہ ۶ ماہ ذیقعدہ سنہ ۶۴۱ھ کو دونوں لشکر مقابل ہوئے اور ایک جانب سے اہل ہنود فرار ہوکر دوسری جانب سے مسلمانوں پر گرے طغان خاں کو شکست ہوئی اور واپس آیا اور شرف الملک اشعری کو حضور بادشاہ میں بھیجکر پناہ مانگی - چنانچہ قاضی جلال الدین کاشانی مع فوج و چتر وغیرہ کے روانہ ہوئے اور معز الدین قیران خاں حاکم اودہ واسطے دفع مفسدان جاجنگر کے لکھنوتی روانہ ہوئے بعد کچھ فتح اور شکست کے واپس لکھنوتی ہوئے پھر طغان خاں و تمر خاں میں باہم رنجش ہوکر مقابلہ فوج کا ہوگیا اور طغان خاں شکست کھاکر اندر شہر کے چلا گیا سنہ ۶۴۲ھ میں قاضی سراج منہاج مصنف طبقات ناصری کو واسطے صلح کے تمر خاں کے پاس بھیجا اور اس شرط پر صلح قرار پائی کہ طغان خاں سب اپنا مال اسباب لیکر لکھنوتی چھوڑدی چنانچہ تمر خاں لکھنوتی پر قابض ہوا اور طغان خاں ملک تاج الدین سنجر ماہ پیشانی اور کسے مرافقش کے ساتھ مع مصنف طبقات ناصری کے حاضر دربار شاہی ہوا بادشاہ نے نہایت اعزاز کے حاکم اودھ کردیا سنہ ۶۴۴ھ میں اودھ پہونچا اور وہاں حاکم رہا - بماہ شوال سنہ ۶۴۴ھ شب جمعہ اس دار فانی سے بعالم جاودانی انتقال کر گیا اور تمر خاں اُسکے مخالف کا بھی اُسی سال اور اُسی تاریخ انتقال ہوگیا - چنانچہ شرف الدین بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے قطعہ تاریخ وفات ہر دو صاحبان کا اس طرح لکھا ہے -

آدینہ و سلخ ماہ شوالِ لقب + خ بود و سین و دال از تاریخ عرب
شد کوچ تمر خاں و طغان خاں ز جہاں + او اول شب گذشت و ایں آخر شب

ناظم

ملک اعزالدین محمد سالاری

ملک اعزالدین سالاری بدستور گورنر بدایوں رہا اور اُسکی گورنری کے عہد میں سلطانہ رضیہ کا قضیہ نامرضیہ پیش آیا۔ اس شہزادی کو خدا نے بہت سی خوبیاں عطا فرمائی تھیں۔ صرف سلطنت کے منافی یہ ہی امر تھا کہ یہ عورت تھی وہ اپنے باپ کے عہد سلطنت میں بہت سے معاملات ملکی میں سلطان کو نیک رائے اور مشورہ دیتی تھی مگر جب التمش گوالیار فتح کرکے آیا تو اُسنے تاج الملک محمود دبیر سلطنت کو حکم دیا تھا کہ رضیہ کو میرا ولیعہد لکھدو اس فرمان پر وزرائے سلطنت نے اعتراض کیا کہ جب آپکے لایق بیٹے موجود ہیں تو دختر کو ولیعہد کیوں بناتے ہیں۔ سلطان نے فرمایا کہ میں اپنے بیٹوں میں بدوضعی اور مے نوشی اور لہو ولعب کی جرأت پاتا ہوں سلطنت کا بوجھ اُٹھا نہ سکیں گے۔

تم دیکھ لینا کہ میرے بعد رضیہ بیگم سے زیادہ کوئی سلطنت کے لایق نہ ہوگا۔

چنانچہ بادشاہ کا قول سچا نکلا اس نے اپنے عہد میں بہت عدل وانصاف کیا اور جو عہد سلطنت رکن الدین میں خرابیاں پیدا ہوئی تھیں اُنکو دفع کیا۔ مگر نظام الملک جنیدی وزیر اور علاء الدین سرخانی۔ اور ملک سیف الدین کرجی اور ملک اعزالدین کتبہ خانی لاہور کی طرف سے واپس آئے تب اُن لوگوں نے رضیہ کی سلطنت سے مخالفت کی اور دہلی کے باہر مخالف جمع رہے

ملک نصر الدین جاگیردار اودھ سلطانہ رضیہ کی امداد کو دہلی کی طرف سے روانہ ہوا۔ اتفاق سے وہ اثنائے راہ میں بیمار ہو گیا اور مخالفوں نے اُس کو گرفتار کر لیا۔ اسی حالت میں اُسنے انتقال کیا۔ آخر کار سلطانہ رضیہ دہلی سے باہر نکلی اور جمنا کے کنارہ خیمہ لگایا۔ اور اپنی حکمت عملی سے اولاً مقابلہ کیا آخر صلح ہو گئی اور وہ لوگ بھاگے بعض سرداران کو رضیہ نے تعاقب کرکے پکڑوایا اور اُنکو گرفتار و قتل کیا۔ پھر رضیہ کو قوت پیدا ہو گئی۔ اور خواجہ ہندی غزنوی کو جو نائب وزیر تھا نظام الملک کا خطاب دیکر وزیر بنایا۔ اور بعض قلعے مثل رنتھمبور کے جہاں بغاوت شروع ہو گئی تھی اور ہندوؤں نے مسلمانوں کو گھیر رکھا تھا اس کے عہد میں فتح ہوئے۔

امیر جمال الدین یاقوت حبشی میر اخور کو سلطانہ رضیہ کی خدمت میں بہت تقرب حاصل ہو گیا تھا اور امیر الامرا کا خطاب پایا تھا۔ ہمیشہ بغل میں ہاتھ دیکر سلطانہ رضیہ کو گھوڑے پر سوار کراتا آخر کار تمام ترکوں کو اس حرکت رضیہ سے ناراضگی پیدا ہوئی اور پھر بغاوت شروع ہو گئی ۶۳۷ھ میں ملک التونیہ حاکم بھٹنڈہ نے علم بغاوت بلند کیا۔ سلطان رضیہ نے بہ لشکر کثیر جانب بھٹنڈہ سفر کیا اثنائے راہ میں امرائے ترک نے یاقوت حبشی کو قتل کیا اور سلطان رضیہ کو گرفتار کرکے مقید کیا اور قلعہ بھٹنڈہ میں بھیجدیا اور دہلی میں معز الدین بہرام شاہ بن سلطان التمش کو تخت پر بٹھایا اور رضیہ کا نکاح ملک التونیہ کے ساتھ ہو گیا ملک التونیہ اور رضیہ نے مکرر لشکر بھٹنڈہ سے جمع کرکے دہلی کی طرف سلطان معز الدین سے لڑنے کا ارادہ کیا سلطان کی طرف سے ملک اعزالدین

بلبن لشکر لیکر گیا اور رضیہ اور التونیہ کو بھگا دیا۔ پھر دوبارہ مقام کیتھل میں بلبن کے ہاتھ سے دونوں میاں بیوی نے شکست پائی وہاں کے زمینداروں نے دونوں کو گرفتار کر کے سلطان بہرام کے حوالہ کیا جس نے دونوں کو قتل کیا رضیہ نے ساڑھے تین برس چھ یوم سلطنت کی۔

عناں تافت دولت ز پیرامنش ✦ چو گردید دید بر دامنش

الغرض ملک اعزالدین محمد سالاری ان ہر دو کے عہد سلطنت میں حاکم بدایوں رہا۔

ناظم

ملک اختیار الدین ایتگین

یہ شخص ترک خطائی نسل کا تھا۔ سلطان التمش نے پرورش کیا نہایت ہوشیار اور لائق صورت و سیرت میں عمدہ تھا۔ اول اپنی حسن کارروائی سے بعہد التمش سر جاندار ہوا بعدہٗ حکومت منصور پورہ وغیرہ پر مامور ہوا پھر بعہد رضیہ خاتون بوجہ شہرت حسن خدمت سلطانہ رضیہ نے اسکو حاکم بدایوں کر دیا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تھوڑی مدت تک یہ حاکم رہکر بعہدہ امیر حاجب سلطانہ رضیہ نے اس کو معزز کیا۔ جب جمال الدین حبشی کو قربت سلطانہ رضیہ سے بڑھی تو تمام رؤسا ترک و اختیار الدین بھی کشیدہ خاطر ہوئے اور سلطانہ رضیہ گرفتار ہو کر مقتول ہوئی پھر سلطنت معزالدین کو ملی تو اسوقت وزیر مہذب الدین بالکل مختار سلطنت ہوا یہ امر سب کو کھٹکے کہ

بادشاہ کو بھی ناگوار تھا آخر روز دوشنبہ ۸ محرم سنہ ۶۳۸ھ کو سپہ سالار احمد سعید نے باہمار سلطان چند مست ترک محلسرا میں داخل کرکے مہذب الدین کو زخمی اور اختیار الدین کو چاکو سے شہید کر دیا اور مہذب الدین فرار ہو گیا۔

ناظم ۹

بدر الدین سنقر رومی

بعض ثقات نے بیان کیا ہے کہ یہ مسلمان کا لڑکا تھا اور غلامی میں پکڑ لیا گیا۔ یہ شخص نہایت صاحب صورت سیرت و شکوہ و صاحب اخلاق تھا۔ اولاً بادشاہ نے اسکو خرید کر طشت بردار کیا۔ پھر شحنہ زرادخانہ بدایوں کا ہوا بعد ایک مدت کے نائب امیر حاجب ہوا اور حسن خدمت کی وجہ سے ترقی کرتا گیا۔ یہاں تک کہ نائب امیر آخور ہوا اور ہر وقت سفر و حضر میں بادشاہ کی حضوری میں رہتا۔ عہد دولت سلطانہ رضیہ میں بدایوں کا حاکم ہوا جب سنہ ۶۳۷ھ میں اختیار الدین ایتگین نے بعہد معز الدین شہادت پائی تو بدر الدین سنقر کو بدایوں سے طلب کرکے امیر حاجب مقرر کیا۔ اب سنقر کے ہاتھ میں جب سلطنت کے کام آگئے اور وہ بلا اجازت جو چاہتا کرتا۔ اب مہذب الدین وزیر نے سلطان کے مزاج کو سنقر کی طرف سے متنفر کیا۔ بدر الدین سنقر نے جب اپنی جانب سلطان کی بے التفاتی دیکھی تو سلطان کے رفع کرنے کی تدبیریں کرنے لگا۔ اور یہ چاہتا کہ سلطان کے بھائیوں

شحنگی

میں سے کسیکو تخت نشین کیا جاوے۔ چنانچہ بماہ صفر ۶۳۸ھ ایک جلسہ منعقد ہوا۔ بادشاہ کو اس جلسہ کی خبر پہونچی۔ بادشاہ خود اُس جلسہ میں چلا گیا اور سب اہل جلسہ بادشاہ کو دیکھکر منتشر ہوگئے۔ بادشاہ نے بدرالدین سنقر کو دربار میں بلاکر دوبارہ بدایوں بھیجدیا اور وہ بدایوں میں بدستور گورنر رہا۔ لیکن تھوڑے دن کے بعد یعنی چار مہینے میں سلطان کے پاس پھر آیا۔ اور بادشاہ نے اُس کو قید کر دیا چند مدت قید میں رہا آخرش شب چہارشنبہ ۱۴۔ جمادی الاول ۶۳۹ھ میں شہادت پائی۔ جب سلطان بہرام شاہ ذیقعدہ ۶۳۹ھ میں گرفتار ہو کر قتل کیا گیا اور اس کی مدت سلطنت دو سال ڈیڑھ ماہ رہی تب اُسکے بعد ملک اعزالدین بلبن بزرگ صرف ایک روز کیلئے تخت دہلی پر بیٹھا سب وزرائے سلطنت نے اُس سے ناراضگی ظاہر کی رکن الدین فیروز شاہ کا پسر سلطان علاءالدین محبوس تھا اُسکو قید خانہ سے نکالکر ۶۳۹ھ میں بادشاہ کر کے تاج شاہی سر پر رکھا اُسوقت جو انتظامات کیئے گئے منجملہ اُنکے تاج الدین سنجر قتلو کو ۶۴۰ھ میں علاءالدین مسعود شاہ نے گورنر بدایوں مقرر کیا۔

ناظم ۱۰

تاج الدین سنجر قتلو

اس نے اپنے تھوڑے زمانہ حکومت میں مشہور مصنف طبقات ناصری کو

جسکا نام منہاج الدین عثمان ابن سراج الدین معروف بہ منہاج السراج تھا

طلب کرکے معزز عہدہ عطا فرمایا منہاج السراج مصنف طبقات ناصری لکھتا ہے کہ میں اُس زمانہ میں دہلی کا قاضی تھا ہنگامہ معزالدین میں مجھپر بھی لوگوں نے حد کیا میں ایک روز جامع مسجد میں نماز کو گیا تھا چند بدمعاش تلوار لیکر مجھکو قتل کرنے کو دوڑے اللہ کی حفاظت رفیق اہلسنت والجماعت تھی میں نے عصا لیا اور جانکو نکالا اور میرے چند غلاموں نے جرأت کرکے اُس ہنگامہ سے مجھکو بخیریت نکالا یہ سب حرکات اُس فراش فخرالدین کی تھیں جو معزالدین کے مزاج میں بہت دخیل ہوکر باعث ہنگامہ وبربادی بادشاہ کا ہوا ازاں بعد میں نے عہدہ قضا سے استعفا دیدیا اور لکھنوتی کا ارادہ کیا بروز جمعہ ۹ رجب سنہ ۶۴۰ ھ میں بدایوں پہونچکر ملک تاج الدین سنجر قتلو کا مہمان رہا- خدائے تعالےٰ اُسپر رحمت کرے اُس نے کمال درجہ مہمان نوازی فرمائی-

ناظم ۱۱

ملک جلال الدین مسعود شاہ

یہ برادر سلطان ناصرالدین محمود کا تھا اول حاکم قنوج رہا جب سلطان ناصرالدین محمود نے روز چہارشنبہ ۲۴- محرم سنہ ۶۴۶ ھ کو بعد واپسی حدود میان دوآب وغیرہ کے جشن مرتب کیا تو ملک جلال الدین مسعود شاہ بھی جشن میں شریک ہوا بادشاہ نے اُس کو اقطاع سنبھل وبدایوں کا حاکم کیا اور وہ روانہ ہوا لیکن اس ملک کو کچھ ایسا خوف ان اطراف کے حالات سے پیدا ہوا کہ اُسی سال بدایوں وسنبھل سے دہلی چلا گیا بادشاہ نے پھر فوج بھیجکر

متمردان کو سزا دی اسی سال ۶۴۶ھ میں قاضی عماد الدین شفورقانی جو قاضی دہلی تھے اور کسی الزام میں متہم ہوئے تھے بروز جمعہ ۹- ذی الحجہ ۶۴۶ھ کو دربار شاہی سے معزول ہوکر بدایوں روانہ کیئے گئے اُسی ماہ میں عماد الدین ریحانی کی سازش سے قاضی موصوف شہید ہوئے۔

ناظم ۱۲

ملک اعزالدین بلبن بزرگ عرف کشلو خاں

بعد سلطان علاء الدین مسعود کے سلطان ناصر الدین محمود بن شمس الدین التمش ۶۴۴ھ میں تخت نشین ہوا- یہ چھوٹا بیٹا سلطان التمش کا تھا اور اُسکا بڑا بھائی ناصر الدین جب فوت ہوا تو سلطان کو بوجہ محبت کے بہت رنج ہوا پس سب سے چھوٹے لڑکے کا نام ناصر الدین ہی کے نام پر رکھدیا۔

الفنسٹن صاحب اور بعض مورخوں نے ناصر الدین محمود کو نبیرہ التمش لکھا ہے یہ غلطی عدم تحقیق کی ہے- تاریخ فرشتہ و منتخب التواریخ و طبقات ناصری نے اس کی وجہ تسمیہ اور امیر خسرو نے التمش کا بیٹا ہونا ظاہر کیا ہے- یہ بادشاہ نہایت عادل اور خدا پرست، و محتاط تھا- بیت المال سے اپنے [illegible] کبھی ایک پیسہ نہ لایا- گزر اوقات کے لیئے قرآن شریف لکھکر خفیہ ہدیہ کرتا اور اس سے بسر کرتا- لباس شاہانہ بوقت ضرورت دربار کے زیب بر کرتا الا اسکے علاوہ ہر وقت بہت موٹے کپڑے سے تن پوشی کرتا تھا

حکایات اسکی عدل وانصاف وزہد وتقوے کی مشہور ہیں لیکن ہم ایک حکایت پر اکتفا کرتے ہیں۔

نقل ہے کہ اس کی بی بی بحکم بادشاہ اپنے ہاتھ سے روٹی پکاکر شاہ کو کھلاتی اور خود کھاتی یہاں تک کہ اس کے ہاتھوں میں آبلہ ہوگئے تھے ایک روز بوجہ تکلیف کے اس نے سلطان سے عرض کیا کہ آپ کوئی کنیز یا خادمہ میری مدد کو دیجیئے تاکہ یہ تکلیف رفع ہو۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ بیت المال کو میں اپنے ذاتی اصراف میں خرچ نہیں کرسکتا ہوں تم صبر وشکر کرو انشاء اللہ عالم جاودانی میں تمکو حور خدمت کے واسطے ملیگی بی بی خاموش ہو رہی۔

الغرض اس بادشاہ کے عہد میں ملک اعزالدین بلبن بزرگ جو غیاث الدین الغخان کا بھائی تھا بہت صاحب اقتدار تھا۔ یہ بلبن خاندان سلطان التمش کے بندہ زادگان میں سے بڑا مقرب سلطان تھا۔ ملک اعزالدین بلبن بزرگ بعد انتقال سلطان علاء الدین مسعود کے ایک روز کیلئے تخت سلطنت پر بیٹھ گیا تھا لیکن اسی روز ارکان دولت ووزراء نے سلطان ناصر الدین محمود کو تخت دہلی پر بٹھا دیا۔

سنہ ۶۴۹ھ میں سلطان ناصر الدین محمود نے اس کو حاکم اوچہ کر دیا تھا پھر اس نے بغاوت اختیار کی سلطان نے اسپر فوج کشی کی چنانچہ اعزالدین بلبن بزرگ نے امان مانگی تو بادشاہ نے اس کو حکومت اوچہ پر بدستور قایم رکھا۔

بعدہٗ جب فوج کشی ناگور پر ہوئی تو منجانب سلطان ملک اعزالدین بلبن

بزرگ نے اس لڑائی میں بہت کارنمایاں کیے اور بعد فتح ناگور کے حکومت اوچہ کی اپنے عم زاد بھائی شیر خاں کے سپرد کرکے خود حاضر دربار سلطان ہوا بادشاہ نے بکمال قدردانی اسکو حکومت بدایوں سنہ ۶۴۹ھ میں تفویض فرمائی اور خطاب کشلو خاں سنہ ۶۵۰ھ میں عطا کیا۔ اور اس کے بھائی غیاث الدین بلبن کو خان اعظم الغ خاں کا خطاب دیا۔ اور یہی غیاث الدین بلبن اول وزیر سلطان ناصر الدین محمود کا ہوا۔ چند روز بعد عماد الدین ریحانی کے اغوا سے سلطان نے خان اعظم الغ خاں کو دہلی سے صوبہ ہانسی میں حاکم کر دیا اور وزارت سے معطل کیا۔ اب عماد الدین ریحانی اس فکر میں ہوا کہ جو خان اعظم الغ خاں کے طرفدار ہیں اُن میں تفرقہ ڈالنا چاہیئے چنانچہ اُس کے انتظام میں سنہ ۶۵۱ھ میں ملک اعز الدین بلبن بزرگ کو جسکا خطاب کشلو خاں تھا بدایوں سے طلب کرکے امیر حاجب مقرر کیا۔ اور سنہ ۶۵۲ھ میں جبکہ یہ حاکم بدایوں تھا اور سلطان اوچہ اور لاہور کی طرف روانہ ہوا تھا تو کشلو خاں بدایوں سے فوج کثیر لیکر دریائے بیاس پر سلطان کا شریک ہوا تھا پھر کشلو خاں اوچہ اور ملتان کا حاکم ہوگیا۔ سنہ ۶۵۵ھ بمشارکت قتلغ خاں حدود منصورہ پر فوج لیکر آیا بادشاہ بھی واسطے انسداد کے فوج لیکر پہنچا شیخ الاسلام سید قطب الدین و قاضی شمس الدین بہڑایچی وغیرہ نے سازش کی اور خفیہ کتابت کشلو خاں کو لکھی کہ تم چلے آؤ ہم تمکو دہلی کے دروازہ کی کنجیاں دیدینگے اس سازش کا اظہار مخبروں نے بادشاہ سے کر دیا کہ حضرات عمامہ و جبہ پوش ایسے ہوتے ہیں بادشاہ نے فوراً اُن سب کو چلے جانے کا

حکم دیدیا جب کشلو خاں قریب دہلی کے پہونچا تو کوئی راند ولد نہ پایا کیونکہ وہ سب وہاں سے چلے گئے تھے۔

کشلو خاں مع فوج واپس چلا گیا اور بادشاہ بھی بڑی شان و شوکت سے دہلی پہونچا۔ مغلوں سے کشلو خاں نے صلح کر کے پنجاب و سندھ کو حملہ سے بچایا اور بڑا نام پایا الغرض یہ شخص نہایت جری و مدبر تھا۔ اُس نے ۶۵۷ھ میں بمقام دہلی وفات پائی۔

ناظم ۱۳

عماد الدین ریحانی وزیر سلطان

جب عماد الدین ریحانی وزیر اعظم ناصر الدین محمود کا ہو گیا تھا تو اس نے اپنے محسن غیاث الدین بلبن کے خلاف کارروائی شروع کی اور اکثر صوبہ داران اور مصاحبین شاہی کا تغیر و تبدل اور تنزل کرا دیا جس سے تمام صوبے باغی ہو گئے سلطان کو عماد الدین نے فہمایش کر کے باغیوں کی سرکوبی کو مع فوج کے روانہ کیا تب صوبہ داروں نے غیاث الدین بلبن کو اپنی طرف سے سفیر کر کے سلطان سے معذرت چاہی اور کہا کہ ہم فرمانبردار ہیں اگر عماد الدین ریحانی وزارت سے علیحدہ کر دیا جاوے۔

چنانچہ سلطان نے اس عرض کو منظور فرما کر عماد الدین کو وزارت سے معزول کر کے حاکم بدایوں کر دیا اور فتنہ فرو ہوا۔ اور واضح رہے کہ قبل تنزل عماد الدین کے سلطان ناصر الدین محمود واسطے بدلہ لینے قتل رمنی الملک

اعزالدین ترک کے جسکو حالت مستی میں کیتھل اور کہرام کے زمینداروں نے مار ڈالا تھا۔ اس طرف آتا تھا اور متمردوں کو قتل کرکے نوروز بدایوں میں سلطان رونق افروز رہا۔ پھر دہلی کو واپس گیا تھا۔ اس کے بعد عمادالدین معزول ہوکر گورنر بدایوں ۶۵۲ھ میں کیا گیا عمادالدین نے بغاوت بشراکت قتلغ خاں حاکم اودھ کے شروع کی چنانچہ اسکی سرکوبی کو تاج الدین بزرگ مقرر ہوا فریقین میں سخت جنگ ہوئی اور عمادالدین مقتول ہوا۔

ناظم ۱۴

تاج الدین سنجر تبر خاں

یہ شخص گرجی تھا اور نہایت مردانہ تھا سلطان نے اُس کو خرید کیا سلطان معزالدین نے اُس کو امیر آخور کردیا اور بعہد سلطان ناصرالدین نائب امیر حاجب ہوا ازاں بعد حاکم برن ہوا ۶۵۶ھ میں بدایوں وغیرہ کا حکمراں کیا گیا۔

جب قتلغ خاں حاکم اودھ بخلاف سلطان لشکر بدایوں کی طرف لیکر چلا تو تبر خاں مع ملک بکتم کے اُس کے دفعیہ کو منجانب سلطان نامزد ہوا چنانچہ ان ہی حدود میں باہم مقابلہ ہوکر ملک بکتم مارا گیا۔ پھر سلطان خود واسطے دفع فساد ان حدود میں آیا اور قتلغ خاں فرار ہوگیا تب سلطان نے تبر خاں کو اودھ کا صوبہ عنایت کیا وہاں جاکر سنجر تبر خاں نے خوب سرکوبی باغیوں

کی کی اور میوات پر بھی سلطان نے سپہ سالار کرکے روانہ کیا بعد فتوحات جب واپس آیا تو پھر خلعت دیکر اودہ بھیجدیا۔

ناظم ۱۵

ملک بغیق عرف ملک بکباک

سلطان ناصر الدین محمود ۱۱- جمادی الاول ۶۶۴ھ مطابق ۱۲۶۶ء میں اس دار فانی سے انتقال کرگیا ۲۰ برس چند ماہ حکومت و سلطنت کی۔

چونکہ اس کے کوئی فرزند نہ تھا غیاث الدین بلبن جو وزیر اعظم اُسکا اور التمش کے بندگان چہل گانی سے تھا تخت شاہی پر بیٹھ گیا۔ اسکے حالات و سوانح عمری تواریخ میں مفصل درج ہیں اور عدل و انصاف کی حکایات مشہور ہیں۔ اگرچہ یہ بادشاہ بڑا قہار اور مغلوب الغضب تھا مگر ساتھ ہی اُس کے رعایا کے انصاف میں بے مثل تھا اور اس نے اپنی اولاد کو بھی یہی نصیحت کی تھی۔ اس کے عہد میں ملک بغیق عرف ملک بکباک جو منصب چار ہزاری سوار رکھتا تھا حاکم بداؤں تھا اُس نے حالت نشہ میں ایک روز ایک فراش کو مار ڈالا تھا تھوڑے عرصہ کے بعد سلطان بلبن بدایوں آیا اور اُسی فراش کی بی بی نے سلطان سے فریاد کی تو ملک بغیق کو سلطان نے اپنے سامنے بلایا اور حکم کوڑے لگانے کا دیا اسقدر کوڑے ملک صاحب کے لگوائے کہ جاں بحق ہوگئے۔ اور اس کی نعش دروازہ شہر بدایوں

لہ مقاصد

کے لٹکا دی تاکہ اوروں کو عبرت ہو۔ اور جس بریدی نے بادشاہ کو اس واقعہ کی اطلاع نہ دی تھی اُس کو سولی پر چڑھا دیا۔ اس بادشاہ نے تمام امرا پر برید مقرر کر دیئے تھے کہ اُسکے نیک و بد حال سے اُسکو اطلاع دیا کریں۔ اسی طرح گورنر اودھ نے ایک غریب کا خون کیا تھا جب اُس کی زوجہ نے شکایت کی تو اُس گورنر کو بلا کر جسکا نام ہیبت خاں تھا پانچسو دُرّہ لگا کر عورت کے حوالہ کیا اور کہا کہ ابتک یہ ہمارا غلام تھا اب تیرا غلام ہے جو چاہے وہ کرے۔ یہ گورنر صاحب بڑی سعی و سفارش سے بہت سی اشرفی دیکر غلامی سے آزاد ہوکر خانہ نشین ہوئے اور عمر بھر گھر سے باہر نہ نکلے۔ ملک تغیق کا بھی ۶۶۵ھ تک بدایوں میں حاکم رہنا سمجھا جاتا ہے۔ سلطان غیاث الدین نے ملک کٹھر میں ہزارہا مفسدان کو تہ تیغ کیا کہ عہد جلالی تک کسی نے سر نہ اُٹھایا۔

ناظم ۱۶

ملک مغلتی

بعد وفات معزالدین کیقباد پسر بغرا خاں پسر سلطان غیاث الدین بلبن کے اسّی برس کی عمر میں ۶۸۹ھ میں سلطان جلال الدین فیروز خلجی تخت نشین ہوا لیکن امیر خسرو نے مفتاح الفتوح میں ۶۸۹ھ میں اُس کا جلوس لکھا ہی چنانچہ اُس کی سال جلوس کی تاریخ اس طور سے درج ہی

ابیات

جمادی دویمی را سیویں روز ∴ سیوم ساعت براہِ عالم افروز
بگاہِ چاشت با فیروزی وفال ∴ زہجرت شش صد و ہشتاد و نہ سال

۶۸۹ھ

اور تاریخ فرشتہ میں ۶۸۶ھ درج ہے سلطان جلال الدین خلجی کے عہد سلطنت میں گزیٹیر ضلع بدایوں میں علاء الدین برادرزادہ وداماد سلطان ملک چھجو برادرزادہ غیاث الدین بلبن کو سرکار بدایوں میں بطور گورنروں کے نامزد کیا ہے وہ صریح غلطی ہے۔ تاریخ فرشتہ میں کہیں ملک چھجو یا علاء الدین خلجی کا گورنر بدایوں ہونا درج نہیں ہے معلوم یہ ہوتا ہے کہ منتخب التواریخ میں ملا عبدالقادر مورخ نے ملک چھجو کی شکست کے بعد اُس کو قید کرکے مُلتان بھیجنے کا حال لکھکر اس طرح لکھا ہے (علاء الدین کہ برادرزادہ وداماد سلطان بود از بدایوں باقطاع کڑا نامزد شد) اس سے مورخ موصوف نے یہ خیال کیا کہ علاء الدین گورنر بدایوں میں تھا وہاں سے کڑا بھیجا گیا حالانکہ خود منتخب التواریخ میں لکھا ہے کہ ماہ شعبان سال دوم جلوس جلال الدین سے تھا کہ ملک چھجو کشلیخاں نے جسکو حاکم کڑا اس نے کیا تھا بغاوت اختیار کی اور امرائے بلبنی اور راجہ ہائے گرد و نواح جمع ہوکر بدایوں آئے اور دریائے گنگ سے گذر کر عزم دہلی رکھتے تھے کہ سلطان جلال الدین مع فرزند ارکلیخاں فوج کثیر لیکر از راہ کول بدایوں پہونچ گیا اور ارکلیخاں کو امروہہ کی طرف بمقابلہ ملک چھجو بھیجا۔ چنانچہ لڑائی ہوئی اور ملک چھجو بھاگا آخر ش اُس کو مقدم مواسی نے گرفتار کرکے حوالہ ارکلیخاں کردیا سلطان

بمقام بدایوں مقیم تھا ارکلیخاں نے ملک چھجو کو بدایوں بھیجدیا سلطان نے اُسکو بہت عزت کے ساتھ ملتان بھیجدیا۔ اور اس مقام بدایوں میں علاء الدین کو حاکم کرکے بجائے چھجو کے مقرر کیا۔

پس اسوجہ سے یورپین مورخ کو یہ خیال پیدا ہوگیا کہ بدایوں سے علاء الدین کی تبدیلی کڑا کو ہوئی اور ملک چھجو کو اس خیال سے کہ بمقام بدایوں وہ آیا تھا اور سلطان سے لڑائی ہوئی اس لیئے ان دونوں شخصوں کو گورنران بدایوں کے زمرہ میں شامل کردیا ہے حالانکہ یہ دونوں شخص کسیوقت گورنر بدایوں بعہد جلالی نہ ہوئے تھے۔ البتہ منتخب التواریخ میں یہ درج ہے کہ سال سوم جلوس جلالی میں سلطان تخت دہلی پر ارکلیخاں کو چھوڑ کر منڈاور آیا اور وہاں اخبارات غدر امرائے بلبنی سنکر ملک مغلتی کو واسطے رفع فساد اقطاع بدایوں کی حکومت دیکر فوراً روانہ کیا جس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ملک مغلتی گورنر بدایوں عہد جلالی میں ہوا۔ باقی اور کچھ حال اُس کے بعد اُسکے عہد حکومت کا ہماری نظر سے نہیں گذرا۔ مگر خان بہادر ذکاء اللہ خاں نے اپنی تاریخ کی جلد دوم میں خسرو خاں کے ذکر میں اسقدر لکھا ہے کہ ملک مغلتی کو جو اُسوقت حاکم ملتان تھا اور ملک بہرام ایبا کو جو اوچہ میں موجود تھا سلطان غیاث الدین تغلق نے مقام دیبال پور طلب کیا تھا راہ میں ملک مغلتی کو اُس نے مار ڈالا۔

ناظم ۱۷

امیر عمر خاں

۱۷- شعبان ۶۹۵ھ کو سلطان علاء الدین خلجی نے بمقام کڑا اپنے بوڑھے چچا سلطان جلال الدین خلجی کو دھوکہ دیکر پاس بلایا اور جب وہ گیا تو اس کو شہید کیا جسکا حال مفصل تواریخ میں مندرج ہے دہلی میں سلطان جلال الدین کے چھوٹے بیٹے قدر خاں کو اس کی والدہ نے رکن الدین ابراہیم کا خطاب دیکر تخت پر بٹھا دیا ارکلی خاں بڑا بیٹا اسوقت ملتان میں تھا قدر خاں اگرچہ جوان تھا لیکن امور سلطنت میں بچہ تھا اور ادھر بھائی سے اختلاف ہو گیا۔ تب سلطان علاء الدین کڑا سے لشکر لیکر بدایوں پہونچا اسوقت اسکے ہمراہ چھپن ۵۶۰۰۰ ہزار سوار اور ساٹھ ۶۰۰۰۰ ہزار پیادہ تھے چنانچہ دہلی پہونچکر تخت چھین لیا اور بادشاہ ہوا اسکے ابتدائی زمانہ سلطنت میں اسکا بھانجہ امیر عمر خاں حاکم بدایوں ہوا پھر امیر عمر خاں گورنر بدایوں اور اس کے بھائی منگو خاں گورنر اودھ ہر دو نے سازش کرکے سلطان علاء الدین خاں سے بغاوت اختیار کی اور لشکر کشی شروع کردی اور نواح کے رؤسا کو اپنے موافق کرلیا تب سلطان علاء الدین نے کڑا کے امیروں کو لکھا انہوں نے حسب الحکم لشکر کشی کرکے دونوں بھائیوں کو بڑی کوشش سے مغلوب کرکے قید کرلیا اور بادشاہ کے پاس روانہ کیا۔ بادشاہ نے قلعہ کے نیچے اول ان دونوں بھائیوں کی آنکھیں نکال ڈالیں اور پھر سخت عذاب سے ہلاک کیا۔ اسکے زمانہ حکمرانی میں طرغی خان وعلاء بیگ سرداران مغل نے تبت سے براہ کوہ ہمالیہ حملہ کیا تھا اس کی سرکوبی کو ملک مانک پہونچا اور منتخب التواریخ میں ملا عبد القادر لکھتے ہیں کہ لشکر مغل نے بہت مال و مویشی جمع کرکے کنارہ آب رہب (کالی ندی)

سے لڑنا چاہا ملک مانک نے تعاقب کیا اور جنگ عظیم ہوئی ہر دو شاہزادہ مغل خوب لڑکر آخر کار قید ہوکر قتل کیے گئے۔ اور ان ہر دو سرداروں کے سر قلعہ دہلی کے بدایوں دروازہ پر لٹکا دیئے گئے چنانچہ ایک شاعر نے اُس زمانہ میں ایک کتبہ لکھکر اُن سروں کے برابر دروازہ قلعہ پر لگایا تھا وہ رباعی یہ ہے۔

اے حصن کہ تائید خدا یار تو باد + فتح و ظفر شاہ علمدار تو باد
از نو ملک زمانہ معمار تو شد + طرغی چو علی بیگ گرفتار تو باد

اسی کے عہد سلطنت میں مسمیٰ تاج الدین قاضی اودہ بحکم شاہی بدایوں کو عہدہ قضا پر تبدیل کیے گئے۔ اس جنگ مغل خاں کا حال خزائن الفتوح میں امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مرقوم فرمایا ہے۔ بعد ملک عمر خاں کے تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ملک حمید الدین امیر کو بھی حکومت بدایوں سے کچھ تعلق تھا کیونکہ سنہ ۶۹۹ھ میں جبکہ سید مولا نے بتبعیت سلطان علاء الدین خلجی دہلی کے کوتوال کو قتل کرکے بلوہ کیا تھا اور ایک بچہ کو برائے نام بادشاہ قرار دیا تھا اُسوقت اسی حمید الدین کو ہی نے جو اتفاقاً بدایوں سے دہلی میں وارد ہوا تھا سید مذکور کو قتل کرکے بلوہ فرو کیا تھا۔

ناظم ۱۸

ملک دینار شحنہ پیل

اسکے بعد ملک دینار شحنہ پیل سنہ [illegible]ھ میں حاکم بدایوں بعہد سلطان علاء الدین خلجی

مقرر ہوا۔ یہ شخص تاریخ ضیاء الدین برنی میں بذیل مصاحبان بادشاہ علاء الدین خلجی مندرج ہے عہد گورنری ملک دینار شحنہ پیل میں بدایوں کا زمانہ نہایت اطمینان اور آرام کا تھا کیونکہ سلطان علاء الدین کی سلطنت میں جس طرح امن و امان سارے ملک ہند میں زیادہ لائق یادگار ہے خصوصاً علاقہ قرب و جوار دہلی میں کہ جسمیں بدایوں اور امروہہ و میرٹھ وغیرہ شامل تھے بہت عمدہ انتظام اور اسباب آسایش مہیا تھے۔ اس عہد دولت میں عمارات مساجد و قلعہ جات و حوض و مینار وغیرہ کہ جنکے کتبہ جات کو ہم منفصل علیحدہ فصل کتبہ جات میں لکھ چکے ہیں بکثرت تعمیر ہوئی چنانچہ ستر ہزار معمار تعمیر کے کام پر اس بادشاہ کے عہد میں کام کیا کرتے تھے۔ اور دو دن میں بڑی بڑی تعمیرات قلعہ وغیرہ مکمل ہوتے تھے۔ سلطان علاء الدین خلجی کا انتقال چھ ۶ شوال ۷۱۶ھ میں ہوا۔ مشہور ہے کہ ملک کافور نے زہر اسکو دیا تھا بیس ۲۰ برس تخت سلطنت پر اس نے جلوس کیا۔ اس کے بعد شہاب الدین عمر جو چند روز تخت پر بیٹھا اور سلطان قطب الدین مبارک شاہ خلجی کے عہد میں ٹھیک پتہ نہیں معلوم ہوتا کہ بدایوں میں کون گورنر رہا۔ لیکن تاریخ فرشتہ سے اسقدر معلوم ہوتا ہے کہ جب سلطان قطب الدین مبارک شاہ ۷ محرم ۷۱۷ھ میں تخت سلطنت پر بیٹھا تو اس نے ملک دینار شحنہ پیل کو ظفر خاں کا خطاب عطا کیا جس سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس زمانہ تک میں بھی ملک دینار شحنہ پیل ظفر خاں حاکم بدایوں تھا بعدہٗ اسی سنہ میں سلطان قطب الدین مبارک شاہ نے ظفر خاں کی دختر سے نکاح کیا اور ملک دینار شحنہ پیل

ظفر خاں کو حاکم گجرات کیا۔ اُس نے بہت تھوڑے عرصہ میں ولایت نہر والہ کو خس و خاشاک بغاوت سے پاک کر دیا اور خزانہ سرکاری میں بہت سا روپیہ زمینداروں سے وصول کر کے داخل کیا۔ لیکن باوجود حسن کارگذاری اور رشتہ داری کے سلطان مبارک نے بجرم ظفر خاں حاکم گجرات کو جوش غضب اور نشہ شراب میں قتل کر ڈالا۔

ناظم ۱۹

پخینان بھگت باز

۵- ربیع الاول ۷۲۱ھ میں خسرو خاں قطب الدین مبارک شاہ کے معشوق نے قطب الدین کو قتل کر ڈالا اور تخت سلطنت پر قابض ہوا مگر غرہ شعبان ۷۲۱ھ میں غیاث الدین تغلق حاکم پنجاب نے اُس کو شکست دی اور اُسکا سر کاٹ کے مبارک شاہ کے خون ناحق کا بدلا لیا اور وہ بہت جلد اپنے کیفر کردار کو پہونچا ؎

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را ٭ چنداں اماں نداد کہ شب را سحر کند

خسرو خاں کے بعد غیاث الدین تغلق تخت دہلی پر بیٹھا

اسکے زمانہ سلطنت کا کچھ حال بدایوں کے گورنروں کا معلوم نہیں ہوا لیکن سلطان محمد تغلق بن غیاث الدین تغلق ۷۲۵ھ مطابق ۱۳۲۵ء میں تخت نشین سلطنت دہلی ہوا اور اپنا خطاب محمد شاہ رکھا۔ اس کے زمانہ میں عجیب عجیب واقعات پیش آئے خیر و شر کا یہ مجمع تھا فیاض بہت بڑا تھا۔ اور

قہر کی حالت میں ہزارہا آدمیوں کو قتل کرتا تھا۔ اس نے اپنے دوران حکومت میں ایک قوال کے لڑکے کو گورنر بدایوں مقرر کیا۔ تاریخ فرشتہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ بادشاہ پرورش اراذل کی بہت کرتا تھا چنانچہ اس نے پھینان مطرب کے لڑکے کو اور پیرا باغبان اور منکا اس کے پسر کو اور شیخ ا نو جولاہہ اور مقبل غلام وغیرہ کو خطابات دیکر امرائے کبار میں داخل کیا اور ہر ایک کو عہدہ ملکی پر مامور کیا۔ چنانچہ چند اشعار مؤلف تاریخ فرشتہ نے اس موقعہ پر خوب لکھے ہیں۔

سہِر ناکساں را برافراشتن ✤ وز ایشاں امید بہی داشتن
سر رشتۂ خویش گم کردن است ✤ بجیب اندروں مار پروردن است

منتخب التواریخ میں اس بادشاہ کے عہد میں ۷۲۹ھ میں ترمہ شیریں مغل کا حملہ کرنا اور ولایت دہلی پر چڑھ آنا اور بہت سے قلعہ لاہور وسامانہ واندری سے لیکر تا حد بدایوں فتح کر کے تمام مخلوق کو لوٹ مار اور قید کرنا لکھا ہے بعدہٗ لشکر اسلام کا اُن پر آپہنچنا اور سلطان محمد تغلق کا تا حد کلانور مغلوں کا تعاقب کرنا اور اُن کو شکست دینا مرقوم ہے جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حدود بدایوں تک مغل کے بھی حملے رہے۔

ناظم ۲۰

سیّد محمدؐ

سلطان فیروز شاہ بن سالار رجب بھتیجا غیاث الدین تغلق کا جب ۷۵۲ھ

میں بعد وفات سلطان محمد تغلق کے تخت دہلی پر بیٹھا تو اُس کے زمانہ میں سید محمد و سید علاء الدین ہر دو برادران بطور حاکم بدایوں کے مقرر کیئے گئے اور ایک عرصہ تک وہ حکمراں بدایوں کے رہے۔

۷۸۲ھ میں کھوکر مقدم کٹیھل نے جسکو کھرگو کے نام سے اکثر مورخین نے لکھا ہے ہر دو برادران موصوف کی دعوت کر کے اُن کو دغابازی سے قتل کر ڈالا چنانچہ اس خبر کے سُننے سے سلطان فیروز شاہ تغلق نہایت برہم ہوا اُس نے ملک کٹھیر کی جانب جسمیں بدایوں بھی شامل ہے بغرض رفع بغاوت و انتقام سادات مقتول کے اولاً سید خضر خاں جد سلطان علاء الدین بدایونی کو روانہ کیا۔ کھرگو مفسد جانب کوہ کمایوں بھاگ گیا۔

تاریخ فرشتہ میں ۷۸۲ھ میں لکھا ہے کہ علاوہ سید محمد اور سید علاء الدین کے سید محمود کو بھی جو برادر سید محمد کے تھے۔ اس غدر میں کھرگو نے مار ڈالا تھا تب سلطان خود مع فوج جرّار کے کوچ کر کے نواح کٹھیر میں یعنی متصل بدایوں کے آیا۔ اور حسب فرمان شاہی قتل عام و غارت و اسیری اس دیار میں عمل میں آئی ہزارہا جانیں اس غارت گری میں نذر اجل ہوئیں کھرگو جب بھاگ کر کوہ کمایوں کو چلا گیا قریب بتیس ہزار آدمی کے گرفتار کیئے گئے لیکن برسات نزدیک آگئی تھی اس لیئے بادشاہ نے معاودت دہلی کو فرمائی۔ اور ملک داؤد افغان کو سنبھل میں واسطے قتل و غارت ملک کٹھیر کے معین کیا کہ وہ ہر سال کوئی دقیقہ بُرائی اور خرابی ملک کٹھیر کا نہ چھوڑے (منتخب التواریخ میں بجائے ملک داؤد کے ملک خطاب افغان کو ولایت سنبھل کا سپرد کرنا اور اس کام

کو انجام دینا لکھا ہے) اور ہر سال یعنی ۷۸۶ھ تک بادشاہ دہلی سے جانب کٹھیر یعنی سنبھل تک واسطے شکار کے آتا تھا چنانچہ ان سنوات میں ایک جریب زمین بھی مزروعہ نہ رہی۔ اور کوئی متنفس رات کو آرام سے گھر میں نہ سوتا تھا۔ بعوض ان تین سیدوں کے خون کے کئی ہزار ہندو قتل ہوئے اور اسی سال آخر یعنی ۷۸۶ھ میں فیروز شاہ نے ایک قلعہ نہایت مستحکم موضع بیولی میں کہ جو سات کوس بدایوں سے لکھا ہے تعمیر کیا ہے۔ اور فیروز پور کے نام سے موسوم کیا رعایائے ستم رسیدہ نے اسکا نام اخن پور مشہور کیا اور یہ بھی مشہور ہوا کہ اتفاق سے یہ عمارت آخرین عمارات فیروز شاہی سی ہوئی اور اس کے بعد کوئی عمارت بنانا نصیب نہوا حتّٰی کہ داعی اجل کو لبیک پکارا۔

گزیٹیر بدایوں اس قلعہ کو قصبہ بسولی میں بیان کرتا ہے کہ جو اسوقت تک واقعی ایک بڑا سنگین قلعہ ویران مع بروج موجود ہے۔ اور اُن میں کسیقدر مراو لوگ رہتے ہیں۔ اور درخت جنگلی خودرو بکثرت موجود ہیں اور ایک برج کے دیوار غربی پر ایک بزرگ کی زیارت ہے لیکن منتخب التواریخ میں ملا عبد القادر اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ ۷۸۶ھ میں مقام موضع بیولی میں کہ جو موا سمائی کے نام سے مشہور ہے فیروز شاہ نے قلعہ بنایا تھا اور فیروز پور نام رکھا تھا اس کے بعد کوئی عمارت نہ بنائی۔ اور لکھا ہے کہ ان ایام میں یعنی بوقت تالیف کتاب منتخب التواریخ کچھ اثر اس بنیاد کا باقی نہیں ہے الا کچھ خشت ہائے کہنہ اور طرح اور وضع سے اس زمین کے جو بلند ہے

معلوم ہوتا ہے کہ کسیوقت یہاں کوئی عمارت بہت بڑی تھی۔ اور عمر سلطان کی اُسوقت نوّے سال کو پہونچ گئی تھی۔ اور اس مقام پر ملا عبدالقادر مرحوم نے کیا خوب اشعار لکھے ہیں۔

بہشتاد و نود چوں در رسیدے ✦ بسا محنت کہ از گیتی کشیدے
وزانجا چوں بصد منزل رسانی ✦ بود مرگے بصورت زندگانی

یہ موضع حکیم محمد اصغر علیخاں ہمارے شفیق کو ترکہ پدری حکیم سعادت علیخاں مرحوم رئیس آنولہ کے ملا تھا جو اتفاق زمانہ میں قرضہ میں نیلام ہوگیا۔ اب بھی وہاں آثار قلعہ کے پرانے معلوم ہوتے ہیں۔

بعض مورخوں کی جو رائے ہے کہ قلعہ بسولی عمارت فیروز شاہی سے ہے اس قلعہ کی حالت ضرور اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ بہت بڑا اور پرانا قلعہ ہے کیا عجب ہے کہ لفظ بیولی اور بسولی میں تجنیس خطی ہے اور یہ ہی عمارت فیروزی ہو اور اگر فیروز شاہ کی عمارت نہیں ہے تو بالضرور اہل ہنود وغیرہ کے زمانہ کا بنا ہے اور فیروز شاہ سے بھی بہت پہلے کا بنا ہوا ہے۔

ناظم ۲۱

ملک قبول خاں

بعد اس ہنگامہ کے سلطان فیروز شاہ نے ملک قبول خاں افغان کو کہ جو قوم شروانی سے تھے حاکم بدایوں مقرر کیا اس ملک کا زمانہ حکومت

تا زمانہ مہابت خاں معلوم ہوتا ہے۔

ملک قبول خاں نے بیرون قلعہ بدایوں جانب غرب و گوشہ جنوب ایک محلہ قبول پورہ آباد کیا کہ جو اسوقت تک قایم اور آباد ہے اور اسی نام سے مشہور ہے۔ منتخب التواریخ میں ہے ملک قبول خاں اور قبول پورہ کا ذکر مذکور ہے۔ اُسکی اولاد اس محلہ میں اسوقت تک آباد ہے۔ میرداد خاں و میرباز خاں وغیرہ اولاد ملک قبول خاں میں زندہ موجود ہیں۔

ناظم ۲۲

ملک مہابت خاں

سنہ ۸۰۱ھ میں امیر تیمور صاحبقراں نے ہندوستان پر حملہ کرکے فتح کیا تاریخوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ زمانہ سلطنت محمود شاہ تغلق کا تھا اور یہ بادشاہ آخری سلاطین خاندان تغلق سے تھا محمود شاہ کے عہد سے مہابت خاں گورنر بدایوں تھا۔ اسکے زمانہ میں سید خضر خاں اور دیگر سرداروں نے بہت سے ملک دبائے تھے اور خودسر ہوگئے تھے بالآخر جبکہ سلطان محمود سنہ ۸۱۵ھ میں فوت ہوا تو دولت خاں لودی تخت دہلی پر جلوہ افروز ہوا۔ اور دولت خاں لودی اسی سال میں جانب کٹھر آیا۔ رائے نرسنگھ اور دیگر زمینداران نے ملاقات کی جب بمقام پٹیالی پہونچا تو اُسوقت مہابت خاں بدایونی جو حاکم بدایوں تھا یہ خبر سُنکر دولت خاں سے ملاقی ہوا۔

دولت خاں اُس سال قید ہوکر مارا گیا۔ اسکے بعد سید خضر خاں بن ملک سلیمان

بادشاہ دہلی کا ہوا۔ خضر خاں نے سال اول جلوس میں تاج الملک کو واسطے خرابی نرسنگ راجہ کٹہر کے بھیجا تاج الملک نے ولایت کٹہر کو برباد کیا راجہ نرسنگ کوہستان میں بھاگ گیا اور مہابت خاں حاکم بدایوں بھی اُس کی ملازمت میں حاضر ہوا تھا۔ بعدہٗ سنہ ۸۱۲ھ میں پھر تاج الملک کو خضر خاں نے جانب کٹہر واسطے گرفتاری نرسنگ دیو کے روانہ کیا۔ چنانچہ اُس نے ولایت کٹہر کو دوبارہ تباہ و برباد کر دیا پھر بدایوں آیا اور مہابت خاں سے جو حاکم عہد فیروزی سے تھا ملا پھر تاج الملک اٹاوہ کو روانہ ہو گیا اور مہابت خاں کو بدستور بدایوں کی حکومت پر چھوڑ گیا۔

اسی سال میں سید خضر خاں نے خود واسطے تنبیہ مفسدان کٹہر کے ارادہ کیا۔ اور دہلی سے روانہ ہوا۔ اول ولایت کول کے مفسدوں کی گوشمالی کی۔ پھر دریائے رہب (کالی ندی) سے گذر کر سنبھل کو ویران کیا بدایوں کی طرف پلٹا اور پٹیالی کے پاس سے دریائے گنگ کو عبور کیا۔ اسی اثناء میں مہابت خاں حاکم بدایوں کو ہراس پیدا ہوا اور وہ بدایوں کے قلعہ میں محصور رہا۔ اور چھ ماہ تک لڑائی ہوتی رہی۔ پھر اس اثناء میں بعض امرا مثل قوام خاں و اختیار خاں لودی اور دیگر خانہ زادگان محمود شاہی نے جو خضر خاں سے مل گئے تھے بیوفائی کا ارادہ کیا۔ خضر خاں اس ارادہ سے واقف ہو کر جانب دہلی لوٹا۔ اثنائے راہ میں ۲۰۔ ماہ جمادی الاول سنہ ۸۲۱ھ کو ایک مجلس منعقد کی اور اُس میں حیلہ سے اول سب اشخاص کو جنکی طرف سے واہمہ غدر و بیوفائی کا تھا جمع کیا اور سب کو قتل کر ڈالا بعدہ دہلی میں پہونچا سنہ ۸۲۴ھ میں ۱۷ جمادی الاولیٰ کو خضر خاں مر گیا اور اُسکا بیٹا سلطان مبارک تخت نشین ہوا سنہ ۸۲۴ھ میں مبارک شاہ

نے منصب وزارت ملک سکندر سے لیکر سرور الملک کو عطا فرمایا اور سرور الملک کو واسطے تادیب متمردان ملک کٹھیر کے روانہ کیا۔ اور خود عقب میں ولایت کٹھیر پر آیا۔ اور تمام مفسدان و زمینداران سے باج و خراج حاصل کیا اور خوب سزا دی۔ اور مہابت خاں امیر بدایوں جو خضر خاں سے محصور ہو کر خوب لڑا تھا خدمت میں مبارک شاہ کے حاضر ہوا مبارک شاہ نے اُس کو فرمان دیگر ولایت قوم تھوہ پر روانہ کیا۔ چنانچہ اُس نے جاکر بہت سے آدمی قید کیے۔ الانتخب التواریخ میں خود مبارک شاہ کا کھور یعنی شمس آباد پر واسطے سزا دہی پنوار ٹھاکروں کے جو بڑے سرکش تھے جانا لکھا ہے۔ اور اسی کی تائید اپنی تاریخ میں منشی ذکاء اللہ خاں شمس العلما نے کی ہے اور تاریخ فرشتہ میں بھی مہابت خاں کے متعلق اُسیقدر حال لکھا ہے جو ہم بیان کر چکے۔ باقی حال مہابت خاں حاکم بدایوں کا کسی تاریخ سے نہیں معلوم ہوا کہ وہ کہاں رہا۔

ناظم ۲۳

ملک چمن

سلسلہ تاریخ سے مفہوم ہوتا ہے کہ زمانہ مبارک شاہی میں میاں ملک چمن المخاطب بغازی الملک جو پوتہ خان جہاں کا تھا حاکم بدایوں مقرر ہوا جب مبارک شاہ ۸۳۷ھ میں بروز جمعہ قریب نماز جمعہ کے بسازش سرور الملک وزیر و میراں صدر قاضی عبدالصمد و سدہ پال کھتری وغیرہ کے ہاتھ سے دھوکے سے شہید ہوا تب سرور الملک نمک حرام نے محمد شاہ کو تخت پر بٹھایا

اور یہ محمد شاہ بن فرید خاں بن خضر خاں تھا جسکو مبارک شاہ نے متبنے کیا تھا۔ جب یہ مسند آرائے سلطنت ہوا تو اس نے سرور الملک کو خطاب خان جہاں کا دیا۔ سرور الملک نے امرائے قدیم کو برطرف کرکے سزائیں دینا شروع کیں گویا خود بادشاہی کرتا تھا اور بادشاہ مثل کٹھ پتلی کے اس کے ہاتھ میں تھا اُسوقت چند اشخاص مبارک شاہی و خضر خانی نے جو جاگیر دار تھے مثل ملک چمن حاکم بدایوں و ملک الہ داد لودی حاکم سنبھل وغیرہ نے سرور الملک کے علیحدہ کرنے کی سازشیں شروع کیں۔ سرور الملک نے خان اعظم سید خاں اور سدارن اور اپنے لڑکے یوسف کو کمال الملک کے ساتھ روانہ کیا کہ وہ دفع فساد اور سزادہی مفسدان کی کرے جب یہ ارادہ اُسکا پایا تو وہ بہ اطمینان اپنی قیام گاہ پر آیا۔ سرور الملک کو جب یہ خبر ہوئی کہ کمال الملک بھی میری طرف سے برگشتہ ہے۔ تب اُس نے ملک ہشیار اپنے غلام کو بہت سا لشکر دیکر روانہ کیا کہ وہ حفاظت یوسف اور سدارن کی کرے۔ اس اثنا میں ملک چمن نزدیک ملک الہ داد کے آیا۔ سدارن اور ملک ہشیار خوف کھا کر جانب دہلی بھاگ گئے۔ کمال الملک نے ملک الہ داد و ملک چمن اور دوسرے اپنے موافق سرداروں کو طلب کر لیا اور بہت سے لوگ اُن کے ساتھ جمع ہوگئے ۳۰۔ رمضان المبارک کو دہلی روانہ ہوئے سرور الملک قلعہ دہلی میں محصور رہا اور تین ماہ تک دوسرے سردار کمال الملک کے شریک ہوتے رہے اور جو لوگ قلعہ میں محصور تھے اُنپر نہایت درجہ رسد وغیرہ کی تکلیف پہونچائی۔ سلطان محمد شاہ کو سرور الملک کا باغی ہونا یقین ہو چکا تھا اور وہ یہ جانتا تھا

کہ میں خود ہی کمال الملک کے پاس چلا جاؤں سرور الملک یہ ارادہ پاکر درپئے قتل ہوا اور ۸ - محرم ۸۳۳ھ کو بڑی جمعیت سے ہمراہی پسران میراں صدر کے مسلح ہوکر محل شاہی میں واسطے قتل بادشاہ کے گیا - سلطان چونکہ ہمیشہ اس سے خائف ہوکر جماعت کے ساتھ ہوشیار رہتا تھا اُس نے اپنے ملازمان کو اشارہ قتل سردار الملک کا کیا - چنانچہ ملازمان سلطانی نے سرور الملک کو قتل کر ڈالا - پسران میراں صدر بھی مارے گئے ملک ہشیار اور ملک مبارک کو خطاب خانی و منصب وزارت عطا کیا گیا اور ملک چمن کو غازی الملک کا خطاب دیا اور ملک الہ داد نے خود خطاب قبول نہ کیا مگر اپنے بھائی کو دریا خانی کا خطاب دلوایا -

خان اعظم سید خاں کو خطاب مجلس عالی کا دیا گیا - اور ملک چمن حاکم بدایوں کو امروہہ کی جاگیر اضافہ میں دی گئی ملک چمن کا زمانہ شروع عہد سید علاء الدین بادشاہ حاکم بدایوں تک رہا ایک مقبرہ ملک چمن کا بیرون فصیل قلعہ جانب غرب واقع ہے جسکو بعض مورخوں نے اس کی قبر ہونا لکھا ہے اور شان مقبرہ اور پختہ باولی وغیرہ سے ظاہر ہے کہ ضرور وہ کسی حاکم کا مقبرہ ہے اور عام روایت کے بموجب چمنی بی بی فاروقی کا مزار مشہور ہے مگر تاریخ سے اس کی شہادت نہیں ملتی -

ناظم ۲۴

سید علاء الدین بادشاہ دہلی و حاکم بدایوں

سوائے ملک بہلول کے سب امرا نے بیعت کی اور بعض مورخوں نے لکھا ہے کہ بہلول نے بھی بیعت کی۔ اس بادشاہ کے مزاج میں اپنے باپ سے بھی زیادہ سستی تھی اور نہایت غافل رہتا تھا۔ جب تخت نشین ہوا تو سنہ ۸۵۵ھ میں بیانہ کا دورہ کیا اثنائے راہ میں غلط خبر اسکو پہنچی کہ بادشاہ جونپور بقصد دہلی کے آتا ہے علاء الدین اس خبر کو سنکر فوراً دہلی واپس ہوا ہرچند حسام خاں وزیر نے سمجھایا کہ اسقدر خوف ظاہر نہ کیجیے غلط خبر پر واپس ہونا دلیل حماقت ہے الا بادشاہ نے اُس کی گفتگو پر رنجش ظاہر کی پھر سب نے بادشاہ کو سست و خفیف العقل جانا۔ سنہ ۸۵۱ھ میں بادشاہ بدایوں گیا۔ اور وہاں کی آب وہوا اُس کو ایسی مرغوب ہوئی کہ مدت تک وہیں قیام کیا اور جب دہلی آیا تو وہیں کا دم بھرتا تھا اسکی سستی اور غفلت شعاری سے تمام ہندوستان میں طوائف الملوکی ہوگئی۔ اسکے وزیر حسام خاں اور حمید خاں تھے حسام خاں نے بدایوں جانے سے ممانعت کی لیکن بادشاہ نے سنہ ۸۵۲ھ میں قصد بدایوں کیا اور اپنے ایک خسرپورہ کو شحنہ دہلی اور دوسرے کو امیر کوہی مقرر کرکے خود بدایوں پہونچا۔ اسکا مشیر رائے پرتاب تھا جسکے مشورہ سے بادشاہ نے حمید خاں وزیر کو قید کر دیا کیونکہ رائے پرتاب سنگھ کے باپ کو فتح خاں پدر حمید خاں نے مار کر اُس کی بی بی کو اپنے قبضہ میں کیا تھا لہذا اُس کو بدلہ لینے کا موقعہ اس مسلوب الحواس بادشاہ کے زمانہ میں ہاتھ لگا اب اُس رائے پرتاب نے بادشاہ کو مشورہ دیا کہ اگر حمید خاں قتل کر دیا جاوے تو بادشاہ کے ماتحت بہت حوصلے ہو جائیں گے۔ بادشاہ نے قتل کا حکم دیدیا

مگر حمید خاں کے بھائیوں نے کسی تدبیر سے اُس کو رہا کر کے دہلی پہونچا دیا اگرچہ شیخ جمال نے تعاقب کیا مگر مارا گیا۔ حمید خاں دہلی میں جا کر نہایت غضب سے حرم شاہی میں گھس گیا اور سب مال و اسباب لیکر عورتوں اور لڑکیوں کو سر برہنہ بے آبرو کر کے اخراج کر دیا۔ الا بادشاہ نے باوجود اس خبر متوحش کے حس و حرکت نہ فرمائی اور برسات کا بہانہ کر کے روانگی دہلی کو ملتوی رکھا۔ اور دونوں خسر پورہ بادشاہ کے دہلی میں قتل ہوئے۔ پھر اس نے حسام خاں عمدۃ الملک کو بھی جو اسکا نہایت ہوا خواہ تھا اور ہمیشہ حق بات کہتا تھا۔ وزارت سے برخاست کر دیا۔ تب حسام خاں اور حمید خاں وزیران ممالک نے اتفاق کر کے ملک بہلول کو طلب کیا اور تخت دہلی پر اُس کو بٹھایا۔ اُس نے خطبہ اپنے نام کا پڑھایا۔ پھر ملک بہلول نے ایک عرضداشت سلطان علاءالدین کو لکھی کہ میں فرمانبردار ہوں اور یہ تردد واسطے ہوا خواہی حضور کے کیا ہے۔ سلطان علاءالدین نے اُس کے جواب میں لکھا کہ میرے والد مرحوم سلطان محمد شاہ نے تجھکو فرزندی میں لیا تھا۔ مجھکو کچھ سروکار بادشاہی سے نہیں ہے صرف بدایوں پر قانع ہو کر سلطنت دہلی تجھکو دیتا ہوں سلطان بہلول اُسوقت دیپال پور میں تھا پس اس فرمان کے پہونچنے سے بلا جنگ و نزاع کے دہلی کا مالک ہو گیا سلطان علاءالدین بدایوں پر مع پرگنہ جات متعلقہ کے قابض رہا دریا گنگ کے کنارہ اور خیرآباد سے اس طرف دامن کوہ تک حکمرانی کرتا تھا باقی اطراف میں سکہ و خطبہ بہلول کے نام کا جاری تھا سنہ ۸۸۳ھ میں سلطان علاءالدین اس دار فانی سے عالم جاودانی کو رحلت کر گیا۔ مدت سلطنت

سات سال چند ماہ تھے اور مدت حکومت بدایوں اٹھائیس سال تک رہی اور اس کی قبر اسکی والدہ مخدومہ جہاں کے مقبرہ میں جو متصل سرائے میراں اثناء راہ شیخوپور میں واقع ہے معلوم ہوتی ہے عوام میں مشہور ہے کہ جو قبر حضرت شاہ ولایت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بن میں ہے وہ اسکی ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے قصبہ علی پور اسکا آباد کیا ہوا ضلع بدایوں میں موجود ہے اور مشہور یہ ہے کہ سرائے میراں سید حیدر اسکے پسر نے آباد کی ہے اسکی والدہ مخدومہ جہاں کے مقبرہ کے حالات مع اُسکے کتبہ جات کے علیحدہ درج کرچکے ہیں جس سے ناظرین کو مفصل حال معلوم ہوگا اس بادشاہ پر خاندان سادات کی سلطنت ختم ہوئی جسکا آغاز سید خضر خاں سے ہوا تھا۔ بعد وفات سلطان علاءالدین کے اُسکا داماد سلطان حسین شاہ جونپور اور اٹاوہ میں حکومت کرتا تھا اور دہلی کے فتح کی تدبیر کر رہا تھا اُس کی رسم تعزیت کے حیلہ سے اپنی خواہش پورا کرنیکا موقعہ پاکر فوراً بدایوں کو روانہ ہوا بظاہر اس سفر کی غرض تعزیت بادشاہ تھی مگر باطن میں اُس کی وراثت پر قابض ہونا مقصود تھا۔

یہ ایک آسان کام تھا مگر اُس نے سخت بیمروتی کرکے سلطان علاءالدین کی اولاد سے بدایوں کو لے لیا اور مبارک خاں پسر تاتار خاں حاکم سنبھل کو مقید کرکے بہت سا لشکر اور ہاتھی وغیرہ ساتھ لیے اور روانہ دہلی ہوا چنانچہ بہلول سے ایک مدت تک مقابلہ رہا اور سلطان حسین کو بوجہ کثرت فوج غلبہ رہا بعدہ صلح کرکے واپس جاتا تھا اسی اثنا میں بوجہ غفلت وبے پروائی سلطان حسین

سے اسکی فوج پر بہلول نے شبخون مارکر تباہ کر دیا اور بہلول بعد فتح بدایوں بھی آیا اور کچھ روز مقیم رہکر دہلی روانہ ہوا الغرض شاہ جونپور سے اور بہلول سے ۲۶ سال تک محاربات اور مشاجرات ہوتے رہے - انجام کار ۔ ۸۸۳ھ میں مستقل طور پر جونپور صوبہ دہلی اور ماتحت شاہ دہلی ہوگیا بہلول نے مانک پور شاہ عالم خاں کو بہرائچ اپنے بھانجے شیخ محمد فرملی عرف کالا پہاڑ کو اور صوبہ لکھنؤ اعظم ہمایوں اپنے پوتے کو اور بدایوں جان جہاں کو جو ایک معتبر امیر اور بادشاہ کا خویش تھا عنایت فرمایا ۔

ناظم ۲۵

بایزید خاں بن بہلول لودی

بعد وفات سید علاء الدین بادشاہ کے ۸۸۳ھ میں حکومت بدایوں بھی سلطان بہلول کے قبضہ میں آگئی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب شاہ حسین شرقی داماد سید علاء الدین موصوف نے بحیلہ تعزیت اپنے خسر کے بدایوں آکر خسر پوروں سے حکومت چھین لی اور پھر بہلول لودی نے شاہ حسین شرقی کو نکال دیا تو بادشاہ نے خواجہ بایزید خلف اکبر کو جسکو ۸۵۵ھ میں اپنا جانشین دہلی میں کرکے خود اطراف و جوانب کو بغرض دفع شر مفسدان روانہ ہوا تھا شروع ۸۸۴ھ میں حاکم بدایوں کر دیا چنانچہ تاریخ فرشتہ اور منتخب التواریخ سے واضح ہے کہ جب تقسیم ملک بہلول نے اپنے آخری حصہ عمر میں کی تو چونکہ خواجہ بایزید

پدر اعظم ہمایوں اس سے پیشتر اپنے ایک خدمتگار کے ہاتھ سے مارا گیا تھا اس لیئے بدایوں خانجہاں کو جو امرائے معتبر سے تھا عطا کیا جس سے صاف ظاہر ہے کہ بدایوں میں خواجہ بایزید پدر اعظم ہمایوں اُسوقت حاکم بدایوں تھا اور اُسکے مارے جانیکے بعد خانجہاں کو بدایوں کا حاکم کیا۔

اس بایزید کے عہد میں بجز جنگ ہائے سلطان حسین شرقی کوئی خاص واقعہ نہیں ہوا۔

ناظم ۲۶

خانجہاں خاں

۸۹۳ھ میں سلطان بہلول نے خانجہاں لودی کو جو امرائے معتبرین اور رشتہ داران سلطان سے تھا امیر بدایوں کیا۔ اور یہ شخص نہایت درجہ فیاض اور محقق تھا چنانچہ اسکی سخاوت اور فیاضی کی حکایتوں میں ایک یہ حکایت بھی شیخ رزق اللہ مشتاقی نے اپنی کتاب واقعات مشتاقی میں لکھی ہے اور اُسکو اپنی تاریخ میں ایلیٹ صاحب نے جلد چہارم صفحہ ۵۳۸ و ۵۳۹ میں نقل کیا ہے ہم بھی اس موقع پر اُسکا اعادہ کرتے ہیں۔ ایک شخص میاں لاڈن دانشمند ساکن بدایوں اُسکے عہد میں تھے ایک روز صبحکو میاں بندگی میاں لاڈن دانشمند خان جہاں کے پاس گئے خان نے دریافت کیا اسقدر صبح آپ کیوں تشریف لائے ہیں تو اُنہوں نے جواب دیا کہ میں نے آج صبح کھچڑی کھانا چاہا چونکہ گھر میں کھچڑی جلد طیار نہیں ہو سکتی تھی اسلیئے میں نے خیال کیا کہ کسی امیر کے یہاں طیار ملیگی اُسوقت آپ کا خیال آیا اور فوراً آپکی خدمت میں حاضر آیا خان نے کہا کہ میں کھچڑی کبھی نہیں کھاتا ہوں اور

قسم کے طعام موجود ہیں اگر آپ کھچڑی پسند فرماتے ہیں تو وہ پکوا دی جائیگی میاں نے جواب دیا کہ یہی وقت یہاں بھی پیش آئی جب کھچڑی طیار ہوگی وقت کھانے کا جاتا رہیگا خان نے کہا کہ جبتک کھچڑی تیار ہو میں کچھ شیرینی بازار سے ابھی منگوائے دیتا ہوں آپ تناول فرمائیں شیخ نے کہا بہت خوب۔ مگر ملازم سے کہہ دیجئے کہ وہ روپیہ لیکر میرے پاس آئے اور میں اُسکو ہدایت کردوں کہ کیا چیز لائے۔ الغرض آدمی روپیہ لیکر میاں پاس آیا تو میاں نے کہا کہ یہ روپیہ مجھے دیدو اور جاؤ تم کھچڑی طیار کرو۔ القصہ جب کھچڑی پک گئی اور میاں اُسکو ختم کر چکے یعنی تناول فرما چکے تو فرمایا کہ خاں ہمنے کھچڑی بہت کثرت سے کھائی اب مجھکو پالکی میں سوار ہونا اور اُس کی حرکت برداشت کرنا بہت دشوار ہے خانجہاں نے دریافت کیا کہ آپ کے پاس کوئی گھوڑا نہیں ہے جواب دیا کہ جو گھوڑا بُری طرح چلتا ہے وہ پالکی سے بدتر ہے اور میرا گھوڑا سخت بدقدم ہے خان نے کہا کہ میں آپکو گھوڑا اشایستہ قدم دونگا جو نہایت عمدہ چلتا ہے میاں نے خوش ہوکر کہا کہ میں ایسے گھوڑے پر کیوں نہ سوار ہوں اگر دستیاب ہو۔ خان نے اپنے ملازم کو حکم دیا کہ اصطبل سے جاکر نہایت عمدہ رہوار خوش رفتار ابھی لے آ ملازم فوراً ایک عمدہ گھوڑا اصطبل سے لایا صرف گردنی اُسپر پڑی تھی بحکم خان میاں کے حوالہ کیا گیا میاں نے کہا کہ کھانا زیادہ کھانے کی وجہ سے میں نے شکایت پالکی میں سوار ہونے کی کی اب اور زیادہ مصیبت پیش آئی کیونکہ میں گھوڑے کی برہنہ پشت پر نہیں چڑھ سکتا ہوں۔ خان مسکرایا اور زین کے واسطے حکم دیا فوراً گھوڑے پر زین رکھا گیا۔ میاں نے دریافت

کیا کہ یہ گھوڑا کیا کھاتا ہے تو معلوم ہوا کہ مٹر اور شکر خام اور روغن زرد۔ میاں
نے کہا کہ غریب آدمی کو یہ چیزیں کہاں مہیا ہو سکتی ہیں پس ان چیزوں کے
بھی دیئے جانے کا حکم فرمایا جاوے چنانچہ حکم ہو گیا۔ پھر کہا کہ جب یہ زین پرانا
ہو جائیگا تو ایک نئے زین کی ضرورت ہوگی اور یرق گیرو گردنی میخ کی بھی
حاجت ہوگی۔ چنانچہ ان چیزوں کے بھی ملنے کا حکم ہو گیا تب کہا کہ یہ مجھے بڑی
دشواری ہوگی کہ سائیس کو ہر روز گھوڑے کی خوراک آپکے ہاں مانگنے کو بھیجوں
یہ آپکی بڑی مہربانی ہوگی کہ ایک موضع عنایت فرمایا جاوے کہ جسکی آمدنی
سے یہ سب اخراجات مہیا ہو جاویں۔ یعنی تنخواہ سائیس۔ گھوڑے کی خوراک
زین و گردنی اور گھانس۔ چنانچہ یہ درخواست بھی منظور ہوئی۔ اور ایک
موضع ضلع بدایوں میں عطا ہوا اور بعد ازاں اجازت جانے کی حاصل کی
اور یہ کہا کہ میں نے کھانا کھایا گھوڑا اور گانوں بھی ملا۔ مگر پالکی اُٹھانیوالوں کی
جو مجھے یہاں تک لائے کچھ نہ ملا اس پر کچھ رقم نقد اُن کو عطا ہوئی بالآخر میاں
رخصت ہوئے۔ خان جہاں لودی کی فیاضی کی یہ ایک مثال ہے۔ اس
حکایت کی نقل کے بعد انگریزی مورخ لکھتا ہے کہ "مشرقی حکومت کی حالت
سابق سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مالگذاری جو بہت سے اشخاص سے لیجاتی تھی
کس طرح پر لوگوں کو بغیر مشقت لُٹادی جاتی تھی جو شخص اُس سے مستفید ہوتا
تھا وہ مجہول اور ناعاقبت اندیش زاہد کی طرح آیندہ کی امیدوں میں
زندگی بسر کرتا تھا" مگر ہمارے نزدیک یہ اعتراض اُس زمانہ کی حالت پر اعتبار
کرکے صحیح نہیں ہے اس زمانہ میں بھی بہت سے حکمراں ایسے ہیں کہ مذہبی خیالات کے

پابند اور مولویوں اور پادریوں اور برہمنوں کو بڑی فیاضی سے مالامال اور جائداد و زر نقد و خلعت و اسپ و فیل وغیرہ سے مالا کرتے ہیں اور اُسکو وسیلہ نجات اخروی جانتے ہیں۔

پیشتر جبکہ بہلول لودی فتنہ بغاوت ملتان فرو کرنے کو جاتا تھا تو خان جہاں خاں اور اُسکے باپ کو نیابت [illegible] گیا تھا۔

جب سلطان حسین شرقی سے موضع نروا میں بہلول سے جنگ ہوئی تو خان جہاں خاں موصوف نے درمیان ہوکر صلح کرادی تھی۔

جب سلطان بہلول اطراف دہلی میں انتظام شاہ حسین شرقی کر رہا تھا اُسوقت خبر انتقال خان جہاں خاں کی پہونچی سلطان نے اُس کی جگہ اُسکے پسر حسین خاں کو خطاب خان جہاں خاں کا مکرر دیکر اُسکے باپ کی جگہ قایم رکھا۔ جب حسین شرقی کو شکست ہوئی تو بمقام قنوج سلطان بہلول نے حسین شرقی کی بی بی خونزہ دختر شاہ علاء الدین خضر خانی کو بھی گرفتار کیا اور بکمال عزت اور عصمت سے رکھا اور جونپور روانہ ہوکر اُسکو فتح کیا اور باربک شاہ اپنے بیٹے کو حاکم جونپور مقرر کیا اور کالپی میں اپنے پوتے خواجہ اعظم ہمایوں کو اپنا قایم مقام کیا اور ملک کی اسطرح تقسیم کردی۔ باربک شاہ کو جونپور۔ عالم خاں کو کڑا۔ شیخ محمد فرملی عرف کالا پہاڑ کو بہرایچ۔ اعظم ہمایوں کو لکھنو۔ خان جہاں خاں کو بدایوں۔ دریا خاں لودی کو سنبھل۔ عیسے خاں کو کول۔ مبارک خاں لوہانی کو سکیٹ رائے پرتاب کو بھوگاؤں۔ نظام خاں کو دہلی۔ اور بعد اس انتظام کے بہلول ۸۹۴ھ میں رحلت کر گیا۔

سلطان بہلول کے نو لڑکے تھے - بایزید خاں المخاطب سکندر شاہ - باربک شاہ مبارک خاں - عالم خاں معروف بہادر شاہ علاء الدین - جمال خاں - میاں یعقوب - فتح خاں - میاں موسیٰ - جلال خاں -

اور امرائے بہلول حسب ذیل ہیں

قطب خاں پسر اسلام خان - خان جہاں خاں لودی - مبارک خاں لوہانی - احمد خاں میواتی - احمد خاں سیستانی - شیخ محمد قرملی عرف کالا پہاڑ - خانخاناں لوہانی - جونہ خاں پسر غازی خاں - ملک چمن بھتیجہ خانجہاں - عماد الملک[لہ] اقبال خاں -

ناظم ۲۷

میاں ضیاء الدین

جب سلطان بہلول کا انتقال ہوگیا تو اُسکا خلف اکبر سکندر لودی بحمایت خان جہاں خاں لودی کے بادشاہ دہلی ہوا - اسکے زمانہ میں انگریزی مورخ گزیٹیر بدایوں میاں ضیاء الدین کو حاکم بدایوں تحریر کرتا ہے اور یہ بھی لکھتا ہے کہ مالگذاری سرکار بدایوں کی میاں ضیاء الدین اور اُسکے بھائی میاں زیاء الدین کے باہم جو دہلی میں رہتے تھے تقسیم ہوتی تھی -

---

[لہ] اسکی قبر بدایوں میں مع کتبہ موجود ہے

اس گورنر کے عہد میں سلطان سکندر لودی سے اور اُسکے بھائی باربک شاہ سے لڑائیاں ہوئیں شیخ قرملی کالاپہاڑ وقت مقابلہ کے قلعہ بند تھا۔ سکندر نے بجانب باربک شاہ حملہ آور ہوا اور بہت سخت جنگ کرکے گرفتار ہوا جب سلطان سکندر کے سامنے پیش ہوا تو سلطان نے نہایت اعزاز فرمایا اور کہا کہ تو بجای میرے باپ کے ہے ایسا مجھ سے برتاؤ نہ کرنا چاہیئے۔ شیخ قرملی کالا پہاڑ نے کہا کہ ایک گھوڑا مجھکو دے کہ حق پدری ادا کردوں۔ چنانچہ اُسکو گھوڑا دیا گیا اور وہ سوار ہوکر فوج باربک شاہ پر حملہ آور ہوا اور اُسکو شکست دی۔ باربک شاہ بھاگ کر بدایوں کے قلعہ میں گھُس گیا اور کچھ مدت جنگ کرتا رہا آخر تنگ ہوا اور صلح کرکے سلطان سکندر نے اُسکو بدستور حاکم جونپور کردیا لیکن اپنے معتمد مصاحب اُسکے ہمراہ کردیئے تاکہ بغاوت نہ کرے۔

۱۷- ذی قعدہ ۹۲۳ھ کو سکندر لودی نے آگرہ میں انتقال کیا۔ اُسکے بعد اُسکا بیٹا سلطان ابراہیم جانشین ہوا۔ اسکے زمانہ میں بغاوت ہوگئی اور بدایوں جزو سلطنت شرقی کا جو دریاخاں لوہانی نے قایم کی تھی ہوگیا۔ کوئی خاص حال ہمکو کسی معتبر تاریخ میں نہ ملا کہ اس زمانہ میں حاکم بدایوں کون رہا۔ پھر جب سلطنت دہلی خاندان تیموریہ میں آئی اور اُسکا آغاز عہد بابر میں ۹۳۳ھ سے ہوا اور اُسوقت خاندان لودی کا بالکل خاتمہ ہوگیا اب یہاں سے ایک جدید زمانہ شروع ہوتا ہے کہ جسمیں گورنران بدایوں کا کچھ ذکر کسی تاریخ سے نہیں ملتا۔ ہمایوں ۹۳۷ھ میں اپنے باپ بابر کا جانشین ہوا۔ دس سال تک اسپر سخت مصیبت رہی بالآخر شیرخاں سور نے اُسکو

شمالی دیار ہندوستان پر خاندان سور کی حکومت قایم ہوئی جو ۹۶۱ھ تک رہی۔ اس زمانہ میں سنبھل و بدایوں کے حاکموں کا کچھ ذکر کسی کتاب میں نہیں ملتا البتہ ابراہیم سور نے محمد عادل شاہ کے وقت میں جو بغاوت اختیار کی تھی اور اسکی مدد عیسے خاں گورنر سنبھل نے کی تو بدایوں میں شاہی فوج بغاوت فرو کرنے کے واسطے گئی تھی اور انکو پسپا کر دیا تھا۔

ابراہیم سور نے دہلی پر قبضہ کر لیا جب ہمایوں ۹۶۲ھ میں واپس آیا اسوقت تک ان صوبجات میں امن نہیں تھا۔

ناظم ۲۸

قنبر دیوانہ

ہمایوں بادشاہ نے ۹۶۲ھ میں قنبر دیوانہ کو جو ایک عجیب الخلقت آدمی تھا حاکم بدایوں مقرر کیا۔ اس نے نواح سنبھل میں پہونچکر ایک جمعیت کثیر قایم کی اس اثنا میں بادشاہ نے علی قلی خاں کو گورنر سنبھل مقرر کیا تو یہ دیوانہ کہتا تھا کہ سنبھل بروزن سنبھل اور علی قلی خاں کی مثال ایسی ہے کہ گائوں کسیکا اور درخت کسیکا۔

قبل اسکے کہ علی قلی خاں سنبھل میں پہنچے قنبر بدایوں آیا اور وہاں سے لوٹکر نواح کانٹ اور گولہ میں جو اب پرگنہ شاہجہانپور میں ہیں گیا۔ اور رکن خاں افغان سے لڑکر فتح پائی اور قصبہ ملانواں تک قابض ہو گیا۔ پھر افغانوں سے لڑائی ہوئی اور قنبر شکست کھاکر بدایوں واپس آیا اور اس

لڑائی میں بہت سے آدمی اسکے مارے گئے۔ یہاں آکر اس نے ظلم کرنا شروع کیئے کسیکا مال کسیکی دختر جبراً لے لیتا تھا علی قلی خاں نے ہرچند اسکو اپنے پاس بلایا لیکن یہ نہ گیا اور یہ کہتا تھا کہ میں مصاحبت خاص بادشاہ سے رکھتا ہوں نہ کہ تو۔ میرا استراج شاہی سے توام ہے۔ آخر علی قلی خاں فوج لیکر بدایوں گیا اور قلعہ بدایوں کا محاصرہ کیا۔

قبنہ دیوانہ اُسوقت بھی بے اعتدالیوں سے باز نہ آیا اور اہل شہر پر اور بھی زیادہ ظلم کرنے لگا تمام اہل شہر اُس سے ناراض تھے۔ اس محاصرہ میں یہ مورچوں پر بوجہ بے اعتمادی شہر کے خود پھرتا تھا۔ اور اہتمام قلعہ داری خود کرتا تھا۔ باوجود اس دیوانگی کے ایسی سمجھ تیز رکھتا تھا کہ ایک مرتبہ آدھی رات کو ایک خالی مکان نقال میں گیا اور اپنے کان زمین پر لگائے اور وہاں سے کچھ قدم آگے چلکر پھر لوٹا اور بیلداروں کو بلایا اور کہا کہ میرے کان میں آواز آتی ہے اس زمین کو کھودو جب بیلداروں نے زمین کو کھودا تو وہاں ایک سُرنگ پائی جو علی قلی خاں نے باہر قلعہ سے لگالی تھی۔ الغرض اس نے اپنی حزم و ہوشیاری سے اُسوقت نجات پائی بقول شخصے ؎

"دلِ وحشی کو خواہش ہی تمہارے گھر کے جانیکی ÷ دِوانہ ہی ولیکن بات کہتا ہی ٹھکانے کی"

ملا عبدالقادر منتخب التواریخ میں تحریر فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے اُس سُرنگ کو دیکھا تھا وہ کہتے تھے کہ قلعہ کے ہر طرف سے دیوار قلعہ کی بنیاد پانی تک پہونچی ہوئی تھی اور لوہے کی سلاخیں اور لٹھے ساکھو کے بنیاد میں پڑے تھے لیکن صرف اس مقام پہ جہاں سُرنگ لگائی گئی تھی خالی پایا تھا۔ پھر سکنا شہر نے

علی قلی خاں کو یہ پیغام بھیجا کہ فلاں رات کو فلاں برج کی طرف سے حملہ کیا جاوے اور ہم سیڑھی اور کمند سے مدد کرینگے تاکہ فوج قلعہ میں آ جاوے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ شیخ حبیب اللہ بدایونی جو مشاہیر اکابر شہر سے تھے اور دیگر شیخ زادگان فاروقی نے جو رشتہ دار شیخ سلیم چشتی فتحپوری رحمۃ اللہ علیہ کے تھے جمع ہو کر اس دروازہ سے کہ جہاں شیخ فتح اللہ چشتی کا مزار ہے۔ علی قلی خاں کی فوج کو داخل قلعہ کر دیا۔ اُنہوں نے شہر میں آ کر آگ لگا دی۔ اُسیوقت قنبر دیوانہ شہر سے بھاگ کر باہر آیا اور مثل گیدڑ کے پکڑ لیا گیا۔ جب روبرو علی قلیخاں کے پیش ہوا اُسوقت بھی علی قلی خاں نے فرمانبرداری کرنے کا اشارہ کیا تاکہ جان بخشی کیجاوے مگر یہ دیوانہ جسکے سر میں بوئے نخوت سمائی ہوئی تھی اُسوقت بھی لاف و گزاف کے ساتھ پیش آیا تب علی قلی خاں نے اسکو قتل کر کے سر اُسکا مع عرضداشت خدمت ہمایوں میں بھیجدیا۔ بادشاہ دلمیں اس خانہ جنگی سے ناراض ہوا مگر بظاہر کچھ نہ کہا۔ یہ دیوانہ اپنی حالت گورنری میں یہ کہا کرتا تھا کہ "مال خدا کا اور جان خدا کی اور قنبر دیوانہ ہے باورچی خدا کا" اور جس سال اسکا کام تمام ہوا ملک میں سخت کال پڑا ہوا تھا اتفاق سے اُسی سال یعنی ۷ ربیع الاول سنہ ۹۶۳ھ کو بادشاہ ہمایوں زینہ سے گر کر رحلت کر گیا جسکی تاریخ وفات (سنہ ۹۶۳ھ) مولانا قاسم کاہی نے اس طرح لکھی ہے:-

ہمایوں بادشاہِ ملکِ معنی ✤ ندارد کس چو او شاہ دگر یاد
ز بامِ قصر خود افتادہ ناگہ ✤ دراں عمرِ عزیزش رفت برباد

[illegible]

ہے تاریخ اند کا ہی رقم زد ٭ ہمایوں بادشہ از بام اُفتاد

قنبر دیوانہ کی لاش بدایوں میں دفن ہوئی - ملا صاحب لکھتے ہیں کہ اس کی قبر بدایوں میں مشہور و موجود ہے - اور گزیٹیر بدایوں میں لکھا ہے کہ ادنے درجہ کے لوگ اسکی قبر پر بہت دنوں تک نذر و نیاز چڑھایا کرتے تھے - اب مؤلف کے زمانہ میں اسکی قبر کا ٹھیک پتہ نہیں معلوم ہوتا -

ناظم ۲۹

میر مرتضی المتخلص بہ علمی

بعد قتل قنبر دیوانہ کے میر مرتضی جو سادات دوعنباد سے تھے اور امرائے معتبر خان زماں یعنی علی قلی خاں حاکم سنبھل سے تھے کچھ مدت تک حاکم بدایوں رہے - ملا عبد القادر نے اپنی منتخب التواریخ کی جلد۳ میں شعرا کے ذیل میں انکا تذکرہ کر کے حکومت بدایوں کا کچھ مدت اسکے تصرف میں رہنا لکھا ہے چنانچہ انکے حال میں مذکور ہے کہ یہ شخص نہایت خوش اخلاق و خوش طبع تھا او کبھی کبھی شعر بھی لکھتا تھا چنانچہ منتخب التواریخ میں ملا صاحب نے اُن کا ایک شعر لکھا ہے جو یہ ہے - ے

ایں ہمہ شب آں سگ خوخواب ندارد ٭ از نالہ و فریاد فغان کہ تو داری

ناظم ۳۰

قاسم علیخاں بقال

اس شخص کا نام قاسم علی ولد حیدر بقال تھا۔ خدا کی قدرت سے اسکو منصب اور خطاب خانی عطا ہوا اور ۹۷۹ھ میں حکومت بدایوں اُسکو تفویض کی گئی۔ یہ شخص شاعر بھی تھا اور عطاری تخلص کرتا تھا۔ باشندہ آگرہ تھا۔ ملا بدایونی نے منتخب التواریخ کی جلد سوم میں بذیل شعرا اسکا تذکرہ اس طرح لکھا ہے جسکو ہم بجنسہ نقل کرتے ہیں۔

قاسم علی ولد حیدر علی بقال بد اصلی و غرور و مکر میں مشہور تھا اور اپنا قریشی ہونا کہتا تھا۔ یہ بات مقرر ہے کہ جب کسیکا نسب نہ ہو تو وہ قریشی نسب بتاتا ہے۔ اپنی مجلس میں وہ باپ کے آنے سے عار کرتا تھا۔ لہذا اُسکا باپ کہتا تھا کہ تجھکو ذلیل کرنے کو میں اپنی دُکان پر جو آگرہ میں ہے بیٹھوں گا اور میوہ اور معجون بیچوں گا ہر ایک سے بلا دریافت کہونگا کہ تم جانتے ہو کہ قاسم علیخاں میرا پسر صلبی ہے پھر دیکھونگا کہ تو اُسکو مار ڈالیگا۔

اور لکھا ہے کہ کسی نے قاسم علی کے باپ سے پوچھا کہ تمہارے کتنے بیٹے ہیں اُس نے کہا کہ آٹھ اس تفصیل سے ؎

دو از من است و دو از بی بی و دو از ہر دو + دوئی دگر کہ نہ از بی بی است نے از من

قاسم علی لڑکپن میں صاحب جمال تھا اور مجلس میں پڑہا کرتا تھا آخر خلیفۃ خلیفۃ الزمانی کا ہوا اور اسپر اعتبار کامل ہوگیا پھر رتبہ خانی پر پہونچا اور یہ مثل سچ ہوئی کہ کسی شخص نے ایک شخص سے کہا کہ تمنے سنا ہے کہ فلاں کو خان کر دیا اُس نے کہا کہ خوب ہوا وہ مردک اسی قابل تھا اسکا شعر بھی ملا نے نقل کیا ہے وہ یہ ہے **بیت**

اور اپچو طفلگان خطکی و سواد سکے + باآن خط و سواد کی خود اعتقاد سکے

(مؤلف) ہمکو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ملا صاحب کو اس شخص سے نہایت درجہ ملال تھا کیونکہ جو شعر انتخاب کیا ہے وہ لایعنی و بیمعنی ہے جس سے استعداد علمی کا حال قاسم علی بقال کا بخوبی معلوم ہوجاوے وگرنہ خلیفہ ہوکر ایسا شعر قرین قیاس نہیں ۔ پھر ملا صاحب لکھتے ہیں کہ اس مدت اکیس سال میں کہ فقیر نے اُس کو چند مرتبہ دیکھا ہے کبھی شیخی اور لاف سے خالی نہ رہتا تھا اور اُستادوں سے زبردستی اپنی لیاقت کو تسلیم کراتا تھا اور اگر وہ قبول میں انکار کرتے تو نکال دیتا تھا ۔ اور شیخی سے بجز سخن پروری اور اَلْكَلِمَةُ لَفْظٌ وُضِعَ لِمَعْنًى مُفْرَدٍ کے زیادہ نہ پڑھا تھا ۔ اور سلیقہ شعر گوئی اشعار سے واضح ہے ۔ **بیت**[۱] ماسوئے آب مائل و حمام جائے ما است + حمام خانہ ایست کہ خاص از برائے ما است ۔

اسکی ایام حکومت کا ایک بڑا مشہور واقعہ آتشزدگی کا کہا جاتا ہے کہ جس سے تمام شہر جل گیا تھا ۔ اور مشہور ہے کہ جامع مسجد کا گنبد بھی اُسی آتش کے صدمہ سے سربسجدہ ہوگیا تھا جسے دوبارہ قطب الدین خاں کوکہ کے عہد میں

---

[۱] ہمارے زمانہ میں ایک لالہ سیتل پرشاد الملقب اُستاد تخلص بغرت ساکن مراد آباد بدایوں میں اہلمد کلکٹری تھے مشاعرہ میں اُن کے اشعار اسی قسم کے ہوتے تھے اور وہ اپنے آپ کو شاگرد رشید امام بخش ناسخ کا فرماتے تھے چنانچہ اردو کا شعر انکا بطور نوادر مضمون شعر مذکورہ بالا ہے جسکو ہم یہاں نقل کرنا مناسب سمجھتے ہیں ۔ **شعر**

غسل خانہ کی ہیں دیوار بلاشک بنتا + مگر سمجھا کہ یہاں آکے وہ عریاں ہونگے

اُسکے بیٹے نے تعمیر کرایا۔

ملا صاحب منتخب کی جلد دوم میں اس آتشزدگی کا حال اس طرح لکھتے ہیں کہ اس سال یعنی ۹۷۶ھ میں بدایوں میں بہت بڑی آگ لگی اسقدر ہندو مسلمان جلے کہ شمار اُن کا نہیں ہوسکتا ہے اور چھکڑے بھر بھر کر انہیں ندی میں ڈالتے تھے اور معلوم نہیں ہوتا تھا کہ یہ شخص مسلمان ہے یا ہندو اور جو بعض آدمی جلنے سے بچے تو وہ فصیل قلعہ پر چڑھ گئے مگر مشتعل آگ سے جو اُن کے قریب تک پہونچی تھی تمام عورات اور مردوں نے اپنے آپ کو دیوار سے نیچے گرایا کہ جسکی وجہ سے وہ لنگڑے اور زخمی ہوگئے۔ اور پانی اُس آگ پر ڈالا جاتا تھا تو مثل روغن کے کام دیتا تھا۔

ملا عبدالقادر یہ بھی لکھتے ہیں کہ میں نے یہ واقعہ اپنی آنکھ سے دیکھا۔ اور لکھتے ہیں کہ قبل اس واقعہ کے ایک مجذوب میاں دوآبہ سے بدایوں میں آیا تھا اور میں اُسکو اپنے مکان پر لایا جس سے ہر روز مجالست رہتی تھی ایک روز خلوت میں مجھسے کہا کہ اس شہر سے باہر چلے جاؤ میں نے کہا کہ کیوں اُس نے کہا تماشا خدا کا یہاں ظہور پائیگا۔ چونکہ وہ خراباتی تھا اس وجہ سے مجھے اسکی بات پر یقین نہ ہوا۔

اسی مقام پر ملا نے یہ شعر لکھا ہے۔

چہ پرسی از بدایوں وز احوال پریشانش + کہ آیات عذاب النار نازل گشتہ در شانش

بعدہٗ قاسم علیخاں بقال کالپی کا حاکم ہوگیا اسکے بعد یہ نہیں معلوم ہوتا کہ بدایوں کا حاکم کون ہوا۔ اکبر کے عہد میں کانت و گولہ شامل سرکار بدایوں کیے گئے پس

ان دونوں جگہ کا ایک ہی حاکم سمجھا جاتا تھا۔ قاسم علی خاں بقال کی نسبت سوائے گزیٹیر بدایوں کے اور کسی نے اسکا حاکم بدایوں ہونا نہیں لکھا مگر منتخب میں لفظ قریب جاگیر بدایوں لکھا ہے جس سے وہاں کا جاگیر دار ہونا خیال کیا گیا۔

ناظم ۳۱

نواب فرید خاں فاروقی

اکبر شاہ سنہ ۱۰۱۴ھ میں فوت ہوا اُسکے بعد چند برسوں کا حال نسبت حاکمان بدایوں معلوم نہیں ہوتا جب جہانگیر تخت نشین ہوا تو یہ بات مشہور عوام ہے کہ اُس نے نواب فرید خاں فاروقی کو حاکم بدایوں کیا۔ جو حضرت بابا فرید شکر گنج رحمۃ اللہ تعالے علیہ کی اولاد سے تھے اور شیخ خوبن کو کہ نواب قطب الدین خاں کے بیٹے تھے۔ جو جہانگیر بادشاہ کے رضاعی بھائی تھے اور آپ کو خطاب نواب محتشم خان بہادر کا عطا ہوا تھا۔ اور ایک محلہ شیخ پورہ قلعہ سے جانب غرب متصل سوتھہ دروازہ آباد تھا۔ اُس محلہ میں اور نیز اندرون قلعہ شیخ فاروقی بکثرت آباد تھے۔ اب شیخ فرید کی اولاد موضع شیخو پور میں جو بدایوں سے جانب جنوب دو میل کے فاصلہ پر دریائے سوت کے دوسرے کنارہ پر ہے اور جہاں ایک قلعہ بنا ہوا ہے آباد ہے۔ ان کے زمانہ میں کوئی خاص تاریخی واقعات نہیں ہوتے جو تحریر کیئے جائیں۔ ان کا مقبرہ عالیشان شیخو پور میں متصل دریائے سوت بنا ہوا ہے۔ اور اٹھارہویں جلوس اکبری میں بادشاہ نے جب لاہور کو روانہ ہوا تو ایک حکم راجہ جسونت سنگہ کو لکھا کہ شیخ فرید ولد

قطب الدین خاں کوکہ کو انتظام دار الخلافت سپرد ہوا ہے اُنکے آنے تک مہاراجہ منتظم رہے ۔

حالات درباب شکستگی سرکار بدایوں

سنہ ۱۰۳۶ھ میں جب شاہجہاں تخت نشین ہوا تو اُس نے اپنے عہد سلطنت میں صدر مقام بریلی کردیا اور لفظ سرکار کا بدایوں سے علیحدہ ہوگیا ۔ اس کے زمانہ میں تین حاکم بدایوں میں ہوئے ۔ عبد اللہ خاں ۔ نانک چند ۔ نذر محمد خاں اور عہد عالمگیر میں احمد اللہ شاہ کو حاکم کیا تہا جس نے بغاوت اختیار کی اور اُس کی گوشمالی نواب مالیر کوٹلہ کے اجداد نے کی اور پھر نیاز احمد خاں حاکم رہا ۔ اسکا کچھ حال مفصل نہیں معلوم ہوا لہذا ہمنے بھی بالاختصار لکھدیا ۔ نذر محمد خاں نے البتہ دریائے سوت کا پُل متصل زیارت حضرت شاہ ولایت رحمۃ اللہ علیہ کے سنہ ۱۰۳۹ھ میں مستحکم پختہ بنایا تھا جب وہ شکست ہوگیا تو اُسکی جگہ پر فتح خان خانساماں نے زمانہ عملداری رہیلہ میں پُل بنایا اور وہ بھی شکست ہوگیا اب اُس کی جگہ پر کارنیگل صاحب بہادر کلکٹر نے سنہ ۱۸۶۱ء میں پُل جدید بنایا جو اتبک موجود ہے ۔

عہد سلطنت اورنگ زیب عالمگیر میں جو سنہ ۱۰۶۹ھ سے شروع ہوتا ہے اضلاع کی جابجا تبدیلی ہوئی بدایوں اور سنبھل روہیلکھنڈ قدیم کٹھیر میں شامل ہوگیا ۔ رائے مکند رائے جدید گورنر روہیلکھنڈ مقرر ہوا اور اُسکا صدر مقام بریلی ہوا ۔ پھر جب عالمگیر نے انتقال عزل ونصب کیا تو سنہ ۱۰۸۰ھ میں رائے مکند رائے کو

بنگالہ کا حاکم کیا۔ اسکے بعد عنایت خاں دفتر دار خالصہ کو خلعت دیکر فوجدار چکلہ بریلی مقرر کیا۔ پھر ۱۰۹۵ھ میں صالح خاں ولد اعظم خاں کوکہ کو خدمت فوجداری و دیوانی بریلی مقرر فرمایا اور سعد الدین اُسکے لڑکے کو بھی اُسی وقت خلعت دیا۔

اورنگ زیب کا انتقال ۔ چغتائیہ کا زوال اور رُہیلوں کا اِقبال

افغان جنہوں نے بدایوں میں حکومت کی وہ دو قسم کے تھے۔ ایک رُہیلہ پٹھان کٹھیر کے۔ اور دوسرے بنگش پٹھان ماتحت حاکم فرخ آباد۔ اولاً بنگش افغانوں کا عروج ہوا۔ ۱۱۲۷ھ میں فرخ سیر بادشاہ نے محمد خاں بنگش کو ریاست بھوجپور شمس آباد مرحمت فرمائی اور بوجہ اُن خرابیوں کے جو فرخ سیر کو اپنے آخر زمانہ میں پیش آئیں اُس نے محمد خاں کو خود مختار کر کے خطاب نوابی عطا فرمایا۔

محمد خاں نے فرخ آباد کو اپنے آقا کے نام سے مشہور کیا اور اپنے آقا کے انتقال کے بعد جو ۱۱۳۲ھ میں ہوا اُس نے پرگنہ جات بدایوں اور اوسہت پر قبضہ کر لیا۔ محمد شاہ کے عہد میں ۱۱۳۳ھ میں بوجہ اُس خدمت کے جو محمد خاں نے انجام دی تھی اُس کو بادشاہ نے منصب ہفت ہزاری مع سات ہزار سوار و خلعت و شصت لکھ روپیہ نقد عنایت کیا اور خطاب غضنفر جنگ کا عطا فرمایا۔ اور پرگنہ جات بھوجپور اور شمس آباد جاب

ضلع فرخ آباد میں شامل ہیں بطور جاگیر عنایت ہوئے - پھر اُسی سال میں صوبہ دار الہ آباد مقرر کیا اُس وقت اُسکے ماتحت عامل اس طرح پر تھے الہ آباد کا حاکم بھورے خاں چیلہ بھنڈ ہیر - اور کالپی کا حاکم دلیر خاں چیلہ - اور جالون میں کمال خاں - اور بھوج پور میں نیک نام خاں چیلہ شمس آباد کا داؤد خاں چیلہ - اور بدایوں اور سہسوان[۱] اور مہر آباد کا شمشیر خاں چیلہ -

شمشیر خاں چیلہ نواب محمد خاں بنگش عامل بدایوں

۱۱۴۳ھ مطابق ۱۷۳۰ء سے لغایت ۱۱۴۴ھ یعنی ایک سال تک منجانب نواب محمد خاں بنگش شمشیر خاں چیلہ حاکم پرگنات بدایوں و سہسوان[۱] و مہر آباد کا مقرر ہوا -

اور واضح رہے کہ نواب محمد خاں کو محمد شاہ بادشاہ نے اپنے جلوس کے پہلی سال صرف پرگنہ بھوج پور اور شمس آباد بطور جاگیر کے دیا تھا اور وہی اصلی ریاست محمد خاں کی تھی مگر اُس نے بوجہ طوائف الملوکی اپنے زور بازو سے بہت سے علاقے قبضہ میں کر لیئے تھے - چنانچہ کسی شاعر نے یہ قطعہ اُسکی حدود حکومت کی بابت مرقوم کیا ہے -

---

[۱] اب سہسوان بدایوں میں اور مہر آباد ضلع شاہجہان پور میں شامل ہیں -

قطعہ۔ میانِ دو آب و میانِ دو کاف + شدہ حاصلِ ملک جملہ معاف
شود قبضۂ کول و کولہ حدود + بدریائے گنگ و جمن انصراف

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قریب نصف ضلع بدایوں اور ایک پرگنہ ضلع شاہجہاں پور یعنی مہرآباد اسکے قبضہ میں تھا۔ اور تاریخ فرخ آباد میں سر ولیم آروین صاحب کلکٹر نے لکھا ہے کہ آنولہ جو جاگیر عمدۃ الملک امیر خاں میں تھا وہ بھی قبضہ حکومت محمد خاں میں آگیا تھا۔ شمشیر خاں چیلہ کے قبضہ میں کچھ دنوں قبل موسی نگر و بلور اکبرپور شاہ پور و قنوج بھی رہے تھے۔ ایک مرتبہ ابوالمنصور خاں صفدر جنگ فیض آباد سے دہلی کو جاتے ہوئے پاپا مئو گھاٹ واقع پرگنہ بلور سے گنگا اُترے۔ شمشیر خاں نے کہا کہ جب تک اُس نقصان کی بابت جو فصلوں کو پہونچا ہے معاوضہ نہ دیا جاوے تب تک میری حدود ریاست میں صفدر جنگ کے خیمے کھڑے نہوں یہ حکم شمشیر خاں کا صفدر جنگ کو بہت ناگوار گذرا اُس نے فوراً اس مضمون کا خط لکھکر فرخ آباد کو نواب محمد خاں کے پاس بھیجا

"نواب نامدار سلامت۔ شمشیر خود را درمیان بکن وگرنہ آب نخواہد ماند" محمد خاں نے جواب ترکی بہ ترکی لکھا کہ "نواب نامدار سلامت۔ این شمشیر مرداں در معرکہ میدان بے خون چشیدہ بمیان نمی آید" صفدر جنگ نے یہ جواب پاکر شمشیر خاں سے مقابلہ کرنا چاہا لیکن اُس کے مشیروں نے رائے نہ دی اور کہا کہ بادشاہ کی ناخوشی کا سبب ہوگا۔ اور نیز آپ فتحیاب ہوئے تو مشہور ہوگا کہ ایک چیلہ سے لڑے تھے اور اگر شکست ہوئی تو ہمیشہ کو

بدنامی کا داغ رہیگا۔ چنانچہ وہ وہاں سے دہلی کو روانہ ہوگیا۔ شمشیر خاں کے اشارہ سے راہ میں اُسکی فوج کا اسباب لوٹ لیا گیا۔ اسیوجہ سے لکھنؤ کے حکام محمد خاں کے خاندان سے ملال رکھتے تھے اور شمشیر خاں کی مُہر پر یہ الفاظ کندہ تھے **بگذار ای محمد آب شمشیر**۔ بعد وفات قایم خاں کے جو جھگڑے ہوئے اُن میں شمشیر خاں بھی شریک تھا۔ اور وہ منجملہ اُن پانچ چیلوں کے تھا جو گرفتار ہوکر دہلی بھیجے گئے تھے [illegible]ء میں شمشیر خاں دہلی میں مارا گیا۔ اُس کے پانچ بیٹے تھے۔

حسن علیخاں۔ رحم علیخاں۔ عمر علیخاں۔ کاظم علیخاں۔ رسول علیخاں۔
اُس نے ایک قصبہ شمشیر گنج اپنے نام سے بیور ضلع مین پوری میں آباد کیا۔

حالات حکومت افاغنہ روہیلہ

بعد شاہجہان بادشاہ کے بعہد عالمگیر حکومت سرکار سنبھل و بریلی و بدایوں کی نواب عظمت اللہ خاں کو سپرد ہوئی تھی۔ اور یہ نواب خلف الصدق مولوی عصمت اللہ خاں بنیرہ عبد القادر فاروقی لکھنوی کے تھے۔

اس خاندان میں حکومت عہد عالمگیر سے تا زمان محمد شاہ بادشاہ رہی۔ افاغنہ روہیلہ جو کوہستان شمالی کابل و نیشاپور کے رہنے والے تھے وہ مدت سے ان اطراف و جوانب یعنی سرکار سنبھل و بدایوں میں آکر ملازمت زمینداران میں رہا کرتے تھے اور زر کثیر اور جم غفیر رکھتے تھے۔ القصہ زمانہ حکومت نواب عظمت اللہ خاں میں افاغنہ

ملازمت نواب ہیں تھے ۔ روہیلہ افغانان کا شجرہ اس طرح ہے ۔

شجرہ

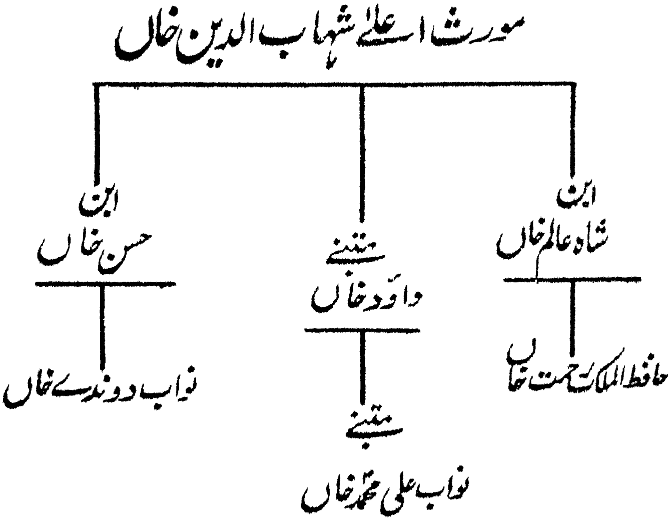
مورث اعلےٰ شہاب الدین خاں
ابن
شاہ عالم خاں
حافظ الملک رحمت خاں
متبنے
داؤد خاں
متبنے
نواب علی محمد خاں
ابن
حسن خاں
نواب دوندے خاں

پس ناظرین پر واضح رہے کہ داؤد خاں متبنے شہاب الدین خاں کا تھا مگر اکثر اہل تواریخ نے اسکو متبنے شاہ عالم خاں پسر شہاب الدین خاں کا لکھا ہے ۔ ہمارے نزدیک یہ کوئی اختلاف نہیں کیونکہ زمانہ ہر دو کا واحد ہے ۔ اس لئے ملک کٹھیر میں آکر ملازمت راجہ کمایوں کی اختیار کی اسکی پاس واسطے پناہ وامن وراحت غول افاغنہ نے جنکو الوش کہتے ہیں بوجہ دباؤ نادری آنا شروع کیا اور ملک کو حسب عادت غارت گری سے تباہ کرکے روپیہ جمع کیا ۔ چنانچہ داؤد خاں ایک جماعت کثیر کا سردار ہو گیا ۔ اسکا متبنے نواب علی محمد خاں تھا اکثر تاریخوں میں یہ لکھا ہے کہ مولد اسکا موضع پانکولی واقع قصبہ کابنھر توابع سرکار سنبھل تھا اور وطن سکنی اسکا موضع

بیولی تابع سرکار بدایوں تحقیق جو متصل بسولی پرگنہ ستاسی ہی خدا کی قدرت ہے کہ اس لڑکے کو جو بہت کم سن تھا مگر اُس کے چہرہ سے آثار کیاست وجلادت نمایاں تھے اور مصداق اس شعر کے تھا۔ شعر

بالائے سرش ز ہوشمندی + می تافت ستارۂ بلندی

داؤدخاں نے جسکی جاگیر میں چند دیہات پرگنہ ستاسی کے تھے اور اُسنے ترقی حاصل کی تھی۔ اپنی تبنیت میں لیکر پرورش کیا اور علی محمد خاں نام رکھا۔ اکثر مورخوں نے علی محمد خاں کو نومسلم لکھا ہے۔ مگر نواب کلب علیخاں بہادر مرحوم ومغفور جنت آشیاں والیئے ریاست رامپور نے جو اُسکی اولاد میں تھے۔ اپنی کتاب میں سادات سے اُسکا نسب ملایا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب وعندہ ام الکتاب۔

داؤدخاں برخلاف نواب عظمت اللہ خاں کے راجہ کمایوں کا ملازم ہوا جب نواب موصوف نے مرادآباد سے واسطے گوشمالی راجہ کمایوں کے عزم کرکے کاشی پور وردرپور میں جو دامن کوہ میں علاقہ ری راجہ مذکور میں واقع تھے لشکر پہونچایا اور لڑائی شروع ہوئی اُسوقت داؤدخاں وغیرہ جمعداران قوم افاغنہ تاب مقاومت نہ لائے اور بھاگے راجہ نے یہ یقین کیا کہ یہ لوگ نواب موصوف سے سازش کر گئے ہیں پس اُس نے مکروحیلہ سے داؤدخاں کو مع ہمراہیوں کے بلا کے کو طلب کیا اور دھوکے سے داؤدخاں کو مع ہمراہیان کے مار ڈالا۔ علی محمد خاں اس عرصہ میں جو فوج وجمعیت داؤدخاں اور دیگر پٹھانوں کی دامن کوہ میں باقی رہی تھی اُسکو اپنے ہمراہ لیکر نواب

عظمت اللہ خاں کی خدمت میں حاضر ہوا اور ملازمت نواب موصوف کی اختیار کی۔ نواب نے بطور فرزند کے اسکے ساتھ شفقت فرمائی اور ہر روز اسکا درجہ بڑھایا۔ کچھ عرصہ تک نواب موصوف کے ہمراہ رہا اور ہر روز اُسکی ترقی ہوتی جاتی تھی اور افاغنہ کثرت سے اُس کے مطیع ہوتے جاتے تھے چنانچہ اُس کے پاس اسباب امارت مہیا ہوگیا تو بعد ایک مدت حکومت پرگنہ آنولہ وغیرہ منجانب عظمت اللہ خاں نواب علی محمد خاں کے سپرد ہوئی۔ جب نواب موصوف کا انتقال ہوگیا تو احمد خاں ہردی کو سرکار مراد آباد کی حکومت تفویض ہوئی۔ اسوقت بھی عامل موصوف کی طرف سے حکومت پرگنہ جات آنولہ وغیرہ علی محمد خاں کی بحال رہی۔ رفتہ رفتہ چھوٹے چھوٹے جاگیر دار جو پرگنہ آنولہ وغیرہ میں تھے اُنکی املاک پر علی محمد خاں متصرف ہوا۔ اور آنولہ کو اپنا مسکن کیا وہ قدرے قلیل روپیہ جاگیرداروں کو دیتا تھا۔ تھوڑے عرصہ میں بوجہ بدانتظامی سلطنت دہلی کی بہت سی سپاہ افاغنہ وغیرہ علی محمد خاں کے پاس جمع ہوئی۔ اس عرصہ میں جب نادر شاہ بادشاہ ہندوستان پر حملہ آور ہوا اور بعد فتوحات واپس گیا اُسوقت حکومت فوجداری مراد آباد منجانب بادشاہ ہرنند نامی کے تعلق تھی۔ اُس نے چاہا کہ علی محمد خاں کی جمعیت کو پریشان کرکے اُس کے اقتدار حکومت کو گھٹائے تو اولاً علی محمد خاں نے پیغام صلح دیکر بہت کچھ عاجزی کی۔ چونکہ ہرنند کا پیغام اجل قریب تھا اُس نے غرور ونخوت سے سخن صلح کو نہ سُنا۔ آخر الامر علی محمد خاں علی الصباح جنگ کے لیئے ہرنند کے لشکر پر بمقام پرگنہ بلاری کنارہ دریائے ارل جا گرا چونکہ ہرنند

خواب غفلت میں تھا۔ علی محمد خاں نے ہرنند کو مع اُسکے پسر کے درِ خیمہ پر قتل کیا۔ اور تمام لشکر اُس کا تباہ و غارت ہوگیا۔ دلیر خاں اور عبد النبی خاں جو فوجدار بریلی کے تھے اور ہرنند کی کمک کو آئے تھے اُنہوں نے بڑی مردانگی سے مقابلہ کیا اور علی محمد خاں کے لشکر سے بہت لوگوں کو مارا۔ آخرش یہ ہر دو بھائی اس معرکہ میں جاں بحق ہوئے۔ اب علی محمد خاں کو یہ فتح غیر مترقبہ حاصل ہوئی۔ اُس کی شوکت و عظمت المضاعف ہوگئی اور تھوڑے دنوں میں اس نے تمام اطراف و جوانب کو از سنگ تا بہ گنگ یعنی کوہ ہمالیہ سے لیکر تا دریائے گنگ اپنے قبضہ قدرت میں کر لیا۔ اور تمام زمینداروں کو جو دامن کوہ میں تھے برباد کرکے اور بت خانوں کو شکست کرکے اسلام کو شائع کیا اور بہت سی مساجد و مدارس و خانقاہیں تعمیر کرائیں اور ہر چہار طرف سے گروہ علما و فقرا و صلحا وغیرہ اس کے پاس حاضر آتے اور پرورش و جاگیر پاتے تھے۔ چنانچہ سب ملک کٹھیر اسکے قبضہ میں آگیا تب منجانب محمد شاہ بادشاہ کے علی محمد خاں کو منصب شش ہزاری اور خطاب نوابی و نقارہ عطا ہوا۔ آسوقت تمام سرداران شاہی اور دیگر زمینداران اطراف و جوانب کو رشک و حسد اُسکے جاہ و مرتبہ پر ہوا اور سب امرا اُسکے زوال امارت کی فکر میں رہتے تھے لیکن کوئی تدبیر کارگر نہوتی تھی۔ آخر سال بست و ہفتم جلوس محمد شاہ بادشاہ میں بہ تحریک نواب ابو المنصور خاں صفدر جنگ کے محمد شاہ بادشاہ خود روہیلوں کو اخراج کرنے کی غرض سے روانہ ہوا اور دریائے گنگ کو رام گھاٹ سے عبور کرکے قصبہ تنور میں پہونچا اور علی محمد خاں اپنے مقام

آنولہ کو چھوڑ کر قلعہ بن گڈھ میں جو بدایوں سے چار پانچ کوس ہے مقیم ہوئے اس مہم میں وزیر اعظم قمر الدین خاں چین بہادر بھی بادشاہ کے ہمراہ تھا وہ صفدر جنگ کی کارروائی سے ناخوش تھا اور علی محمد خاں کا طرفدار تھا اور اس لڑائی میں امرائے نامدار وزیر الملک نواب قمر الدین خان اور نواب صفدر جنگ و نواب امیر خاں و نواب قایم خاں بنگش والی فرخ آباد لشکر شاہی کے ہمراہ تھے اور نواب فصیح الدین خاں عرف فصیح اللہ خاں مرحوم پر دادا مؤلف رسالہ ہذا بھی جو منصب دو ہزاری اور پانصد سواری کے تھے اس موقعہ پر بادشاہ کے ہمراہ دہلی سے اپنے وطن بدایوں کو تشریف لائے تھے۔ بدایوں پہونچکر امرائے موصوف معہ لشکر شاہی سوت ندی کے کنارہ پر خیمہ زن ہوئے اور علی محمد خاں سے مقابلہ ہوا نواب علی محمد خاں چند روز تک مقام بن گڈھ میں قلعہ بند رہے لیکن برابر توپ گولہ سے لڑتے رہے۔

آخرش پیام صلح کا نواب موصوف نے بھیجا اور وزیر الملک قمر الدین خاں چین بہادر نے اُس کی سفارش کی اگرچہ نواب ابو المنصور خاں صفدر جنگ نہیں چاہتا تھا کہ علی محمد خاں کی خطا معاف ہو۔ لیکن بادشاہ کو خاطر وزیر اعظم کی منظور تھی وزیر اعظم قمر الدین خاں چین بہادر نے علی محمد خاں کو اپنے ساتھ بادشاہ کے روبرو رومال سے ہاتھ باندھکر پیش کیا اور عفو تقصیر چاہی۔

بادشاہ نے قصور معاف کرکے بہت مہربانی فرمائی اور اپنے ہمراہ علی محمد خاں کو دہلی لے گیا اور اس ملک کی صوبہ داری پر نواب معین الدین خاں و فرید الدین خاں پسران نواب عظمت اللہ خاں مراد آبادی کو مقرر کیا

اس عرصہ میں کھیم کرن راجپوت جو کہ سرگروہ باغیان ملک کٹہر کا تھا بدر الاسلام خاں پسر نور الدین خاں کو پاسوی کے ہاتھ سے جو بعہد معین الدین خاں ناظم بریلی کا ہوا تھا مارا گیا۔ القصہ جب بادشاہ دہلی پہونچا تو اس نے بوجہ سفارش وزیر قمر الدین خاں کے نواب علی محمد خاں کو حاکم سرہند کر کے روانہ کیا۔ نواب ممدوح نے سرہند پہونچکر بہت سے مفسدوں کو تہ تیغ کیا اور بہت سی جمعیت فراہم کی اس زمانہ میں احمد شاہ دُرانی ولایت افغانستان سے جانب سرہند پہونچا اور اُس نے اس نواح کو ویران کر کے قتل عام سرہند تک کیا۔ بادشاہ نے مصلحت وقت سے یہ خیال کر کے کہ افاغنہ باہم متفق ہوں علی محمد خاں کو سرہند سے دوسرے صوبہ کو بھیجدیا تھا۔ علی محمد خاں نے موقعہ پاکر اپنی پرانی ریاست آنولہ کی طرف رخ کر دیا اور سرہند پر احمد خاں دُرّانی سے اور فوج شاہی سے جو دہلی سے گئی تھی جسکے افسر قمر الدین خاں چین بہادر مع اپنے پسر میر مَنّو معین الملک اور نواب نظام الملک آصف جاہ صفدر جنگ کے تھے اور خود شاہزادہ احمد شاہ پسر محمد شاہ انکی ہمراہی میں موجود تھا متواتر لڑائیاں ہوئیں۔ چنانچہ بہت بڑی جنگ کے بعد اتفاقاً ایک روز صبحکو قمر الدین خاں بہادر بعد نماز مصلے پر بوجہ صدمہ گولہ مارا گیا۔ مگر اُس کے پسر معین الملک اور نواب آصف جاہ نظام الملک نے اُسیوقت بماہ ربیع الاول ۱۱۶۱ھ ایک سخت حملہ دُرّانی پر کیا جس میں احمد شاہ کو شکست ہوئی۔ مگر شاہ اپنے ساتھ وقت واپسی علی محمد خاں کے ہر دو پسران مسمی عبد اللہ خاں و فیض اللہ خاں کو قندہار لیتے چلا گیا

اب جہاں علی محمد خاں نے سمجھا کہ لڑکے جو ضمانت میں قید تھے وہ بھی نکل گئے پس اس نے ہر چہار طرف اپنا سکہ جمانا اور ملک دبانا شروع کیا ۔

اس اثنا میں محمد شاہ بادشاہ کا انتقال ربیع الثانی ۱۱۶۱ھ میں ہوگیا ۔ تب نواب علی محمد خاں بفراغت تمام ملک کٹھیر کا حاکم بنگیا ۔ اور کچھ عرصہ حکمرانی کرکے آخر عازم عالم جاودانی ہوا ۔ اس نے اپنے مرنے سے پیشتر حافظ الملک حافظ رحمت خاں کو بلاکر اپنے پسران نابالغ سعد اللہ خاں و عبد اللہ خاں کو اُن کے سپرد کیا اور چاہا کہ حافظ الملک کام کرے اور لڑکوں کی پرورش کرتا رہے لیکن حافظ الملک نے علی محمد خاں کی پگڑی سعد اللہ خاں اُسکے پسر کے سر پر جو ہشت سالہ تھا اپنے ہاتھ سے رکھی اور اُس کو سردار بنایا ۔ اس ایام میں روہیلوں کی حکومت ملک کٹھیر میں بدستور قایم رہی ۔ جب محمد شاہ کا انتقال ہوگیا تو ۱۱۶۱ھ میں علی محمد خاں کے مرنے سے کچھ قبل وزارت نے بھی پلٹا کھایا احمد شاہ بجائے محمد شاہ تخت نشین دہلی ہوا اور نواب منصور جنگ بہادر اُسکا وزیر مقرر ہوا ۔ نواب موصوف کو افاغنہ سے قلبی نفرت اور قدیم عداوت تھی اُس لئے واسطے استیصال اس قوم کے یہ تدبیر سوچی کہ بنگش کو روہیلہ سے لڑانا چاہئیے ایک فرمان منجانب بادشاہ بنام نواب قایم خاں پسر نواب محمد خاں بنگش متوفی کے بمقام فرخ آباد بھیجا کہ تمکو حکومت ملک کٹھیر عطا کیجاتی ہے تم روہیلہ افغانوں کو اُس ملک کی حکومت سے علیحدہ کردو اگرچہ قایم خاں دل سے اپنے ہم قوم پٹھانوں سے لڑنا نہیں چاہتا تھا ۔ مگر محمود خاں آفریدی نے جو مدار المہام ریاست نواب بنگش کا تھا قایم خاں کو رائے دی کہ حکومت کٹھیر ہاتھ میں لیجیئے اور روہیلوں کو نکال دیجئے

اُس کے مشورہ سے نواب موصوف نے معظم خاں برادر محمود خاں موصوف کو بطور نیابت روانہ آنولہ کو کیا۔

معظم خاں نے حافظ الملک حافظ رحمت خاں سے یہ پیغام نواب بنگش کا پہونچایا کہ تم حکومت ملک کٹھیر سے دست بردار ہو جاؤ اور ہم اپنی طرف سے شحنہ وغیرہ مقرر کرینگے اُسوقت حافظ رحمت خاں نے بمشورہ بخشی سردار خاں و فتح خاں خانساماں و نواب دوندے خاں یہ مناسب سمجھا کہ منجانب بیوہ علی محمد خاں ایک ملتمسہ نواب قایم خاں کو بھیجا جاوے اور سید احمد خاں المشہور شاہ جیو میاں جو اولاد سید علی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ مشہور بہ پیر بابا سے تھے مع تین چار علماء وقت کے بطور سفارش اُس ملتمسہ کے ہمراہ جائیں اور معذرت و الحاح واسطے چھوڑ دینے ملک کٹھیر کے کریں تاریخ فرخ آباد میں لکھا ہے کہ سید صاحب موصوف نے قایم خاں کے روبرو یہ امر ظاہر کیا کہ ہم سید آل نبی ہیں آپ ہماری وجہ سے بیوہ علی محمد خاں اور نابالغ لڑکوں پر حملہ نہ کیجیے اور ملک اُن کا نہ لیجیے اور چادر اُس بیوہ کے پاؤں پر رکھی نواب قایم خاں نے یہ جواب دیا کہ بخشی محمود خاں سے جا کر کہیے اُس کی جو رائے ہو گی عمل کیا جائیگا۔ جب سید ممدوح مع علما کے بخشی محمود خاں کے پاس گئے اور اُس سے یہی پیغام کہا تو اُس نے جواب سخت متکبرانہ دیا کہ تم فقیر اور عالم لوگ ہو معاملات ریاست سے تمکو کچھ واسطہ نہیں۔

الغرض سید موصوف کمال غصہ سے بے نیل مرام واپس آئے اور انہوں نے آنولہ پہونچکر حافظ الملک وغیرہ سے کہا کہ اب تم سامان جنگ کرو اللہ چاہیگا تو فتح پا

ہوگئے کیونکہ اتمام حجت ہو چکی۔ اُسوقت روہیلے خدا کا نام لیکر مع اپنی جمعیت قلیل کے آنولہ سے بدایوں کو چلے   قایم خاں کے ہمراہ ساٹھ ہزار سوار اور پیدل بیشمار اور چار سو ہاتھی لایق کارزار تھے۔ اور موضع دونری[1] نروتم پور میں جو ملحق موضع رسول پور کے ہے اور شہر بدایوں سے تین میل جانب شرق و جنوب واقع ہے دونوں لشکر مقابل ہوئے۔ افغانان روہیلہ نے ایک خندق دریائے سوت کے کنارہ سے جنوباً و شمالاً کھودی جو متصل موضع سمریا[2] کے واقع تھی اس مقام پر ہر دو جانب سے فوجوں نے مورچے جمائے۔ روہیلوں کا مورچہ اول دوندی خاں ولد حسن خاں کا تھا اور میمنہ و میسرہ میں بخشی سردار خاں و فتح خاں خانساماں کے مورچے تھے اور قلب میں حافظ الملک حافظ رحمت خاں مع اپنے سپاہ کے صف آرا ہوئے آخر میں نواب سعد اللہ خاں پسر علی محمد خاں جو ہنوز طفل ناتجربہ کار تھا مع کسیقدر فوج جرار کے مستعد کارزار ہوا۔ اور اس فوج روہیلہ میں عبد الستار ولد صید خاں و سید احمد و سید معصوم خلف شاہ چھو میاں بطور رسالداران کے شامل جنگ تھے۔ دوسری جانب سے خود نواب قایم خاں اور بخشی محمود خاں اور اُسکا بھائی معظم خاں اور شجاعت خاں نلازئی وغیرہ قریب دوسو سرداران نامی گرامی اقوام بنگش و آفریدی و ٹھاکران و قوم مرہٹہ سے جنگ کا اشتعال دے رہے تھے۔ روہیلوں نے

---

[1] یہ موضع پہلے ٹھاکروں کی زمینداری میں تھا اب کاتب الحروف کی زمینداری میں ہے صرف چوتھا حصہ منجملہ بست بسوہ کے ٹھاکروں کے پاس ہے

[2] یہ موضع نصف بقبضہ برادر کاتب الحروف محمد رشید الدین کے قبضہ میں ہے"

کمینگاہ میں یعنی خندق میں اپنے آپ کو مخفی کر رکھا تھا۔ اور بعض باغ کلاں میں جو دوزی نروتم پور مذکور الصدر میں تھا درختوں پر بندوقیں لیکر گھات میں بیٹھے تھے۔

بتاریخ ۲۲ر نومبر ۱۷۴۸ء قریب چار گھڑی دن چڑھے فوج بنگش نے بسرداری محمود خاں حملہ کیا اور اولاً ہر دو جانب سے توپ چلنا شروع ہوئی اور گولے برابر فوج پر گرنے لگے۔ ہر دو جانب کی افواج پنجۂ اجل میں گرفتار ہونا شروع ہوئیں اسی اثنا میں محمود خاں نے حملہ کر دیا دوندے خاں دلیرانہ طور سے باوجود جمیعت قلیل کے ثابت قدمی ظاہر کر کے رزمگاہ میں فوج مخالف سے جنگ کرتا رہا اور آخرکار اپنے گھوڑے سے اُتر کر پیدل مقابلہ کیا اور اب نوبت شمشیر و خنجر کی دست بدست پہونچی اُسوقت بعض ہمراہیان دوندے خاں نے بزدلی و بے ہمتی ظاہر کر کے بھاگنا شروع کیا۔ اور بعض نے جنگ میں نام آوری حاصل کی قریب تھا کہ دوندے خاں کو شکست ہو اور بنگش مورچہ پر قابض ہو فوراً قلب سے حافظ الملک دوندے خاں کی کمک پر پہونچو اور اُس طرف سے شجاعت خاں غلزئی اور معظم خاں برادر محمود خاں مقابل ہوئے اور محمود خاں کی مدد کو پہونچے۔

ہزارہا آدمی تھوڑے عرصہ میں جانبین کے تہ تیغ بیدریغ ہوئے۔ بخشی سردار خاں نے فوراً اپنی جمیعت سے حملہ فوج بنگش پر کیا۔ تب قایم خاں نے بنفس نفیس جمیعت کثیر کے ساتھ مع ڈہائی سو فیل سوار کے جنپر جزایل و قرابین تھیں دفعتاً روہیلوں پر حملہ کیا اُسوقت کشتوں کے پشتے لگ گئے۔

اسی چپقلش میں معظم خاں برادر محمود خاں قایم خاں سے علیحدہ ہو کر سعد اللہ خاں کی گرفتاری کے لیئے بڑھا۔ اُسوقت سعد اللہ خاں کے پاس بہت تھوڑی جمعیت تھی جو اُس کے محافظ تھے اُن میں سے بعض مفرور تھے اور بعض مصروف جنگ تھے معظم خاں نے اپنا ہاتھی بڑھا کر سعد اللہ خاں کے ہاتھی کے برابر کیا اور چند مرتبہ پٹکا بطور کمند کے سعد اللہ خاں کی طرف پھینکا سید حسن شاہ نے بدفعات ضرب شمشیر سے اُس کو روکا۔ لیکن معظم خاں کے جسم پر بوجہ زرہ بکتر کے کچھ اثر نہوا آخرش سید حسن شاہ کے دو زخم معظم خاں کے ہاتھ سے لگے جب سید موصوف زخمی ہوئے اور انہوں نے دیکھا کہ تلوار کام نہیں دیتی تو ایک ہندو پیادہ سے جو ہاتھی کے قریب سعد اللہ خاں کے تفنگ لیئے تماشا دیکھ رہا تھا سید موصوف نے باآواز بلند کہا کہ "بزن" اُس پیادہ نے بندوق فیر کی اتفاقاً گولی سینہ پسلی معظم خاں فوراً جاں بحق ہوا۔

سعد اللہ خاں اُس کی گرفتاری سے رہا ہوا۔ ادہر حافظ الملک اور فتح خاں خانساماں سے بخشی محمود خاں و شجاعت خاں غلزئی وغیرہ سرداران بنگش سے مقابلہ سخت و کشت خون کلہ بکلہ ہو رہا تھا۔

بخشی سردار خاں جو عقب حافظ الملک کے تھے ایک باجرہ کے کھیت میں قریب تین ہزار آدمی کے لیکر کمینگاہ میں بیٹھے۔ قایم خاں جسوقت بنفس نفیس مع فوج کثیر و فیلان بیشمار کے بطور یلغار حافظ الملک پر پہونچا اُسوقت حافظ رحمت خاں نے جنگ گریز از روئے حکمت عملی شروع کی حتے کہ قایم خاں فرط نخوت سے بڑہتا ہوا اُس کھیت باجرہ میں گھس گیا کہ دفعتاً بخشی سردار خاں

نے بندوقوں کی سخت باڑھ ماری اور باغ کے درختوں پر سے۔ ہمایوں نے گولیاں برسانا شروع کیں۔ عجب ہنگامہ رستخیز تھا کہ آسمان سے گولیاں برس رہی تھیں اور زمین سے آتش فشانی ہو رہی تھی لوگ بیان کرتے ہیں کہ ایسا معرکہ کارزار شاید کبھی وقت میں ہوا ہو کہ ہزار ہا کشتوں کے پشتے لگے ہوئے تھے۔ اور ہاتھیوں پر سے فیل سوار زمین پر صدہا گرتے تھے۔ ناگاہ ایک گولی سردار فوج بنگش نواب قایم خاں کے لگی اور فوراً سردار موصوف راہی ملک بقا ہوا۔ اب بنگش کی فوج میں بوجہ انتقال نواب کے درہمی برہمی ہو گئی محمود خاں بھی زخمی ہوا۔ آخر اُسی زخم کی وجہ سے وہ بھی عرصہ قلیل میں فوت ہو گیا۔ حتیٰ کہ بنگش کی فوج پر شکست ظاہر ہوئی اور تمام اسباب مع فیلان کوہ تمثال و اسباب پری مثال قبضہ میں نواب دوندے خاں و حافظ الملک کے آیا۔ اور فوج بنگش بھاگی اور روہیلوں نے اُن کا تعاقب کیا چنانچہ وہ دریائے سوت سے اُتر کر فرخ آباد بھاگ گئے۔ جس ہاتھی کی عماری میں قایم خاں کی نعش تھی اُس فیلبان نے بہت جرأت سے ہاتھی کو بھگا کر اپنے سردار کی نعش کو نکال لیجانا چاہا مگر بوجہ زخمی ہونے ہاتھی کے آگے نہ لیجا سکا۔ اس طرف کی روہیلہ فوج نے فیلبان کو مارنا چاہا فیلبان جان کے خوف سے نیچے اُتر پڑا اور بھاگا دو جوان اُس فیلبان کے پیچھے دوڑے اور ایک سپاہی نے ہاتھی کی مستک پہ نیزہ لگا کر کھڑا کیا فیلبان گرفتار ہوا اُسنے کہا کہ میرے مارنے اور پکڑنے سے کیا فائدہ۔ جس ہاتھی پر سے میں اُترا ہوں اُس کی عماری میں نواب قایم خان کی نعش ہے۔ چنانچہ فیلبان کو قتل نہ کیا

اور یہ خبر سردار فوج حافظ الملک کو پہونچائی۔ فوراً حافظ الملک و دوندے خاں وغیرہ اُس ہاتھی کے قریب آئے اور دیکھا کہ ایک خواصی میں اُس ہاتھی پر قایم خاں کی نعش لیئے بیٹھا ہے مگر زخمی ہے۔ اُس کو وہاں سے نکلا اُسی وقت تک قایم خاں کے سانس بھی ایک سپاہی نے اُس خواص کو بھی زخم شمشیر لگائی اور قایم خاں کا سر کاٹ کر سکرات موت سے نجات دی سر علیحدہ کرکے نعش کو نیچے ڈالدیا مالائے مروارید اور خنجر و شمشیر مرصع جو نہایت بیش قیمت تھے وہ سپاہی ہاتھی پر سے اُترا اور اپنے دوسرے رفیق کو جو نیچے کھڑا تھا دیا ہر دو نے مساوی حصہ کرنے کا وعدہ کیا اور یہ کہا کہ کسی سے قایم خاں کا مرنا ظاہر نہ کرو۔ ورنہ ہم سے یہ اشیاء نواب لے لیگا۔ اسی اثنا میں شجاعت خاں غلزئی نے جب قایم خاں کا مارا جانا دیکھا تو اُس نے بجز اسکے کوئی چارہ نہ دیکھا کہ حافظ الملک کو مبارکباد دینے آیا۔ دوندے خاں کے لشکر کے ایک سپاہی نے ایک بندوق اُس کے سینہ پر لگائی وہ ہاتھی سے نیچے گر پڑا۔ اور سر مست خاں وردک زئی بھی پناہ کے واسطے آرہا تھا کہ ایک سپاہی نے اُس کو مارنا چاہا حافظ الملک کی نگاہ جب اُس پر پڑی فوراً سپاہیوں کو ڈانٹ کر کہا کہ خبردار اسکو نہ مارنا صحیح و سالم ہمارے پاس لاؤ چنانچہ وہ جان سے بچ گیا باقی عمر اُس نے حافظ رحمت خاں کی ملازمت میں بسر کی۔

معظم خاں و اعظم خاں و صلابت خاں و جلال خاں مع دیگر سرداران آفریدی اور محمود خاں بخشی عبدالنبی خاں برادر نواب قایم خاں اور ہادی داد خاں و بہادر خاں و فرید خاں اور پسران نواب محمد خاں یکے بعد دیگرے اور شیخ رحمت اللہ

اور افغانان دیگر مثل منگل خاں بوستہ نگری و معظم خاں و دریابادی و خضر خاں یعنی خان بہادر خاں خواجہ سرا و رستم خاں چیلہ و کمال خاں چیلہ و روشن امام ولد فضل امام و شجاعت خاں غازی یہ سب کے سب میدان جنگ میں بحالت چپقلش و کشمکش مارے گئے اور زخمیوں اور غریبین کا شمار نہیں مشاہیر مفرورین و مجروحین میں نواب احمد خاں اور اسکا پسر محمود خاں اور معین خاں و فخر الدین خاں و اسمعیل خاں و امام خاں و کریم داد خاں تھے جو قایم خاں کے بھائی تھے اور شمشیر خاں و مقیم خاں ۰ اسلام خاں جو چیلے تھے بحالت خستگی و مجروحی فرار ہوئے - راجہ ہندو سنگہ و گنگا سنگہ و کسل سنگہ اور سرداران بیرسٹھ کالپی کے عین جنگ میں منہ پھیر کر گریزاں ہوئے - اس لڑائی میں علاوہ اشخاص مذکورہ بالا جو قتل ہوئے سرداران مفصلہ ذیل بزدلی سے اپنی اپنی جان لیکر بھاگے منجملہ اُن کے راجہ ہندو سنگہ سچدی کا - اور گنگا سنگہ شیوراج پور کا جو ضلع کانپور میں ہیں اور کشن سنگہ راجہ اٹرو کا جو ضلع اٹاوہ میں ہے تھے یہ لڑائی ۲۲ نومبر ۱۷۴۹ء کی صبح سے شروع ہوئی تھی اور شام کو ختم ہوئی - حافظ الملک حافظ رحمت خاں نے قایم خاں کی نعش بہت عزت کے ساتھ فرخ آباد بھیجدی - چنانچہ مقام حیات باغ میں نواب محمد خاں کی قبر کے قریب مدفون ہوئے باقی حالات ان کے تاریخ فرخ آباد اور گزیٹیر فرخ آباد میں مفصل مرقوم ہیں -

قایم خاں مذہب سنّی رکھتا تھا اور پنج وقتہ نماز با جماعت ادا کرتا اور ایک سورۃ قرآن شریف کی روزانہ اپنے ہاتھ سے لکھتا اور فن سپہ گری کا بہت شایق

تھا۔ نیزہ بازی میں مہارت کامل تھی اور توپ بھی اپنے ہاتھ سے عمدہ بنا لیتا تھا ایک قسم کا چرخہ قایم خانی ضلع فرخ آباد مقام قاسم گنج میں بناکرتا تھا وہ اسیکا اختراعی تھا۔

الغرض بعد اس فتح کے تمام پرگنہ جات ضلع بدایوں کے جو گنگا کے اس طرف تھے جنمیں بنگش کی عملداری تھی حافظ الملک کے قبضہ میں آگئے۔ اب تمام ملک کٹھیر یعنی روہیلکھنڈ پر قبضہ روہیلوں کا ہو گیا۔

بیان تقسیم ملک درمیان روہیلہ

اولاً فتح خاں خانساماں گورنر بدایوں میں مقرر رہا اس عرصہ میں فرخ آباد کو صفدر جنگ نے بھی علاقہ اودھ میں شامل کر لیا تھا۔ مگر احمد خاں برادر قایم خاں نے بعد بڑی جنگ و جدال کے پھر اپنا علاقہ واپس لیا اور صفدر جنگ کے افسروں کو شکست دی پھر صفدر جنگ نہایت درجہ مجبور ہوا و پٹھانوں کی اطاعت قبول کرنے پر عاجز ہوا اور مرہٹوں سے مدد طلب کی۔ اب ایک نیا جھگڑا شروع ہوا جسکا ضلع بدایوں سے تعلق تھا یعنی سیندھیا اور ہلکر کی مدد اور جاٹوں کی اعانت سے بہمراہی سورج مل جاٹ صفدر جنگ فرخ آباد تک جا پہونچا تب احمد خاں بنگش اس خوفناک فوج کی آمد سنکر سعد اللہ خاں اور فتح خاں کی مدد حاصل کرنے کو روہیلکھنڈ میں آیا۔ لیکن حافظ الملک اور دیگر سرداران روہیلہ نے کچھ اس کی مدد نہ کی اور فرخ آباد خالی پاکر صفدر جنگ نے ایک رسالہ مرہٹوں کا دریائے گنگ تک بغرض قبضہ پل رام گھاٹ متصل اسد پور

ضلع بدایوں روانہ کیا اور خود بھی اُس طرف چلا اور کئی روز تک اسدپور میں قیام کرکے اُس نے ایک تحریر سرداران روہیلہ کے نام اس مضمون سے روانہ کی کہ تین سال کا خراج شاہی بغیر کسی جواب دہی کے ادا کریں۔ روہیلہ سع احمد خاں کے شمال کی جانب چلے گئے صفدر جنگ نے متصل اسلام نگر کے حملہ کیا جو تحصیل بسولی میں ہے۔

اُسوقت فوج روہیلہ اور بنگش بارہ ہزار سے زاید تھے۔ انہوں نے ایک سخت شکست ۱۷۵۱ء میں کھائی۔ حافظ رحمت خاں خوف زدہ ہمالیہ پہاڑ کی جانب روانہ ہوا۔ اُسی سال میں صفدر جنگ اور روہیلوں سے صلح ہو گئی یعنی سرداران روہیلہ نے دستاویزات ضمانت مشعر ادا کرنے خراج کے تحریر کر دیں صفدر جنگ نے دہ دستاویزات مرہٹوں کے حوالے کر دیں۔

دوسری مرتبہ احمد شاہ ابدالی نے جب پنجاب پر حملہ کیا۔ تو اُس نے بغرض اتحاد روہیلوں کے عبداللہ خاں اور فیض اللہ خاں پسران علی محمد خاں کو رہا کرکے جانب کٹھر روانہ کیا اور لکھا کہ ان کو ان کے باپ کے ترکہ کی وراثت دیجاوے۔ حافظ الملک حافظ رحمت خاں اگرچہ اپنی اقتدار سے دست بردار ہونا خوشی سے نہیں چاہتے تھے مگر بنظر مصلحت وقت ۱۷۵۴ء میں اس طور سے ملک کٹھر تقسیم کر دیا کہ جسکو ہم ذیل میں لکھتے ہیں

رجپورہ - اسدپور - اسلام نگر - بسولی - ستاسی حافظ الملک کے بھائی دوندے خاں کے حصہ میں اور بدایوں و اوسہت فتح خاں خانساماں کے حصہ میں اور اوجہیانی و سہسوان عبداللہ خاں پسر

علی محمد خاں کے حصہ میں اور پرگنہ کوٹ بخشی سردار خاں کو بصلہ اخراجات جنگ حال ملا اور سلیم پور۔ پیلی بھیت۔ بریلی حافظ رحمت خاں سے قبضہ میں رہے علاوہ اسکے خاص حکومت آنولہ کی بھی بسرپرستی بخشی سردار خاں کے فیض اللہ خاں نابالغ پسر علی محمد خاں کے قبضہ میں رہی۔

عبداللہ خاں دوندے خاں و فتح خاں نے جنکا تعلق ضلع بدایوں سے تھا اپنی عمارات یادگار اپنے اپنے مقامات پر چھوڑیں۔

اب احمد شاہ بادشاہ اور نواب وزیر صفدر جنگ ۱۷۵۴ء میں فوت ہوگئے احمد شاہ کا جانشین دہلی میں عالمگیر ثانی اور نواب وزیر صفدر جنگ کا قائم مقام اسکا بیٹا شجاع الدولہ ہوا۔ ۱۷۵۶ء میں احمد شاہ ابدالی نے ہندوستان پر مکرر حملہ کیا۔ اسکی واپسی پر روہیلکھنڈ مرہٹوں کے حملہ سے پامال ہوا لیکن خاص ضلع بدایوں پر ان حملوں کا کچھ اثر نہ پہونچا۔ ۱۷۵۹ء میں تخت دہلی عالمگیر ثانی کے قتل سے خالی ہوگیا۔

پھر اسی سال میں حملہ چہارم احمد شاہ ابدالی کا ہوا۔ احمد شاہ ابدالی کی روہیلوں نے مدد کی حافظ الملک رحمت خاں اور دوندے خاں ایک مہم میں مشغول تھے اس لیئے انکو بہت بڑی مدد فوج کی لیکر شامل ہونا پڑا روہیلوں نے ۱۷۶۱ء میں کوئی نام آوری خاص حاصل نہیں کی اس کے چھ ماہ کے بعد عبداللہ خاں جو تارک الدنیا ہوگیا اوجھیانی میں بوجہ کاٹنے سانپ کے فوت ہوگیا اس کی جگہ اسکا بیٹا نصراللہ خاں جانشین اوجھیانی میں ہوا پھر کئی سال تک کچھ حال بدایوں کا معلوم نہیں ہوتا الا اس عرصہ میں قحط شدید

نمودار ہوا پھر روہیلوں کی فوج نے بماتحتی حافظ الملک اور ہاکے انگریزوں سے لڑکر میان دواب میں شکست کھائی احمد خاں بنگش اور حافظ رحمت خاں بدایوں اور اوسہت ہوکر دریائے گنگا کے کنارہ تادرچوک تک پہنچے۔ لیکن کچھ خبر پاکر اپنا ارادہ پیش قدمی کا فسخ کیا اور کچھ روز تک وہ دان میں قیام کیا۔ بعدہ دریا کے بائیں جانب کنارہ کنارہ روانہ ہوکر فتح گڈھ تک پہونچ گئے۔ چونکہ دوندے خاں بمقام بسولی ۱۷۷۰ء میں فوت ہوگیا اب روہیلوں کی قوت گھٹ گئی اور زوال کا وقت آیا۔

دوندے خاں کا مقبرہ بمقام بسولی بنا ہوا ہے دوندے خاں کے جانشین اس کے بیٹے محب اللہ خاں اور فتح اللہ خاں بدایوں پر قابض ہوئے اور مرہٹوں نے سارے ملک میں غارتگری شروع کی۔ حافظ رحمت خاں وبخشی سردار خاں و فتح خاں خانساماں و فتح اللہ خاں ومحب اللہ خاں جانب شمال چلدیئے مگر ۱۷۷۲ء میں حافظ الملک نے ایک صلحنامہ نواب شجاع الدولہ سے کیا جسکے ذریعہ سے یہ اقرار کیا کہ چار لاکھ روپیہ سالانہ خراج ادا کرینگے بشرطیکہ شجاع الدولہ اُن کی مدد کرے۔ اس صلحنامہ پر سر رابرٹ بارکر کمانڈر انچیف فوج انگریزی کے دستخط تھے۔ بعد اس تحریر کے مرہٹوں نے انحراف کیا۔ اب بخشی سردار خاں کا بھی انتقال ہوگیا اُس کے جانشین احمد خاں اور میر محمد خاں اُس کے پسر ہوئے۔ بڑے بیٹے احمد خاں نے جو بجائے اپنے باپ کے بخشی ہوا اپنے چھوٹے بھائی میر محمد خاں سے تنازع شروع کیا۔ اور خیال کیا کہ حافظ رحمت خاں سے نجات ممکن نہیں میر محمد خاں نے

سامان جنگ کیا اور اہرونکر دیہاتپر قبضہ کر لیا یعنی پرگنہ اسدپور اور رجپورہ لے لیا - تب حافظ رحمت خاں نے فتح خاں کو باغیوں کے مقابلہ کو بہیجا -

پیر محمد خاں نے شکست کھائی اور دریائے سوت کے کنارہ پر قید کر لیا گیا -

عنایت خاں حافظ الملک کے ایک بیٹے نے باپ سے بغاوت اختیار کی تھی دھوکہ سے باپ نے وعدہ معافی کا کر کے پرگنہ سلیم پور عطا کرنے کی امید دلائی اور پھر اُسکو قید کر لیا سنہ ۱۷۷۲ء میں اُسکو جلاوطن کیا اب شجاع الدولہ سے اور انگریزوں سے جو خلاف تھا وہ بذریعہ عہدنامہ جون ۱۷۷۲ء کے جاتا رہا اور عہدنامہ مکمل ہوکر دستخط فریقین ہوگئے - اس کے بعد ایّام بارش میں کسیقدر کمی تھی اور مرہٹے دریائے گنگا کی جانب سے روہیلکھنڈ پر حملہ کرنے کی غرض سے بڑہے رام گھاٹ پہونچکر انہوں نے ایک پیغام حافظ الملک کے پاس بغرض ادا کرنے کچھ روپیہ کے بہیجا جسکی بابت بیس برس پیشتر روہیلوں نے دستاویزات نواب صفدر جنگ کے نام لکھی تھیں - یہ طلب فی الحقیقت لڑائی کا مقدمہ تھا - اور پٹھانوں نے بھی ایسا ہی تصور کیا حافظ رحمت خاں بسولی کو اسطے تہیہ سامان جنگ گئے اور بخشی احمد خاں کو بغرض روکنے مرہٹوں کے رام گھاٹ پر روانہ کیا احمد خاں اسدپور کے پل کے پاس روکا گیا اور مرہٹوں کے ایک رسالہ نے وقت عبور دریا کے اُسپر حملہ کیا تب احمد خاں نے بسولی سے مدد طلب کی - قبل اسکے کہ احمد خاں کو کچھ مدد پہونچے مرہٹوں کی فوج کثیر نے احمد خاں کی فوج کو پسپا کیا اور احمد خاں نے مجبوراً اطاعت قبول کی اب مرہٹے مراد آباد کی جانب بڑہے اور تمام ملک کو حسب دلخواہ

لوٹنا۔ تھوڑے عرصہ کے بعد ایک بہت بڑا زبردست حریف اُن کے مقابل ہوا (یعنی انگریز) شجاع الدولہ نے اپنے دوست انگریزوں سے مدد چاہی ایک فوج بماتحتی سر رابرٹ بارکر اودھ میں پہونچے اور جب یہ خبر معلوم ہوئی کہ مرہٹے رام گھاٹ پر آگئے ہیں تو اودھ کی اور انگریزی افواج۔ روہیلکھنڈ کی جانب روانہ ہوئیں۔ حدود پر پہونچکر اُنکو معلوم ہوا کہ احمد خاں نے ہلکر کی فوج کی اطاعت قبول کر لی ہے۔ مرہٹوں کی فوج ایک وقت مناسب کے بماتحتی ویساجی پنڈت کے منتظر تھی۔ حافظ رحمت خاں اتبک بسولی میں مرہٹوں کے دفعیہ کی کوشش کر رہے تھے اور خراج کو ادا کرنے سے آپ کو بچا رہے تھے۔ انگریزی فوج مرہٹوں کی طاقت روکنے کو بڑھی چار ہزار مرہٹہ سوار نے دریا کو سوم گھاٹ کے قریب عبور کرکے پانچ میل تک کنارہ کنارہ چلے آئے مگر انگریزی فوج کی آمد سُنکر وہ جنوب کی جانب ہٹے اور انگریزوں نے اسدپور تک اُن کا پیچھا کیا دریائے گنگ کے کنارہ متصل اسدپور کے انگریزوں پر مرہٹوں کی ایک فوج نے حملہ کیا۔ مگر انگریزوں کی توپوں نے بڑی مضبوطی سے جواب دیا اور مرہٹوں کو اپنا کمپ ہٹانا پڑا۔ حافظ رحمت خاں نے حالت موجودہ دیکھکر شجاع الدولہ سے میل کر لیا اور اب یہ تجویز ہوئی کہ انگریز مرہٹوں کی فوج سے جو بماتحتی ویساجی تھے مقابلہ کریں اور شجاع الدولہ اور روہیلوں کی فوج ملک ہلکر کا پیچھا کریں۔ سر رابرٹ بارکر کی فوج دریائے گنگ کو رام گھاٹ سے عبور کرکے آگے بڑھی مگر ویساجی نے لڑائی سے گریز کی اور بہت تیزی سے انگریزی فوج اُسی روز ضلع بدایوں میں پہونچی انہوں نے

دیکھا کہ جانبین میں تنازع خراج کے قصہ سے ہے (یعنی حافظ رحمت خاں اور شجاع الدولہ میں) شجاع الدولہ اور حافظ رحمت خاں کی جنگ کا انتظار کیا اور خود جنرل پارکر نے ہلکر کو روہیلکھنڈ سے نکال دیا اور سنبھل کیجانب پہونچکر جنرل پارکر نے اس امر کی تکمیل کردی کہ ہلکر کا لگاؤ تمام روہیلکھنڈ سے ۱۷۷۳ء میں جاتا رہا۔

روہیلوں کا زوال

کچھ عرصہ کے بعد فتح خاں خانساماں فوت ہوگیا۔ اُسکا بیٹا عظیم خاں پرگنہ جات بدایوں و اوسہت پر قابض ہوا فتح خاں مرحوم کے ہاتھی اور توپوں اور دیگر سامان پر باہم اولاد میں نزاع ہوا۔

ارشاد خاں آنولہ میں پہونچکر حافظ رحمت خاں کی مدد سے عظیم خاں سے نصف حصہ لیکر قابض ہوا بعد اسکے اپنے بھائی عظیم خاں کے ساتھ کچھ دنوں تک اچھا برتاؤ کرتا رہا بعدہٗ عظیم خاں کو علیحدہ کرکے اوسہت کی جانب کوچ کیا۔ اور تمام اسباب پر قبضہ کرلیا اور عظیم خاں فرار ہوگیا ارشاد خاں حاکم بدایوں و اوسہت ہوگیا۔ اور اپنے باپ کے لقب خانساماں سے اپنے آپ کو ملقب کیا۔ حافظ رحمت خاں سب روہیلوں میں معزز و دانشمند تھا روہیلوں کا سارا ملک نواب وزیر کے ملک سے متصل تھا اور مختلف حصوں میں منقسم تھا۔ ہر شخص علیحدہ علیحدہ حکمراں تھا ان سب کے پاس قریباً اسّی ہزار سوار و پیادہ کے ہونگے جبتک ان میں اتفاق تھا سب رؤساء روہیلہ ملکر

دشمن کو روکتے تھے۔ سب سے پہلے روہیلوں میں ضابطہ خاں جاگیردار سہارنپور شکست کھاکر مرہٹوں کے ہاتھ سے مارا گیا اُسوقت سے روہیلے سمجھے کہ یہ آغاز ادبار کا ہے پھر سب نے متفق ہوکر یہ ارادہ کیا کہ شجاع الدولہ کو اپنا طرفدار بنا دیں۔ شجاع الدولہ بھی مرہٹوں سے خائف رہتا تھا شجاع الدولہ نے جنوری ۱۷۷۳ء میں جنرل رابرٹ بارکر سے جو الہ آباد کی راہ میں تھا ملنا چاہا۔ چنانچہ ۲۰ جنوری سنہ مذکور کو فیض آباد میں نواب شجاع الدولہ جنرل مذکور سے ملا اور یہ مشورہ کیا کہ میں سخت مشکل میں ہوں اگر روہیلوں کو مرہٹوں نے روہیلکھنڈ سے نکال دیا تو ایک زبردست قوم سے سرحد ملجائے گی جس سے ہروقت خوف رہیگا۔ اور اگر روہیلے مرہٹوں سے مل گئے تو میرا ملک ہاتھ سے جاتا رہیگا۔ لہذا میں نے یہ سوچا ہے کہ سپاہ لیکر روہیلوں کی سرحد پر جاؤں اور وہاں کچھ اپنی سپاہ کا رعب داب دکھاکر حکمت عملی سے کچھ ملک روہیلوں سے واسطے نذر بادشاہ کے لوں اور کچھ ملک اپنی سرحد کی محافظت کے واسطے حاصل کروں اور کچھ زرنقد حاصل کرونگا۔ جسمیں سے کچھ مرہٹوں کو دونگا تاکہ روہیلکھنڈ چھوڑکر چلے جاویں۔

اس کارروائی سے بادشاہ اور مرہٹے دونوں مجھسے خوش رہیں گے۔ مگر جبتک انگریز میرے ہمراہ نہوں گے روہیلے میرے قول کا اعتبار نہ کرینگے اور نہ میرا کہنا مانیں گے۔ جنرل موصوف نے گورنر جنرل کو شجاع الدولہ کے ارادہ سے اطلاع دی۔ ۲۳ فروری کو گورنر نے جواب دیا کہ درخواست شجاع الدولہ

کی منظور ہے ۔ پھر شجاع الدولہ نے اپنے خطوط روہیلوں کے پاس بھیجے ۔ روہیلوں کو اپنا ملک دینا تو پسند نہ آیا ۔ مگر اس عرصہ میں جو عہد و پیماں کی گفتگو ہو رہی تھی مرہٹوں نے مراد آباد سے سنبھل و گنور ضلع بدایوں تک تاخت و تاراج کر دیا ۔ اور ضابطہ خاں کے ملک پر تو پہلے ہی اُنکا قبضہ ہو چکا تھا ۔ جنرل بارکر نے شجاع الدولہ سے کہا کہ روہیلوں کا ضعیف کرنا مرہٹوں کا قوی ہونا ہے ۔ مگر شجاع الدولہ نے اسکا کچھ خیال نہ کیا ۔ اور مرہٹوں سے عہد پیمان کی گفتگو شروع کر دی ۔ جو شرائط نواب وزیر اور مرہٹوں کے درمیان ہوئیں وہ ایسی سخت تہیں کہ جنرل بارکر سُنکر گھبرآیا اور شجاع الدولہ کو لکھا کہ ان شرائط پر ہرگز صلح نہ کرنا چاہیئے ۔ مرہٹے اُن میں کچھ اضافہ کرنا چاہتے تھے کہ اس عرصہ میں ایک چٹھی جنرل کے پاس آئی کہ کمیٹی کو معلوم ہوا ہے کہ برسات میں مرہٹے خود اپنے ملک کو واپس چلے جائیں گے اُن کو روپیہ دینا عبث ہے ۔ غرض شجاع الدولہ کو جب یہ خبر معلوم ہوئی اور مرہٹوں نے اُس کے پیغام صلح کو قبول نہ کیا تو شجاع الدولہ نے روہیلوں سے مصالحت شروع کر دی ۔

آخرش ایک عہد نامہ روبرو جنرل بارکر کے لکھا گیا جس میں شجاع الدولہ اور روہیلوں میں یہ قرار پایا کہ وزیر تمام روہیلوں کے سرداروں کو اپنی اپنی ریاست پر بحال رکھیگا اور مرہٹوں کو صلح یا جنگ سے مجبور کریگا جو بالکل روہیلوں کے ملک سے نکل جاویں اسکے عوض میں روہیلوں کے سردار چالیس لاکھ روپیہ نواب وزیر کو اس طرح ادا کریں کہ جب نواب وزیر

شاہ آباد سے کوچ کرکے تمام اُن خاندانوں کو جو مرہٹوں کے ہاتھ سے جنگلوں میں پھر رہے ہیں اُن کے گھروں میں آباد کر دے تو دس لاکھ اُس کو دیا جاوے باقی بتیس لاکھ روپیہ تیس برس میں ادا کیا جائیگا۔

پہلا سال سنہ ۱۱۸۰ فصلی سے شروع ہوگا۔ سر رابرٹ بارکر نے سلیکٹ کمیٹی کو ۲۴ مارچ سنہ ۱۷۷۳ء کو چٹھی لکھی کہ میں حافظ رحمت خاں اور وزیر سے ملا میرے روبرو تمام عہد و پیمان ہو کر حافظ رحمت خاں نے چالیس لاکھ روپیہ نواب وزیر کو دینے کا وعدہ کیا کہ وہ مرہٹوں کو اُس کے ملک سے خارج کر دے اور اُن کے تمام آوارہ گرد خاندان کو اُن کے گھروں میں آباد کریں۔ اور اسی رقم چالیس لاکھ سے بیس لاکھ سرکار کمپنی کے ہاتھ آئیں گے اور شجاع الدولہ سے ہمنے یہ بھی ٹھہرایا ہے کہ اگر روہیلے اپنا ایفاء عہد نہ کریں تو وہ پچاس لاکھ سرکار کمپنی کو اس بات کا دیگا کہ استعانت کرکے کٹھیر کے ملک پر نواب وزیر کو قبضہ کرا دیں جو حافظ رحمت خاں کے ملک کے نام سے مشہور ہے اسپر سلیکٹ کمیٹی نے ۱۳ اپریل سنہ ۱۷۷۳ء کو لکھا کہ بشرط ادا ہونے معاوضہ زر نقد کے اس بات کو منظور کرلو کہ مرہٹوں کا اخراج روہیلوں کے ملک سے کر دیا جائے۔ اور دوسری شرط شجاع الدولہ کی منظور نہ کرنا۔ تذ۔ گلستان رحمت مؤلفہ پسر حافظ رحمت خاں مرحوم میں یوں درج ہے کہ مرہٹوں نے حافظ الملک سے صلح اس شرط پر منظور کر لی کہ یہ لاکھ روپیہ اُن کو دیا جاوے اور اسکا ضامن شجاع الدولہ ہو جاوے اور شجاع الدولہ نے اس شرط کو منظور کرکے تمسک چالیس لاکھ روپیہ کا حافظ صاحب اور تمام سرداران روہیلہ سے لکھا لیا۔ تو مرہٹے

ملک کٹھیر کو چھوڑ کر چلے گئے۔ حافظ رحمت خاں بریلی میں آئے اور اپنے خزانہ سے پانچ لاکھ روپیہ شجاع الدولہ کے پاس بھیجا۔ اور جب اور سرداران روہیلہ یعنی آنولہ و اوجھیانی بدایوں بسولی وغیرہ سے روپیہ طلب کیا تو سب نے عذر ناداری کرکے کچھ نہ دیا۔

مہاجی سندھیا اور تکوجی ہلکر کا سفیر آیا اور اس نے حافظ رحمت خاں سے کہا کہ ہمارا ارادہ شجاع الدولہ کے ملک پر حملہ کا ہے اگر آپ ہمارے ساتھ ہو جاویں تو جو ملک ہاتھ آئیگا وہ نصف نصف تقسیم ہو جائیگا اور اگر ہمارا ساتھ آپ نہ دیں اور کسی کے طرفدار نہ ہوں اور گنگا پار جانے کا راستہ دیدیں تو چالیس لاکھ کا تمسک جسکا ضامن شجاع الدولہ ہے ہم واپس دیدینگے اور اگر دونوں میں سے کوئی شرط منظور نہ ہوگی تو ہم آپکے ملک کو غارت کرینگے اور آبادی کو ویران کرینگے۔ اسپر حافظ موصوف نے جواب دیا کہ میں نے یہ عہد کیا ہے کہ کبھی ہمراہی کفار مسلمانوں سے مقابلہ نہ کرونگا اور اس عہد کو نہ توڑونگا اگرچہ مجھکو نقصان ہو حافظ الملک نے شجاع الدولہ کو یہ سب ماجرا لکھا اور یہ بھی مرقوم کیا کہ میں سپاہ لیکر بہت جلد میدان جنگ میں جاتا ہوں اور یہ درخواست کی وہ چالیس لاکھ کا تمسک جسکا روپیہ ابھی تک مرہٹوں کو نہیں دیا گیا ہے واپس کریں۔ اور آیندہ بھی ایسی حالت میں روپیہ نہ بھیجا جائیگا۔

اسپر شجاع الدولہ نے سید شاہ مدن کو اپنا وکیل کرکے حافظ الملک کے پاس بھیجا اور شکریہ ادا کیا کہ اپنے سب حال سے مجھکو اطلاع فرمائی اور لشکر سے میری امداد کو تشریف لائیے اور وعدہ کیا کہ مرہٹوں کی شکست دینے کے بعد تمسک

واپس کر دیا جائیگا۔ حافظ رحمت خاں مع اپنی سپاہ اور دیگر افواج سرداران کے میدان میں مرہٹوں کے مقابلہ کو پہونچے۔ اُسوقت بارہ ہزار پیدل و سوار اُن کے پاس تھے۔ باقی سرداران کو شجاع الدولہ نے تاکید لکھی کہ حافظ رحمت خاں صاحب کی امداد کو جاویں۔ غرضکہ بہت بھاری لڑائی مرہٹوں سے ہوئی اور مرہٹے شکست کھاکر فرار ہوئے۔ تب حافظ الملک نے اپنا سفیر واسطے واپسی تمسک اودھ بھیجا۔ تو نواب وزیر نے کانوں پر ہاتھ دھرا کہ میں نے واپسی تمسک کا وعدہ نہیں کیا یہ مجھپر تہمت ہے سیّد شاہ مدن شہادت کو طلب ہوئے انہوں نے گواہی حافظ کے موافق دی لیکن نواب وزیر نے کچھ خیال نہ کیا۔ اور اب ایک دوسرا جھگڑا روہیلوں اور نواب وزیر کے درمیان شروع ہوگیا کہ جو پرگنہ جات اٹاوہ اور شکوہ آباد مرہٹوں کے ہاتھ سے نکالے گئے تھے۔ حافظ صاحب نے شجاع الدولہ سے اُسکی بابت دعوے کیا کہ یہ پرگنہ جات میری جاگیر میں تھے اور مرہٹوں نے غاصبانہ اُنپر دخل کرلیا تھا۔ شجاع الدولہ نے کہا کہ انپر تمہارا کوئی دعوے نہیں ہیں انکو اپنے قبضہ میں رکھونگا۔ اس معاملہ میں تحریرات درمیان حافظ الملک و شجاع الدولہ کے ہوتی رہیں۔ شجاع الدولہ نے حافظ موصوف کو لکھا کہ بالفعل ۳۵ لاکھ روپیہ اپنے تمسک کے ادا کیجئے یہ تقاضا صرف حیلہ جنگ اور ملک کٹھر پر قبضہ کرنے کی نیت سے تھا۔ حافظ صاحب نے لکھا کہ جسقدر روپیہ آپ نے مرہٹوں کو دیا ہے وہ مجھسے لے لیجئے نواب وزیر نے اُنکی درخواست نامنظور کی۔ حافظ الملک کی حالت اُسوقت نازک تھی کیونکہ وہ لڑائیوں میں بہت زیر بار ہوچکے تھے اُن کی مالی حالت قابل اعتبار نہ تھے۔

اب شجاع الدولہ اپنے ہمراہ انگریزی فوج اور اپنی فوج لیکر گنگا پار اُترا۔ کرنیل چیمپن انگریزی فوج کا کمانیر تھا۔ بوہر سنگہ حافظ الملک کا دیوان تھا اُس نے کہا کہ آپ روپیہ نہ دیجیئے اور بذریعہ کرنیل چیمپن کے صلح کیجئے۔ مگر حافظ نے اُسکے کہنے پر عمل نہ کیا۔ وہ اپنی سپاہ لیکر لڑنے کو تیار ہوئے۔ شجاع الدولہ نے کچھ سرداران روہیلہ سے مدد چاہی جنمیں محب اللہ خاں و احمد خاں و فتح اللہ خاں بھی شامل تھے اور اُن کے قبضہ میں قریب نصف ضلع بدایوں کے تھا

شجاع الدولہ نے شروع سال ۱۷۷۴ء میں لطافت علی خاں اپنے جنرل کو مع سامان جنگ کے حکم دیا کہ دریائے گنگ کی جانب فرخ آباد سے کوچ کرے اور رام گھاٹ پر پل بنائے پھر اُس نے یہ ارادہ تبدیل کردیا اور روہیلکھنڈ پر جانا ملتوی رہا۔ حافظ رحمت خاں نے جب یہ خبر پائی کہ رام گھاٹ پر سامان جنگ جمع ہو رہا ہے مقابلہ کی تیاری کی اور بخشی احمد خاں اور ارشاد خاں کو حکم بھیجا کہ بدایوں اور اوسہت میں تیاری کریں مگر ان سرداروں نے پیش قدمی سے انکار کیا۔ الا احمد خاں جو بدایوں کے علاقہ کو حسد کی نظر سے دیکھتا تھا کسیقدر حافظ الملک کی مدد پر مستعد تھا۔ محب اللہ خاں اور فتح اللہ خاں نے بوجہ لینے کچھ رشوت کے مدد سے انکار کیا۔ تب حافظ رحمت خاں نے اُن کو ایک بڑی رقم جو ارشاد خاں نے اُن سے قرض لی تھی بسولی میں بھیجی یہاں روہیلوں میں یہ پھوٹ ہو رہی تھی کہ شجاع الدولہ نے بمدد جنرل انگریزی کے روہیلکھنڈ کی طرف رُخ کیا۔ اور راہ کوریاگنج سے دریائے گنگ کو عبور کیا۔ اور حافظ الملک کو لکھا کہ آپ نے روپیہ بھیجنے میں تساہل کیا میں عنقریب پہونچتا ہوں۔

حافظ الملک بھی اپنی جمعیت سے تیار ہوئے اور حکم دیا کہ آنولہ سے باہر خیمے استادہ ہوں اور سفر کی تیاری کیجاوے۔ جب سرحد پر حافظ الملک پہونچے تو معلوم ہوا کہ شجاع الدولہ کوڑہ باگنج کو چھوڑ کر فرخ آباد کی راہ سے دریائے گنگ عبور کرکے ہلدی گھاٹ سے شہر شاہ جہاں پور اور شاہ آباد پہونچکر اس طرف کا قصد رکھتا ہے حافظ رحمت خاں نے آنولہ سے کوچ کرکے موضع مانڈھ میں جو محمد یار خاں والد علی محمد خاں مرحوم کا مسکن تھا پہونچے۔ اور وہاں سے موضع فرید پور ضلع بریلی میں جو بریلی سے سات کوس ہے پہونچکر خیمہ زن ہوئے۔

اس طرف شجاع الدولہ کو یہ اندیشہ تھا کہ شاہجہاں پور میں حکومت عبد اللہ خاں کی ہے اور وہ بھی روہیلہ ہے اور حافظ الملک اُسکا محسن ہے اور شاہجہاں پور میں تقریب پندرہ ہزار افغان خونخوار کے ہیں شاید اپنے ملک سے راہ نہ دینگے اور یہ اُسکا خیال بوجہ ہم قومی حافظ الملک عبد اللہ خاں کی طرف ہوا یہاں عبد اللہ خاں نے مہمان ناخواندہ کی ایسی قدردانی کی کہ شاہ آباد تک خود واسطے استقبال شجاع الدولہ کے گئے اور اُن کو شاہجہاں پور لاکر مقیم کیا۔

شجاع الدولہ کی ہمراہی میں فوج بیشمار وسامان جنگ از قسم توپ وفیلان کوہ آثار بکثرت تھے۔ اسکے علاوہ جنرل چمپین صاحب بہادر کمانیر معہ سات ہزار فوج اور چار پلٹن تلنگہ و توپخانہ بہ سرداری سید علیخاں و محبوب علی خاں خواجہ سرا و دیگر سرداران نامی بھی اُسکے ہمرکاب تھے جبکہ وہ قصبہ تلہر میں وارد ہوا اور حافظ الملک کے پاس جمعیت دس ہزار سے بھی کم تھی جسکو آصف الدولہ کی فوج کا آٹھواں حصہ سمجھنا چاہیئے۔ حافظ رحمت خاں دریائے بگل کو عبور کرکے

میراں پور کٹرہ میں خیمہ زن ہوئے - ۱۱ صفر المظفر ۱۱۸۸ھ مطابق ۲۳ اپریل ۱۷۷۴ء کو دونوں لشکر مقابل ہوئے - میدان میراں پور کٹرہ اور موضع کسرک میں فریقین میں سخت جنگ ہوئی - فیض اللہ خاں و محمد یار ولد علی محمد خاں اور محب اللہ خاں ولد دوندے خاں بڑی جرأت سے لڑے احمد خاں ولد بخشی سردار خاں نے خواہ بسازش شجاع الدولہ یا اپنی فطری نامردی سے گریز اختیار کی - مؤلف گلستان رحمت فرزند حافظ الملک نے اپنی تاریخ میں اُسی الزام سازش کا قایم کیا ہے - آخرش چار گھڑی دن چڑھے سے جنگ گولہ و تفنگ شروع ہوئی دونوں فریق کی جانب سے بہت آدمی مارے گئے قریب دوپہر حافظ رحمت خاں کے بائیں جانب بازو پر سینہ کے قریب گولہ لگا اور وہ جاں بحق ہوئے - اُن کا سر[1] سلطان خاں کاٹ کر شجاع الدولہ کے سامنے لے گیا نواب شجاع الدولہ کی فوج نے تمام سامان روہیلوں کا لوٹا فیض اللہ خاں و محمد یار خاں وغیرہ سرداران حافظ الملک بمصلحت وقت بعد قتل اپنے افسر کے واپس آ گئے اور اپنے اپنے مقامات کی طرف متوجہ ہوئے - بعد ازاں

---

[1] نواب شجاع الدولہ نے سلطان خاں کو اسپ و خلعت عطا کیا اور حافظ الملک کا سر سید شاہ مدن کو دکھایا تاکہ وہ پہچانیں کہ یہ سر حافظ مرحوم کا ہے یا نہیں - چنانچہ اُنہوں نے پہچانا اور یہ شعر زبان پر لائے **شعر** سر گشتہ بر نیزہ میر دنفس + کہ معراج مرداں ہمین است و بس - اور سید صاحب موصوف کو بھی بسولی پہونچکر قید کر دیا اور تمام اثاث البیت ضبط کیا اُسی قید میں اُنہوں نے رحلت فرمائی

شجاع الدولہ نے نعش حافظ رحمت خاں کی تلاش کرا کر مع سر کے اُسی تاریخ روانہ بریلی کر دی۔ بریلی میں قاضی شہر علما اور حفاظ نے ۱۲ر صفر کو نماز جنازہ حافظ الملک بجمعیت کثیر پڑہی اور اُن کو بریلی سے جانب غرب جو مشہور ہی مدفون کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

کسی شاعر نے سلطان خاں افغان کی نسبت جس نے حافظ الملک کا سر کاٹا تھا ایک قطعہ لکھا ہے جو حسب ذیل ہے۔ **قطعہ**

ہر کس کہ در جہاں کند از قوم خود بدی + او با یزید در ہمہ اوقات ہمسر است
داری اگر بدل ہوس امتحاں ببیں + سلطان خاں بہ شمر حرامی برابر است

جب حافظ الملک کا خاتمہ ہوا تو نواب وزیر روہیلکھنڈ کا مالک ہوا۔ احمد خاں پہاڑوں میں جا کر پناہ گزین ہوئے۔ اور محب اللہ خاں و فتح اللہ خاں جو آخری وقت جنگ کے پہونچے تھے بسولی میں آئے فتح اللہ خاں بمقام بریلی کمپ شجاع الدولہ میں داخل ہوا۔ اور اُسکو یہ امید تھی کہ مجھکو کچھ علاقہ نواب موصوف دیگا۔ الا وہ گرفتار کیا گیا اور اُسیوقت نجف خاں مع ایک رسالہ کے بسولی پر قبضہ کرنے کو بھیجا گیا۔ نجف خاں نے محب اللہ خاں کو اُس کے مکان میں بسولی پہونچکر قید کر لیا۔ جب کچھ عرصہ کے بعد شجاع الدولہ خود بسولی پہونچا تو ان دونوں بھائیوں کو قید کر کے الہ آباد بھیجدیا اور پرگنات اُن کے ضبط کر لیئے۔

اب موسم برسات شروع ہو گیا تھا نواب وزیر اور انگریزی فوج متصل بسولی چھاؤنی میں مقیم ہوئی۔ فیض اللہ خاں کی پیشقدمی کی وجہ سے اُنکو مجبوراً ۲ ماہ

اگست میں پھر ایک مرتبہ میدان جنگ میں جانا پڑا بعدہ شمال کی جانب کوچ کیا۔ تین ماہ تک کچھ پتہ ان کی فوجوں کا نہیں ملا۔ بعد ازاں شجاع الدولہ وقت واپسی بسولی میں ٹھہرا اور انگریزی فوج کچھ عرصہ تک رام گھاٹ پر مقیم رہی۔ اس مہم کے دوران میں شجاع الدولہ علیل ہوگیا اور تھوڑے عرصہ کے بعد اودھ پہونچکر اسی ۱۷۷۵ء میں انتقال کیا۔ اسکا بیٹا آصف الدولہ جانشین ہوا۔ یہ بیان ہمنے گلستان رحمت اور گزٹیر سے لکھا ہے۔ لیکن خان بہادر منشی ذکاء اللہ خاں نے اپنی تاریخ میں انگریزی تحریرات کی بنا پر اسکے خلاف رائے ظاہر کی ہے وہ لکھتے ہیں کہ "سید شاہ مدن کا شجاع الدولہ کے منہ پر یہ کہنا کہ واپسی تمسک کا وعدہ کیا گیا ہے صحیح نہیں معلوم ہوتا ہے۔ دوسرے یہ بھی صحیح نہیں ہے کہ حافظ صاحب نے مصمم لڑنے اور مرنے پر عزم بالجزم کرلیا ہو کیونکہ کرنیل چمپین خود لکھتے ہیں کہ میرے پاس حافظ کا خط آیا کہ آپ صلح کرا دیجیے مگر جب شجاع الدولہ سے اسکا ذکر کیا گیا تو اسکے چالیس لاکھ روپیوں لے نیچے دیدیئے اور اس نے دو کروڑ روپیہ طلب کیئے"

سیر المتاخرین نے اور ہی کچھ لکھا ہے جسکا ترجمہ یہ ہے کہ "شجاع الدولہ نے حافظ رحمت خاں وغیرہ کو بغرض اتمام حجت اول پیغام دیا کہ میں نے ہنگام اضطرار میں تمہاری اور مرہٹوں کی مصالحت مابین کی غرض سے زر کثیر اپنے پاس سے مرہٹوں کو دیا اور تمکو لوٹ مار سے بچایا۔ جو میعاد ادائے قسط کی مقرر تھی وہ منقضی ہوگئی اتبک وہ روپیہ نہیں بھیجا اب چاہیئے کہ وہ روپیہ بلا تامل ادا کردو ورنہ لڑائی کو مستعد رہو۔ حافظ رحمت خاں نے روساء افاغنہ کو

جمع کرکے یہ حال بیان کیا کہ شجاع الدولہ مستعد کارزار ہے اُسکا مقابلہ اسوقت مناسب نہیں ہے بہتر ہے کہ روپیہ دیکر اس بلا کو ٹالا جائے اور شجاع الدولہ نے اولاد دوندے خاں سے خفیہ سازش کر لی تھی۔ اور اُن کو یہ فریب دیا کہ میں تمکو ملک تمہارا گنگا کے قریب کا دیدونگا اور اپنا قبضہ نہ کرونگا اور اگر تمنے حافظ الملک کی اعانت کی تو تمکو بھی اُسی آگ میں جلاؤنگا۔ مگر وہ کم عقل طمع زر سے اُسکے دام میں آگئے۔" یہانتک ہمنے دیگر مورخوں کے بیانات درج کیئے ہیں۔ اب ہم شجاع الدولہ اور حافظ رحمت خاں کا حال لکھتے ہیں۔ شجاع الدولہ حافظ صاحب سے قول قرار کرکے جب واپس گیا تو اُس نے کچھ مرہٹوں کے نکالنے کی پرواہ نہ کی مرہٹے ازخود برسات کے موسم میں گنگا پار چلے گئے بعد برسات کے پھر مرہٹوں نے روہیلوں پر لوٹ مار بدستور شروع کر دی حافظ رحمت خاں نے کچھ روپیہ اُن کو دیا مرہٹوں نے ضابطہ خاں کو قابو میں کرکے روہیلوں کو ملانا چاہا اور اودھ پر حملہ کا ارادہ کیا۔ اب روہیلوں کو یہ مشکل ہوئی کہ کسکے ساتھ رہیں اور حافظ رحمت خاں شجاع الدولہ کو ایماندار نہیں جانتا تھا اور نہ اُسکے قول پر اعتبار تھا اور مرہٹوں کو بھی بے ایمان سمجھتا تھا آخرش شجاع الدولہ سے میل کیا۔ سلیکٹ کمیٹی نے ۷ جنوری ۱۷۷۳ء کو کلکتہ میں یہ رائے ظاہر کی کہ شجاع الدولہ کو یہ خوف ہے کہ روہیلے مرہٹوں سے مل گئے ہیں اور وہ نواب وزیر کا ملک چھین لیں گے۔ یہ رائے شجاع الدولہ کی صحیح نہیں ہے۔ ظن غالب ہے کہ روہیلوں کے سردار کبھی مرہٹوں سے ملکر اپنی قوت کو نہ گھٹائیں گے اسوقت مصلحت جانکر مرہٹوں سے صلح کر لی ہوگی۔

بموجب عہدنامہ مقام بنارس یہ شرط قرار پائی کہ بوقت حملہ کسی غیر کے ایسٹ انڈیا کمپنی شجاع الدولہ کی مدد کرے اور اپنی سپاہ سے اعانت دے - اس لیئے مرہٹوں کے حملے سرکاری فوج کے ذریعہ سے روکے گئے تھے - بماتحتی سر رابرٹ بارکر کچھ سپاہ انگریزی مرہٹوں کی سرکوبی کے لیئے روانہ ہوئی کیونکہ مرہٹوں نے گنگا کے اس پار بہت سے شہر مثل مراد آباد سنبھل وغیرہ کے لوٹ مار کر کے تباہ کر دیئے تھے -

جب مرہٹے حافظ رحمت خاں سے صلح کر کے لوٹ گئے تب نواب وزیر کے حواس درست ہوئے - پھر شجاع الدولہ نے گورنر سے بمقام بنارس ۱۷۷۳ء میں ملاقات کی - گورنر ہیسٹنگز نے ۴ اکتوبر ۱۷۷۳ء کو کونسل کلکتہ کو یہ رپورٹ بھیجی کہ نواب وزیر کو جو عناد دلی روہیلوں سے ہے وہی اُس نے مجھسے وقت ملاقات بیان کیا - اور روہیلوں کا ملک لینے کے لیئے ہم سے مدد طلب کی ہے اور ہمنے اُس سے اقرار کیا ہے کہ وہ ہمکو روپیہ دے تو ہم اُسکی مدد کریں گے اسکی نسبت شمس العلما ذکاء اللہ خاں صاحب لکھتے ہیں کہ بیچارے روہیلوں نے کمپنی کو کبھی نہیں ستایا اور کوئی بات اُن سے بگاڑ کی نہیں کی مگر ضرورت ملکی کے لیئے سب کچھ جائز ہے -

آخر وزیر اور سرکار کمپنی میں یہ معاہدہ ہوگیا کہ ۴۰ لاکھ روپیہ نواب وزیر نقد دیوے تو سپاہ انگریزی اُسکے کام میں رہیگی اور خرچ اُسکا اُسی کے ذمہ ہوگا گو سرکار کو روپیہ کا اور وزیر کو ملک کا فایدہ تھا مگر بنی نوع انسان کے ایک شریف ا۔ دہ کا برباد کرنا اپنے آرام اور فایدہ کے لیئے عدالت کا مقتضا نہ تھا - بڑے

جیف کی بات ہے ایسے ہی کام کے کرنے والے بڑے ظالم اور بے رحم کہلاتے ہیں۔ یہ الزام کہ حافظ رحمت خاں یعنی روہیلوں کے سردار نے روپیہ کے دینے میں حیلہ یا انکار کیا۔ محض ناانصافی ہے کیونکہ یہ زر موعود بشرط اخراج قوم مرہٹہ از روہیلکھنڈ مشروط تھا۔ جب وزیر نے ادنی کوشش اس معاملہ میں نہ کی تو وہ زر موعود کس منہ سے مانگتا تھا۔ مرہٹے برابر ملک تاراج کرتے رہے جنس نہ دینا اور قیمت مانگنا کہیں بھی انصاف ہے۔

دوسرا یہ الزام کہ روہیلوں نے مرہٹوں کی امداد کی محض غلط ہے وہ ساری سپاہ مرہٹوں سے لڑنے کو آمادہ رکھتے تھے۔ مگر کہیں جب ایسی ضرورت آپڑی کہ وہ سمجھے کہ ہم بالکل مرہٹوں کے ہاتھ سے تباہ ہوئے جاتے ہیں تو اُنکی آتش غضب کو دھیما کر دیا۔ انگریزوں کو روپیہ کی ضرورت سے یہ فرض نہ تھا کہ وہ استیصال روہیلوں کا جنگ سے کرتے ہیسٹنگز صاحب گورنر یہ لکھتے ہیں کہ وزیر ایسا ضعیف و کمزور ہے کہ اپنے قدیمی ملک کی حفاظت بغیر استعانت سپاہ انگریزی نہیں کرسکتا۔ الغرض شمس العلماء موصوف نے نہایت صداقت و تحقیق و عدالت سے اس معاملہ کو لکھا ہے اور اُن کی یہ رائے نہایت شرح و بسط سے اس معاملہ میں بطور محاکمہ اُن کی تاریخ میں مذکور ہے اب ہم اصل مطلب پر آتے ہیں۔ ۱۸ نومبر سنہ ۱۷۷۳ء کو شجاع الدولہ نے گورنر کو لکھا کہ روہیلوں کے استیصال کے واسطے جو وعدہ امداد کیا ہے اُسکا ایفا ہونا چاہیئے۔ چنانچہ حکم ہوا کہ سرکار کمپنی کی سپاہ بنگال کے ۳ برگڈ سے جو دوسرا برگڈ الہ آباد میں رہتا تھا وہ شجاع الدولہ کے لشکر سے جا کر ملے۔ کرنیل چمپین کمانڈر تھے وہ فوج لیکر وسط فروری میں روانہ

ہوئے اور ۲۴ فروری ۱۷۷۴ء کو ملک اودہ میں پہونچے - ۱۷ اپریل ۱۷۷۴ء کو فوج انگریزی نے مع فوج نواب وزیر روہیلکھنڈ پر چڑہائی کی -

۱۹ اپریل کو کرنیل صاحب نے پریزیڈنسی کو چٹھی لکھی کہ روہیلوں نے نہایت عجز سے یہ پیغام بھیجا ہے کہ ہم اطاعت کو حاضر ہیں مگر شجاع الدولہ اُن سے دو کرور روپیہ طلب کرتا ہے اس لیئے وہ مجبور ہو کر (کپونالہ) پر جسکو دریائے ہگل کہتے ہیں (اور جو درمیان میراں پور کٹرہ اور فیض گنج کی سرحد ضلع شاہ جہاں پور اور بریلی کے واقع ہے) اس ارادہ سے آئے ہیں کہ جبتک دم میں دم ہے لڑیں اور میدان جنگ سے مر کر ٹلیں -

اب دونوں لشکر مقام کسرک اور میرانپور کٹرہ کے درمیان جو ضلع شاہجہاں پور میں ہیں مقابل ہوئے - میراں پور کٹرہ شاہجہاں پور سے ۱۸ میل کے فاصلہ پر ہے (اور یہ قصبہ چند سال سے قریب نصف کے زمینداری میں مؤلف رسالہ ہذا کے ہے) صبح کے وقت انگریزی فوج نے اُنپر حملہ شروع کیا کرنیل چمپین حافظ رحمت خاں کی بہادری کی بڑی تعریف کرتا ہے اور لکھتا ہے کہ ۴۰ ہزار اُسکی سپاہ ہوگی اور نہایت مردانہ اور دلیرانہ ہم سے لڑا اور بہت دفعہ روہیلے ہمارے لشکر میں گھس آئے اور اپنے علم گاڑ دیئے اور بڑی جرأت سے آکے حملہ کرتے اور ہماری توپ چھین لینے کا قصد کرتے تھے مگر ہماری توپوں نے اُن کو بڑہنے نہ دیا جب وہ پاس آتے تھے اُنکو اُڑا دیتے تھے اُن کی بہادری کا بیان ہم سے ناممکن ہے انہوں نے سب طرح سے فن حرب و سپہ گری دکھایا دو گھنٹہ ۲۰ منٹ تک توپوں کی آگ آدمیوں پر برستی رہی اور کئی منٹ تک گولیوں کی بوچھار برسی

دو ہزار روہیلے اور بہت سے سردار میدان جنگ میں مارے گئے۔ اب، چونکہ روہیلوں کا ادبار شروع ہوگیا تھا انگریزوں کی فتح کا باعث یہ ہوا کہ حافظ الملک حافظ رحمت خاں کی جان حزیں نے میدان جنگ میں عزم سفر کیا اور وہ سردار فوج بڑی شجاعت سے مارا گیا۔ اور ایک بیٹا بھی اُن کے ساتھ مقتول ہوا۔ اور دوسرا بیٹا محبوس کرلیا گیا اور تیسرا مفرور تھا تب انگریزوں نے میدان جنگ جیت لیا۔ اب کرنیل صاحب نے جوان دشمنوں کی بہادری اور دلیری بیان کی ہے اوپر مرقوم کر دی۔ اب وہ اپنے دوست شجاع الدولہ کا حال جو لکھتا ہے وہ بھی قابل ذکر ہے کہ میں حیران ہوں کہ کیا کروں شجاع الدولہ کو اس فتح کی تہنیت دوں یا اُس کی نامردی پر لعنت و ملامت کروں۔ مجھے اُسکا حال بیان کرنا ضرور ہے تاکہ گورنمنٹ انگریزی جان لے کہ یہ ہمارا دوست ایسا ہے کہ ذرا بھی اعتبار کے لایق نہیں۔ لڑائی سے ایک رات پہلے میں نے بار بار توپیں اُس کی مانگیں مجھے اُن کی بڑی ضرورت جنگ میں تھی مگر اُس نے صاف انکار کر کے میرے کام میں نہ آنے دیا وعدہ کیا کہ کل آپ کے ہمراہ سارا لشکر لیکر موجود ہونگا اور سواروں کو لیکر موجود پاس کھڑا ہونگا اور جو ہدایت ہوگی اُسپر عمل کرونگا۔ مگر وہ لڑائی کے پاس کیا آتا دور بھی آکر نہ کھڑا ہوا میں نے جہاں اُسکو صبح لشکر کے ساتھ دیکھا تھا وہ اُسی جگہ رہا۔ جب فتح کی خبر پہنچی تو اُسوقت فوج لیکر میدان میں آکودا۔ اور لشکر کو حافظ الملک کے دل کھولکر لوٹا۔ اسپر سپاہ کمپنی نے جو قواعد کے پابند تھے ایک اپنے افسر سے کہا کہ فتح کی عزت ہمکو حاصل ہوئی مگر اُن کی منفعت ان لٹیروں کو ملی۔ اس فتح سے لڑائی کا خاتمہ ہوگیا۔

فیض اللہ خاں کچھ سپاہ لیکر پہاڑوں میں چلا گیا باقی سارا ملک نواب وزیر کی لوٹ مار کرنے کے لیے پڑا تھا نواب وزیر نے سب ملک میں آگ لگادی اور سب شہروں پر جھاڑو پھیر دی ایک لاکھ سے زیادہ آدمی اپنا مسکن چھوڑ کر جنگل میں چلے گئے۔ اور یہ سمجھے کہ بھوک اور درندوں کی تکلیف سے مرنا اس ظالم کے ہاتھ میں پڑنے سے بدرجہا بہتر ہے۔

کرنیل چمپین نے جب یہ حال دیکھا تو گورنر کو لکھا مگر وہ اُسوقت مجبور تھا کہ نواب سے کوئی عہد اس بابت نہ ٹھہرا تھا کہ بعد فتح کیا کیا جاوے۔ کرنیل نواب کو سمجھاتا تھا کہ یہ ظلم نہ کر کیا افسوس کی بات ہے کہ وہ لشکر و افسر جو اپنی بہادری اور شجاعت کا دعوے کرتے ہوں اور وہ بے گناہوں کے گاؤں کے گاؤں اور اسباب آگ میں جلنا اور بچوں کو ماؤں کی چھاتیوں پر قتل ہوتے ہوئے اور صاحب عصمت عورتوں کے بے عصمت ہوتے ہوئے دیکھا کریں اور پھر حمایت کر کے ظالموں کے ظلم کو نہ روکیں۔ غرضکہ ان بہادروں نے آدمیوں کو شیروں کے ہمسایہ میں بھیجا اور شیروں کی جگہ بھیڑیوں کو بٹھایا۔ نتیجہ لڑائی کا یہ تھا کہ یہ ظالم بزدل روہیلوں کے ذبح کرنے میں قصاب ہوگیا۔ اُس نے اُن کے ننگ و ناموس و جان و مال کو خاک میں ملایا۔ اُسکے سینہ میں اس قوم کی طرف سے ایسا کینہ تھا کہ گورنمنٹ انگریزی سے پہلے ہی کہدیا تھا کہ اس قوم کا استیصال چاہتا ہوں چنانچہ وہی اُس نے کر دکھایا۔ کوئی قطعہ زرخیز اس ملک کا نہ تھا کہ اُس نے اُس کو ویرانہ نہ بنایا ہو۔ مگر اسپر بھی اُنکا استیصال نہ ہوا۔ ابتک اُن کا ایک گروہ باقی ہے جو ہندوستان

میں شرافت و شجاعت میں ضرب المثل ہے -
فیض اللہ خاں ایک سردار روہیلہ باقی رہگیا تھا جس سے لڑنے کو افواج متفقہ چلی مگر فیصلہ بغیر جنگ کے اس طرح ہو گیا کہ ۱۴ لاکھ پچہتر ہزار روپیہ کی جاگیر اُس کو روہیلکھنڈ میں شجاع الدولہ نے دیدی یعنی مصطفٰے آباد رام پور) اور باقی ملک روہیلکھنڈ اپنے قبضہ میں رکھا - اس جنگ روہیلہ پر مورخین محققین نے بحث عظیم کی ہے - گلیچ صاحب لکھتے ہیں کہ ملک کی ضرورت کے لحاظ سے دیکھا جاوے خواہ اخلاق انسانی کے اعتبار پر نظر کیجاوے تو میرے نزدیک ہسٹنگز گورنر جنرل نے ایسا نہیں کیا کہ اُس کی پیشانی پر بدنامی کا طغرا بنایا جاوے - لیکن ہمکو اگر کچھ سمجھ ہو تو یہ امر تسلیم کرینگے کہ بُرا کام اُجرت پر بھی کرنا بُرا ہے - لڑائی ناحق کرنا جبتک دوسرا نہ چھیڑے خراب کام ہے - اس لیئے روہیلوں سے لڑنا عبث تھا روہیلوں کیساتھ لڑنے کا کوئی مطلب نہ تھا سوائے اسکے کہ ایک عمدہ انتظام ملکی کو شجاعت شعار و معدلت آثار قوم سے لیکر ایک ظالم نامرد موذی کو دیدیں - گورنر اس بات کو خوب جانتے تھے کہ میں یہ کیا کرتا ہوں - میجر سکسوٹ جو اس بدکرداری کا عذر کرتے ہیں وہ بدتر از گناہ ہے کہ روہیلے کچھ اصلی متوطن اس مقام کے نہ تھے - اُن کا ملک سے نکالدینا عین عدالت تھی صاحب اسوقت شاید خود کو بھول گئے اُن کے نزدیک اگر کلکتہ یا مدراس سے انگریزوں کو کوئی نکالتا تو بھی انصاف ہوتا - اسوقت تو ایسے غاصب ہند میں فیصدی نوے تھے اودھ کی سلطنت بھی غصب سے نہ پیدا

نقشہ ضلع بدایوں

۱۹٦ء

اسکیل انچ ۸ میل

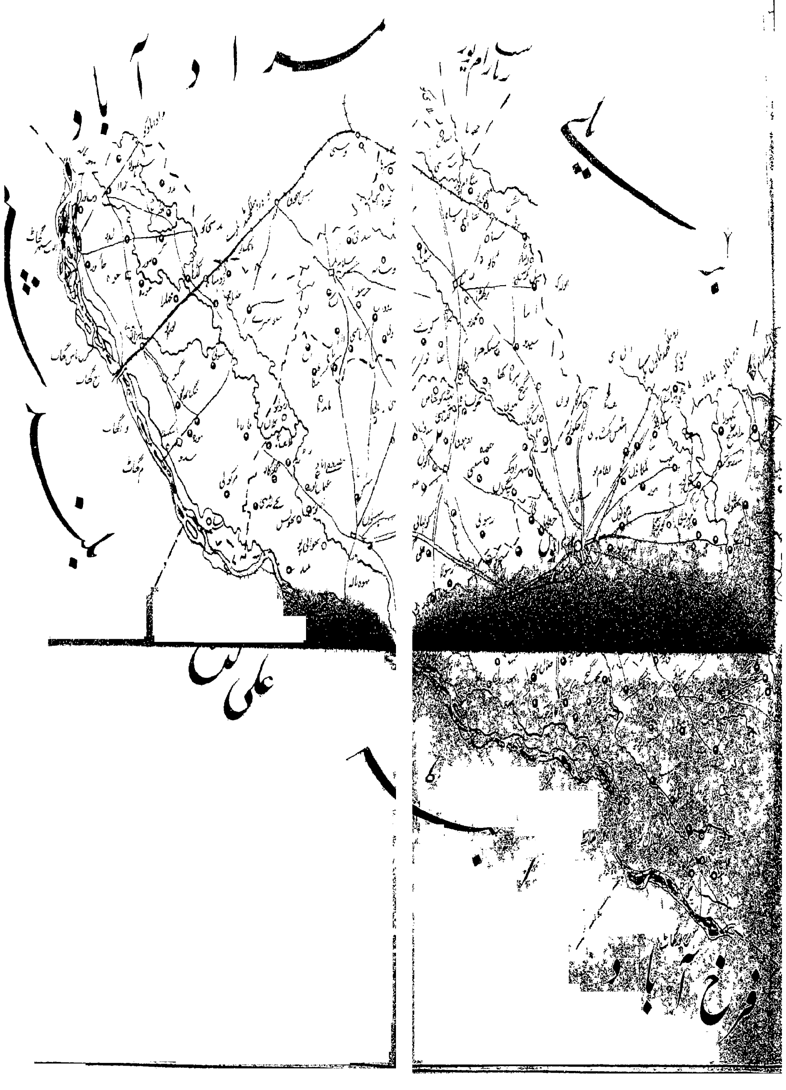
مراد آباد
علی گڑھ
فرخ آباد

ہوئی تو کیسے ملی تھی - غرضکہ جو اس فعل کی زشت روئی کو

یہاں تک ہمنے حالات بے کم و کاست
کتاب شمس العلما منشی ذکاء اللہ خاں جلد سوم سے نقل کیئے ہیں -

ہمارے نزدیک یہ مسئلہ ایسا پیچیدہ ہے کہ جب کوئی فریق الزام کسی فریق پر لگاتے ہیں - اسے نقل کرنا عبث ہے - ہر ایک شخص اپنے نفع پر خیال کرکے کارروائی کرتا ہے - لہذا ہم اپنی رائے اس شعر پر ختم کرتے ہیں **شعر**

رموز مصلحت ملک خسرواں دانند + گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش

یہ تمام واقعات بعہد سلطنت شاہ عالم بادشاہ دہلی کے واقع ہوئے ہیں چنانچہ واسطے استیصال روہیلوں کے شاہ عالم نے نجف خاں کو معہ سپاہ کے روہیلکھنڈ روانہ کیا تھا مگر یہاں انگریزی سپاہ روہیلوں کا پہلے ہی کام تمام کر چکی تھی - نجف خاں نے نواب وزیر سے ملک اور غنیمت میں بادشاہی حصہ مانگا تو شجاع الدولہ نے کہا کہ میری بادشاہ سے یہ شرط تھی کہ بادشاہ بذات خاص لشکر لیکر اس کی کمک کو آئے چونکہ بادشاہ نے اس عہد کے تمام شرائط پوری نہیں کیں لہذا ملک سے کوئی حصہ نہ دونگا مگر کرنیل صاحب فوج انگریزی کے پاس ایک نقل اس عہد نامہ کا جو وزیر و بادشاہ سے ہوا تھا موجود تھا - اس کو دیکھا تو اس میں کہیں اسکا ذکر نہ تھا کہ واسطے استیصال روہیلوں کے بادشاہ بذات خود آئے - جب اسکی خبر گورنمنٹ انگریزی کو ہوئی تو اس نے اپنے سپہ سالار کو لکھا ہدایت کی کہ فقط ہمارا کام روہیلوں کا ملک فتح کرنے کا ہے - اگر شجاع الدولہ نے اپنے عہد کو بادشاہ سے توڑ دیا

اور اُس کے سبب سے نجف خاں اور بادشاہ شجاع الدولہ سے لڑے تو تم کسیکی طرف نہ بولنا۔ الغرض نجف خاں نے اُسوقت لڑنا مصلحت نہ سمجھا اسلئے بسولی ضلع بدایوں سے واپس گیا۔ اب ہم یہاں سے کچھ تھوڑا سا حال شاہ عالم بادشاہ کا بھی لکھا چاہتے ہیں

۲۵ر دسمبر ۱۷۶۰ء کو شاہ عالم جلوہ افروز تخت سلطنت ہوئے۔ اور اپنے ملک کا انتظام کرتے رہے۔ اور بہت سے وزیران کے عہد میں بدلتے رہے۔ جیپو۔ بھی باغی ہوگیا تھا جہاں خود شاہ عالم فوج لیکر گیا اور وہاں کا فتنہ فرو کیا۔

۱۷۸۴ء میں شاہ عالم نے اپنا وزیر اور مددگار مادہوجی سیندہیا ملقب بہ مہاراجہ پٹیل بہادر والیئے دکن کو مقرر کیا اور مہاراجہ پٹیل نے اپنی طرف سے ایک شخص کو دربار میں حاضر رکھا۔ ۱۷۸۸ء میں غلام قادر خاں روہیلہ پسر ضابطہ خاں بن نجیب الدولہ جسکا دادا یعنی نجیب الدولہ بادشاہ کے ہاں بہت اختیار رکھتا تھا اور وزیر بادشاہی ہوگیا تھا مع چند دیگر امرا اور دو ہزار سپاہ کے اپنے شہر نجیب آباد سے بغرض لوٹنے قلعہ معلّے کے دہلی چلاگیا۔ جمنا پار آکر اس نے بادشاہ کے حضور میں کہلا بھیجا کہ یہ فدوی واسطے رفع کرنے شکوک اور بدنامی کے جو میرے دشمنوں نے حضور سے کی ہیں آیا ہے اگر حکم ہو تو دربار میں حاضر ہوں۔ واضح ہو کہ یہ غلام قادر خاں نمک حرام اس بہانہ سے اہلکاران قلعہ ناظر وغیرہ کی سازش سے اندرون قلعہ آنا چاہتا تھا۔

جبکہ بادشاہ نے حکم اندر آنے کا نہ دیا تو پھر نمک حرام ناظر قلعہ اندرالدیار اور سلیمان

ھ
۱۱۹۵
۸۲

اہلکاران قلعہ نے بادشاہ کو سمجھایا کہ اسکے دل میں دغا نہیں ہے یہ صرف حضور کی ملاقات کو آیا ہے تب بادشاہ نے اُن کے قول پہ اعتماد کرکے غلام قادر کو حکم حاضری دربار دیا۔ غلام قادر خاں مع اپنے مشیروں اور سپاہ کے قلعہ معلیٰ میں داخل ہوا بادشاہ نے اُس کی بڑی تواضع کی اور اُس مکّار کو اپنے سینہ سے لگایا۔ اُس نے باہر آکر اپنی فوج کو جا بجا متعین کر دیا اور بادشاہی سپاہیوں کو نکالدیا جب بادشاہ نے یہ بات سُنی تو پھر غلام قادر کو اپنے پاس بلُایا اور کہا کہ یہ تو نے کیا بلوہ مچا رکھا ہے اُس نے کچھ جواب نہ دیا اور تخت کے پاس جاکر بادشاہ سے یہ عرض کی کہ آپ لایق بادشاہی کے نہیں ہیں تخت سے اُتر جائیے۔ پھر بادشاہ نے یہ جواب دیا کہ برائے رسول ہمیں تخت سے نہ اُتار اسمیں ہماری بے عزتی ہے بلکہ تو ہمیں مار ڈال تو بہتر ہے۔ غلام قادر نے یہ بات سُنکر تلوار میان سے نکالی اُسیوقت ناظر قلعہ نے بیچ بچاؤ کرا دیا اور بادشاہ کو سمجھایا کہ آپ تخت سے اُتر جائیے ورنہ یہ بڑی بے عزتی کریگا۔ بادشاہ کا چونکہ اُسوقت کوئی مددگار نہ تھا ناظر وغیرہ سب نمک حرام غلام قادر سے ملے ہوئے تھے تخت سے اُتر کر محل میں چلے گئے۔ تب غلام قادر نے ایک شخص کو جسکا نام جہان شاہ تھا تخت پر بٹھایا اور اشتہار دیا کہ جہاں شاہ بادشاہ ہے اور حضرت شاہ عالم اور شہزادگان کو سلیم گڈھ کی طرف ایک مکان میں قید کر دیا اور قلعہ کے لوٹنے پر کمر باندھی۔ سات روز تک خوب قلعہ لوٹا۔ پھر ایک روز خود دربار کیا اور حکم دیا کہ آج شاہ عالم مع شہزادگان ہمارے حضور میں لائے جائیں۔ فی الفور شاہ عالم مع سب شہزادوں کے غلام قادر

کے دربار میں حاضر کیئے گئے - تب غلام قادر نے شاہ عالم کی طرف مخاطب ہوکر کہا کہ آپ زر و مال و جواہرات تمام دیجیئے ورنہ ہم آپکی دونوں آنکھیں نکال ڈالیں گے۔ بادشاہ نہایت مضطرب ہوکر محل میں گئے اور بہت سے جواہرات لاکر پیش کیئے غلام قادر نے کہا کہ اور لاؤ تمہارے پاس اور بھی ہے بادشاہ نے جواب دیا کہ اب میرے پاس اور کچھ نہیں ہے تب غلام قادر نے غصہ سے بادشاہ کو فرش پر گرا کر چھاتی پر سوار ہوکر اور اپنی کٹاری سے بادشاہ کی آنکھیں نکال ڈالیں۔ یہ وقت ایسا مصیبت کا تھا کہ خدا کسی پر نہ لاتے بعد نکالنے آنکھوں کے غلام قادر نے اُن کو علیحدہ گوشہ میں قید کر دیا۔ اُسوقت سے شاہ عالم ایک گوشہ میں رہتے تھے اُن کو مذاق شعر کا تھا اور خود شعر کہتے تھے اور آفتاب تخلص کرتے تھے۔ اُسی حالت بیکسی اور تنہائی میں چند اشعار لکھے ہیں جنکو اکثر پڑھا کرتے تھے ہم اُن کو اسی موقع پر درج کرتے ہیں

اشعار

صرصر حادثہ برخاست پے خواری ما + داد برباد سر و برگ جہانداری ما
آفتابِ فلکِ رفعتِ شاہی بودم + بود در شام زوال آہ سیہ کاری ما
چشم ما کندہ شد از جور فلک بہتر شد + کہ نہ بینیم کہ کند غیر جہانداری ما
داد افغان بچہ شوکتِ شاہی برباد + کیست جز ذات منزہ کہ کند یاری ما
کردہ سی سال نظارت کہ مراداد بہ باد + زود تر یافت تلافی ستمگاری ما
نازنینان پری چہرہ کہ ہمدم بودند + نیست جز محل مبارک بہ پرستاری ما
حق طفلاں کہ زسنی سال فراہم کردیم + کردہ تاراج نمودند سبکساری ما

ہمچو شیطان بہ بیان وعدہ نمودند دغا ٭ مغلیاں خوب نمودند وفاداری ما
شیر دادیم بہ افعی بچہ و پروردیم ٭ عاقبت گشت مجوز پئے خونخواری ما
قوم افغان و مغلیہ ہمہ بازی دادند ٭ بسکہ گشتند مجوز بہ گرفتاری ما
آں گدا زادہ ہمداں کہ بدو تیغ برند ٭ بانیِ جور و ستم شد بدل افگاری ما
آل محمد کہ ز مروان شرارت کم نیست ٭ چہ قدر کرد وکالت بہ گرفتاری ما
ہم الہ یار و سلیمان بدل بیگ لعین ٭ ہر سہ بستند کمر بہر دل آزاری ما
شاہ تیمور کہ دارد سرِ تربت بامن ٭ زود باشد کہ بیاید بمددگاری ما
مادھوجی سیندھیا فرزند جگربند من است ٭ ہست مصروف تلافی ستمگاری ما
رانہ و راؤ زمیندار و امیر و چہ فقیر ٭ حیف باشد کہ نباشند بہ غمخواری ما
حال ما گشتہ بتر ز اہلِ آل ز یزید ٭ کرد تقدیر ازل روزی ما خواری ما
بود جانکاہ زر و مالِ جہاں ہمچو مرض ٭ دفع از فضلِ الٰہی شدہ بیماری ما
آصف الدولہ و انگریز کہ دلسوز من اند ٭ چہ عجب گر بنمایند مددگاری ما

آفتاب از فلک امروز تباہی دیدے
باز فردا دہد ایزد سر و سرداری ما

اسکے بعد مہاراجہ پٹیل کو جب یہ خبر ہوئی کہ حضرت سلطان شاہ عالم یہ حادثہ ہوا ہے تو وہ بہت غصہ میں آیا اور اُس نے بہت سی فوج واسطے اخراج غلام قادر کے بھیجی۔ جب غلام قادر نے سنا کہ مہاراجہ سیندھیا الملقب بہ مہاراجہ پٹیل نے میرے مقابلہ کو فوج روانہ کی ہے اور نزدیک آ پہونچی ہے تو وہ جمنا کو عبور کرکے میرٹھ کی طرف بھاگا۔ مہاراجہ کی فوج دہلی پہونچی اور

حضرت شاہ عالم کو دوبارہ تخت پر بٹھایا اور نذر بھی گذرانی اور فوج واسطے تلاش غلام قادر کے میرٹھ روانہ ہوئی اور اُسکو فوراً گرفتار کیا۔ لیکن وہ ایک موقع پاکر بھاگ گیا پھر دوبارہ بذریعہ ایک زمیندار کے گرفتار ہوا۔ مرہٹوں کے کمپ میں حاضر کیا گیا۔ مرہٹوں نے اُس کے واسطے لوہے کا ایک پنجرہ بنوایا اور اُس کو بند کیا اور اس طور سے اُس کو ہلاک کیا کہ کبھی اُسکا ہاتھ کاٹ لیا اور کبھی ناک کاٹ لی۔ مہاراجہ پٹیل بہادر خود دہلی میں رونق افروز ہوئے اور بادشاہ کو نذر پیش کی اور نو لاکھ روپیہ سالانہ حضور کی تنخواہ مقرر کی اور اپنا ایک صوبہ دار جسکا نام نظام الدین تھا دہلی میں واسطے انتظام کے مقرر کرکے اپنے وطن کو لوٹ گیا۔ اور اس طریقہ سے مرہٹوں کی عملداری دہلی میں محکم ہوئی۔ سنہ ۱۸۰۳ء تک مرہٹوں کی عملداری رہی بعد ازاں انگریزوں نے اسی سال مرہٹوں کو شکست دیکر دہلی کو فتح کیا اور شاہ عالم کے بارہ لاکھ روپیہ سالانہ بطور نذر کے مقرر کیا۔ اب یہ سمجھنا چاہیئے کہ سلطنت مغلیہ کا خاتمہ ہوچکا اور سلطنت ہندوستان سرکار کمپنی کی ہوگئی اور شاہ عالم نے سنہ ۱۸۰۶ء میں انتقال فرمایا۔ اُن کے جانشین اکبر شاہ ثانی نے قلعہ میں تخت پر جلوس فرمایا۔

ہمنے اس موقع پر شاہ عالم کا حال مناسب سمجھکر لکھا ہے۔ اب پھر اصلی مطلب پر رجوع کرتے ہیں یعنی یہاں سے شجاع الدولہ کی حکومت روہیلکھنڈ کا بیان کرتے ہیں۔

بعد اس لڑائی کے سپاہ انگریز و نواب شجاع الدولہ نے مقام بسولی کی طرف

کوچ کیا۔ جسوقت شجاع الدولہ بسولی کی چھاؤنی میں تھا اُسوقت ایک ہندو مسمیٰ بیاس رائے قوم فاتح کا لباس پہنکر مالگذاری روہیلکھنڈ کی وصول کرنے لگا اور عوام پر ظلم و تعدی زیادہ ہونے لگا۔ بعد وفات شجاع الدولہ کے نواب آصف الدولہ حاکمان بدایوں کو وقتاً فوقتاً تبدیل کرتا رہا۔ اگرچہ اُسکے عہد میں بہت سی املاک معافی وغیرہ اہل بدایوں کو معاف ہوئیں اور بعض کی جائدادیں ضبط بھی ہوئیں۔ مگر ۲۰ برس تک بدایوں ایک خراب حالت میں رہا۔ کسی گورنر یا عامل کا اس عہد نواب وزیر میں کوئی خاص دلچسپ واقعہ یا تذکرہ نہیں پاتے جو مفصل لکھا جاوے۔ صرف عمال بدایوں کی جو بزمانہ آصف الدولہ رہے ایک فہرست ذیل میں درج کرتے ہیں جس سے اُنکا نام اور زمانہ حکومت معلوم ہوجائیگا۔

نمبر	نام عامل	سنہ حکومت	مدت	کیفیت
۱	خواجہ آفتاب خاں	سنہ ۱۷۷۴ء	یک سال	
۲	راجہ کندن لال	سنہ ۱۷۷۵-۷۶ء	یک سال	
۳	راجہ سورج سنگھ	سنہ ۱۷۷۷ء	یک سال	
۴	راجہ کندن لال	سنہ ۱۷۷۸ء	یک سال	بنمبر ۲ سنہ ۱۷۷۵ء میں بھی راجہ ایک سال حاکم رہا تھا دوبارہ سنہ ۱۷۷۸ء میں بھی حاکم مقرر ہوا۔
۵	راجہ دولت سنگھ	سنہ ۱۷۷۹ء	یک سال	
۶	راجہ کندن لال	سنہ ۱۷۸۰ء	شش ماہ	یہ سہ بارہ آیا نمبر ۲ و نمبر ۴ میں درج ہے۔

نمبر	نام عامل	سنہ حکومت	مدت	کیفیت
۷	خواجہ عین الدین	سنہ ۱۷۸۰ء لغایت سنہ ۱۷۸۴ء	۴ سال ۶ ماہ	
۸	راجہ جگنا تھ	سنہ ۱۷۸۴ء لغایت سنہ ۱۷۸۶ء	دو سال	
۹	راجہ بھگوانداس	سنہ ۱۷۸۶ء	۴ ماہ	
۱۰	جیٹھ مل	سنہ ۱۷۸۷ء	کچھ کم ایکسال	
۱۱	مہدی علیخاں	سنہ ۱۷۸۸ء لغایت سنہ ۱۷۹۴ء	۶ سال	

اسکے بعد سنہ ۱۷۹۴ء میں آصف الدولہ کا انتقال ہوگیا۔ اُسکا پسر متبنٰے وزیر علیخاں کچھ عرصہ تک ممالک اودھ پر قابض رہا۔ پھر اُسی سال تخت سے اتار دیا گیا اُسکا قایم مقام نواب سعادت علیخاں ہوا۔ اُسکے زمانہ میں گورنران بدایوں حسب ذیل ہوئے۔

نمبر	نام حاکم	سنہ حکومت	مدت حکومت	کیفیت
۱	راجہ موہن لال	سنہ ۱۷۹۴ء لغایت سنہ ۱۷۹۵ء	ایک سال	
۲	خواجہ الماس علیخان	سنہ ۱۷۹۶ء لغایت سنہ ۱۷۹۷ء	دو سال	
۳	حسین علیخاں	سنہ ۱۷۹۸ء لغایت سنہ ۱۸۰۱ء	۳ سال	

ان حکام کے حالات اور انکی سوانح عمری اسوجہ سے مفصل نہیں لکھی کہ بدایوں کے عہد حکومت میں کوئی کار نمایاں نہیں کیئے بجز اسکے کہ جر و اخذ کرتے رہے مسٹر کوٹ صاحب اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ ان عاملوں کے اختیارات بے انتہا تھے۔ وہ جسقدر چاہتے وصول کرتے تھے۔ اور جسقدر چاہتے خزانہ میں

جمع کرتے اور جو کوئی بولی زیادہ روپیہ کی بولتا اُسیکو دیہات ٹھیکہ میں دیدیتے تھے عاملان شکمی اور آسامیان کے درمیان کوئی نیک نیتی کا برتاؤ نہ تھا۔ پٹہ دار جسقدر چاہتا تھا کاشتکار سے وصول کرلیتا تھا۔ مواضعات بالکل ویران ویران تھے۔ اور کاشت معدوم ہوتی جاتی تھی۔ اور آراضیات مزروعہ میں بالکل جنگل نظر آتا تھا۔

یہ تباہ حالت تھوڑی سال رہی خوش قسمتی رعایا سے نواب وزیر نے انگریزوں سے فوجی مدد بعد معاہدہ چاہی اور اُس فوج کو اپنے ملک میں قایم کیا ۱۸۰۱ء میں خراج کی بقایا اسقدر بڑھ گئی کہ اُسکا ادا کرنا دشوار تھا۔ اس قرض کے ادا کرنے کی غرض سے نواب وزیر روہیلکھنڈ اور دیگر ممالک ایسٹ انڈیا کمپنی کو دینے پر رضامند ہوگیا۔ یہ صلحنامہ ۱۲ر نومبر ۱۸۰۱ء میں لکھا گیا۔ اُسوقت سے بدایوں تمامہ برٹش گورنمنٹ کے قبضہ میں آگیا۔

باب ۴

بیان سلطنت انگلشیہ

آخر ۱۸۰۱ء میں جبکہ ملک روہیلکھنڈ نواب وزیر نے برٹش گورنمنٹ کو تفویض کیا اُسوقت سے یہ ملک مفوضہ موسوم ہوا۔ جس میں بدایوں بھی شامل تھا۔ نواب گورنر جنرل بہادر نے بورڈ آف ریوینو کا محکمہ مقرر فرمایا اور آنریبل ایم ولسلی صاحب اُس کے پریسیڈنٹ مقرر ہوئے اُن کو

اجازت ملی کہ ان علاقوں کا بندوبست کریں - اسوقت موجودہ روہیلکھنڈ کا کل رقبہ صرف دو ضلعوں میں تقسیم تھا اور وہ ضلع بریلی اور مراد آباد کے نام سے موسوم تھے - ۱۳ر اکتوبر سنہ ۱۸۲۳ء کو ایک جدید کلکٹری سہسوان میں مقرر ہوئی ہے جسکا ذکر ہم اوپر باب اول فصل ہفتم میں لکھ چکے ہیں اُسوقت ۱۵ پرگنے متعلق سہسوان کے کیئے گئے تھے جنکے نام نقشہ ہذا سے ظاہر ہوں گے -

نمبر شمار	نام پرگنہ	نام ضلع جہاں سے منتقل ہوکر آیا	جمع سنہ ۱۲۳۱ ف
۱	رجپورہ	مراد آباد	[illegible]
۲	اسدپور	〃	[illegible]
۳	اسلام نگر	〃	[illegible]
۴	بسولی	〃	[illegible]
۵	ستاسی	〃	[illegible]
۶	کوٹ سالباہن	بریلی	[illegible]
۷	سہسوان	〃	ایک لاکھ [illegible]
۸ و ۹	بدایوں و اوسنتھا	〃	۲ لاکھ [illegible]
۱۰	اجھیانی	〃	ایک لاکھ [illegible]
۱۱	سلیم پور	〃	ایک لاکھ [illegible]

نمبر شمار	نام پرگنہ	نام ضلع جہاں سے منتقل ہوکر آیا	جمع سنہ ۱۲۱۳ف
۱۲	برام پور	علی گڑھ	[illegible]
۱۳	فیض پور بدریا	؍؍	[illegible]
۱۴	سوردل	؍؍	[illegible]
۱۵	مارہرہ	؍؍	[illegible]
		میزانکل	[illegible] لاکھ [illegible]

تھوڑے دنوں کے بعد چار پرگنہ علی گڑھ سے منتقل ہوکر آئے تھے وہ اب اس ضلع سے خارج ہو گئے۔

سہسوان میں کلکٹری قایم ہونے پر مسٹر سوئٹن نام صاحب سب سے پہلے کلکٹر مقرر ہوئے جنہوں نے بندوبست کا کام بھی انجام دیا جیسا ہم حالات بندوبست میں صفحہ ۱۱۵ پر لکھ چکے ہیں اور اُسی سلسلہ میں مسٹر وایٹ جو دوسرے کلکٹر تھے اور مسٹر برون صاحب جو تیسرے کلکٹر تھے اُن کا ذکر بھی کر چکے ہیں اُن صاحبان ضلع کے وقت میں سوائے بندوبست کی تکمیل کے اور کوئی واقعہ قابل تذکرہ سننے نہیں ہے۔ ان کے بعد جو کلکٹر ہوئے اُنکی فہرست حسب ذیل ہے۔

نمبر شمار	نام کلکٹر	تاریخ آمد	تاریخ چھوڑنے ضلع کی	کیفیت
۴	مسٹر الگزینڈر	۲۸ نومبر سنہ ۱۸۳۶ء	۲۷ دسمبر سنہ ۱۸۳۶ء	

نمبر	نام کلکٹر	تاریخ آمد	تاریخ چھوڑنے ضلع کی	کیفیت
۵	مسٹر کلاک صاحب	۲۸ر دسمبر سنہ ۱۸۳۶ء	۷ر ستمبر سنہ ۱۸۳۷ء	
۶	مسٹر رینگی صاحب	۸ر ستمبر سنہ ۱۸۳۷ء	۱۲ر نومبر سنہ ۱۸۳۷ء	
۷	مسٹر ولیمٹ صاحب	۱۳ر نومبر سنہ ۱۸۳۷ء	۱۳ر دسمبر سنہ ۱۸۳۷ء	
۸	مسٹر رینگی صاحب	۱۴ر دسمبر سنہ ۱۸۳۷ء	۳ر جنوری سنہ ۱۸۳۹ء	
۹	مسٹر ٹمنس صاحب	۴ر جنوری سنہ ۱۸۳۹ء	۱۶ر جنوری سنہ ۱۸۴۱ء	ترمیم بندوبست کی اور انہیں کے وقت میں مئی سنہ ۱۸۳۸ء میں صدر مقام ضلع کا سہسوان سے بدایوں کو منتقل ہوا۔
۱۰	مسٹر کاکس صاحب	۷ر جنوری سنہ ۱۸۴۱ء	۲۶ر فروری سنہ ۱۸۴۱ء	
۱۱	مسٹر ایون سلسی صاحب	۲۷ر فروری سنہ ۱۸۴۱ء	۱۲ر دسمبر سنہ ۱۸۴۱ء	
۱۲	مسٹر آر پی مارگن صاحب	۱۳ر دسمبر سنہ ۱۸۴۱ء	۵ر مئی سنہ ۱۸۴۳ء	
۱۳	مسٹر ولیم صاحب	۶ر مئی سنہ ۱۸۴۳ء	۶ر اکتوبر سنہ ۱۸۴۴ء	
۱۴	مسٹر ٹیلر صاحب	۷ر اکتوبر سنہ ۱۸۴۴ء	۱۳ر فروری سنہ ۱۸۴۵ء	
۱۵	مسٹر ٹگن صاحب	۱۴ر فروری سنہ ۱۸۴۵ء	۴ر جولائی سنہ ۱۸۴۵ء	یہ کلکٹر بہت تیز مزاج تھے بہ نسبت کلکٹران سابق کے زیادہ مدت اس ضلع میں رہے انہوں نے شہر میں پختہ کھرنجہ نالی وغیرہ بنوانیکا حکم دیا

نمبر	نام کلکٹر	تاریخ آمد	تاریخ چھوڑنے ضلع کی	کیفیت
				اور رعایا سے اُس کا صرفہ وصول کیا گیا جو اکثر اشخاص کو ناگوار گذرا چنانچہ اُنہیں کے زمانہ کے ایک فارسی شاعر نے ایک قصیدہ اُسوقت کے حسب حال لکھا تھا جسکے مطلع کا پہلا مصرعہ یہ تھا۔ ع فگن بہ شہر بدایوں بلا فگن آمد = اور اُسکا ایک شعر جو اب تک زبان زد خاص و عام ہے یہ ہے ؎ ہنوز ہیچ نگہر بچہ سہ رفتہ بود از دل کہ شور نالہ ہائی زہر دہن آمد
۱۶	مسٹر کورٹ صاحب	۵ جولائی ۱۸۴۷ء	۱۰ جولائی ۱۸۴۸ء	
۱۷	مسٹر سوربیڈ صاحب	۱۱ جولائی ۱۸۴۸ء	۱۳ اپریل ۱۸۴۹ء	
۱۸	مسٹر بارگن صاحب	۱۴ اپریل ۱۸۴۹ء	۱۸ اپریل ۱۸۵۰ء	
۱۹	مسٹر کمیل صاحب	۱۹ اپریل ۱۸۵۰ء	۵ مئی ۱۸۵۵ء	
۲۰	مسٹر ایڈوارڈس صاحب	۵ مئی ۱۸۵۵ء	یکم جون ۱۸۵۵ء	

حالات غدر ۱۸۵۷ء

مسٹر ایڈوارڈس صاحب کلکٹر اور مجسٹریٹ کا

زمانہ وہ زمانہ تھا جبکہ باغیوں نے ملک میں بدامنی پھیلا رکھی تھی۔ اس ضلع میں سب سے پہلے[۱۵] ۱۹ ؍ مئی ۱۸۵۷ء کو آثار بغاوت نمایاں ہوئے اولاً بدعملی موضع بہٹہ گوشائیں تحصیل بسولی میں شروع ہوئی۔ ایک گاڑی خربزہ کی بھری جاتی تھی اُس کو لوگوں نے لوٹ لیا۔ جب عہدہ داران پولیس تحقیقات کو گئے تو اُن کو مار کر بھگا دیا۔ مسٹر ایڈ وارڈس صاحب بہادر مجسٹریٹ موصوف نے ہنگامہ فرو کرنے کی کوشش کی اور پولیس دوچند کر دیا اور جدید ملازم رکھے ہرچند وہ کوشش کرتے تھے کہ ضلع میں امن ہو لیکن

---

[۱۵] اُس وقت یعنی ۱۸۵۷ء میں مؤلف کتاب ہذا کی عمر دس سال کی تھی میرے جد امجد مولوی اساس الدین مرحوم خلف حافظ ابوالموید خاں مغفور بقید حیات تھے اور اُن کے مکانات زنانہ و مردانہ و دیوان خانہ و دکانات واقع دہلی کٹرہ ادینہ بیگ خاں اور املاک معافی واقع مواضعات سہی پور و تاتار پور جوار دہلی میں واقع تھیں اور میرے عم بزرگوار مولوی محمد عزیز الدین صاحب مرحوم اُس زمانہ میں وکالت بھی دہلی میں کرتے تھے جناب دادا صاحب مرحوم و مغفور مع قبائل کے وہاں مقیم تھے صرف والد ماجد صاحب راقم الحروف کے وطن میں اور رامپور میں رہتے تھے کیونکہ وہ بوجہ سلسلہ پیشہ طبابت بصحبت جناب حکیم محمد سعادت علیخاں بہادر مرحوم سابق وزیر ریاست رامپور کے ان اضلاع روہیلکھنڈ میں مقیم تھے۔ باقی سب اہل و عیال خاندانی دہلی میں تھے راقم مع اپنے برادران خورد مولوی ابوالمظفر و محمد رشید الدین سلمہما اور ہمشیرہ اور والدہ اور جدہ ماجدہ مرحومہ و چچی کے اپنے جد امجد و چچا کے پاس دہلی میں تھا اور وہاں ابتدائی تعلیم پاتا تھا۔

(بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

کامیابی نہ ہوتی تھی۔ اُنہوں نے اپنے روزنامچہ میں لکھا ہے کہ جسقدر میں انتظام کرتا تھا بلوہ فرو نہ ہوتا تھا۔ غارت گری روز بروز ترقی پذیر تھی۔" جب صاحب ممدوح نے یہ کیفیت دیکھی تو اُنھوں نے فوراً اپنی بی بی اور بچوں کو مقام نینی تال کو روانہ کر دیا اور وہاں وہ حفاظت سے پہونچ گئے

تاریخ ۱۶ رمضان المبارک ۱۲۷۳ھ مطابق ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء یوم دوشنبہ کو میرے عم مکرم صبحکو سوار ہو کر کچہری تشریف لے گئے تھے۔ چونکہ مہینہ جیٹھ کا تھا کچہری عدالت دیوانی صبح سے ہوتی تھی میں ایک مکان کے بالاخانہ پر کہ جو قاسم جاں کی گلی کے کنارہ پر جانب شرق لب سڑک مقابل کوچہ ادینہ بیگ خاں کے چھوٹے مرزا صاحب کا مشہور تھا اور اسوجہ سے کہ دیوان خانہ جناب دادا صاحب میں ایک بیگم صاحبہ جو چھوٹی بیگم کرکے مشہور تھیں اور وہ کسی معزز یورپین کی بی بی تھیں اور اُن کی لڑکی عیسائی کسی عہدہ جلیلہ پر مامور تھے اور اُن کو دو سو روپیہ ماہوار کی پنشن یا کسی بنک سے جیب خرچ ملتا تھا اور وہ نہایت بوڑھی بیگم تھیں بہت روزوں سے رہتی تھیں۔ جبکہ دادا صاحب اپنے وطن قدیمی بدایوں میں تشریف لائے تھے اُن کو کرایہ پر دے دیا تھا اس لیئے چچا صاحب نے وہ بالاخانہ نشست کو لے لیا تھا۔ اور میرے اُستاد محمد حسین صاحب جو نگینہ ضلع بجنور کے رہنے والے تھے وہاں طالب علمی کے طریقہ پر گئے تھے مقیم تھے اور مجھکو پڑھایا کرتے تھے اتفاقاً اُس تاریخ پر میں مع اپنے چھوٹے بھائیوں کے اُن سے سبق پڑھتا تھا اور نواب ولی داد خاں صاحب جاگیردار مالی گڑھ ضلع بلند شہر جو رئیس دہلی تھے اُسوقت وہ جد امجد کے پاس تشریف لائے تھے اور چھوٹے مرزا صاحب بھی (بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

اُس کے ایک ہفتہ کے بعد ضلع میں بلوہ اور خونریزی کُھلّم کُھلّا شروع ہوگئی گنگا پار ہٹکر بدایوں کے محاذ ضلع ایٹہ میں زیادہ بدانتظامی تھی اور اُسی طرف سے یہ بدانتظامی پرگنہ اسد پور ضلع بدایوں میں پہونچی۔ آگرہ۔ اور کلکتہ کی ڈاک بالکل مسدود ہوگئی۔ ضلع مراد آباد میں رجمنٹ کے

موجود تھے بازار کی طرف کھڑکی میں نواب ولی داد خاں جہاں نکلے تھے قریب نو یا دس بجے دن کے مجھکو میرے اُستاد نے چھٹی دی میں اپنے بھائیوں کے ہاتھ پکڑے ہوئے کہ وہ چھوٹے تھے قاسم جان کی گلی کے پھاٹک سے نثار اللہ جی عرف سنو جی کے مسجد کے قریب تھا اور رودگروں کی گلی میں جانا چاہتا تھا کہ اپنے زنانہ مکان کو جاؤں جہاں میری والدہ و دادی وغیرہ تھیں کہ کیا دیکھتا ہوں کہ جانب شرق قاضی کے حوض کی جانب سے دو یا تین سوار گھوڑے سرپٹ بھگاتے ہوئے جانب غرب لال کنوئے کی طرف کو جاتے ہیں اور وہ خیال نہیں کرتے کہ راستہ میں کوئی دب جائیگا مجھکو خوب یاد ہے کہ نواب ولی داد خاں نے اُسوقت کھڑکی بالاخانہ سے سر باہر کر کے بآواز بلند مجھسے کہا کہ (لڑکے بچ) میں ہٹکر اپنے بھائیوں کے ہاتھ پکڑے ہوئے ایک دیوار سے لگ گیا اور وہ سوار میرے قریب سے نکل گئے اور دفعتاً دکانیں بازار کی بند ہونا شروع ہوگئیں اور لوگ یہ کہتے تھے کہ روم و روس کی فوج قاضی کے حوض تک آگئی میں بھاگکر اندر زنانخانہ کے پہونچا اور اپنی جدہ ماجدہ سے یہ بھی کہا کہ بازار بند ہوگیا اور روم و روس کی فوج آگئی وہ مجھپر بہت خفا ہوئیں اور فرمانے لگیں کہ ہمارے خاندان میں کوئی جھوٹ نہیں بولا کرتا ہے تو کیا ابھی اس عمر میں جھوٹ بولنا سیکھتا ہے میں نے قسم سے کہا کہ (بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ)

سپاہیوں نے جیلخانہ کو توڑ ڈالا۔ مسٹر کیمپل صاحب جائنٹ مجسٹریٹ ضلع مراد آباد نے مجسٹریٹ بدایوں کو اطلاع دی کہ بجوخاں قیدی جو ضلع بدایوں کا تھا اس جیلخانہ سے گروہ قیدیوں کے ساتھ فرار ہو گیا ہے۔ یہ بجوخاں وہ شخص تھا کہ جس نے مسٹر کورٹ صاحب جائنٹ مجسٹریٹ بہادر بدایوں کو

سوار جاتے ہوئے میں نے بھی دیکھے اُنہوں نے باور نہ کر کے میرے ایک ہلکا سا طبانچہ مارا کہ اب جھوٹی خبریں بھی کہتا ہے۔ الغرض اسی عرصہ میں میرے جد بزرگوار بھی تشویش کی حالت میں تشریف لائے اور اُنہوں نے فرمایا کہ (عزیز) یعنی میرے چچا کو بتایا کہ وہ باہر شہر کے کچہری میں ہیں اور شہر میں غدر ہو گیا۔ سُنتا ہے کہ میرٹھ کی فوج کے کچھ سپاہی باغی ہو کر یہاں آ گئے ہیں اور قتل و غارت گری ہوتی ہے۔ راستے آمد و رفت شہر کے آنے جانے کے بند ہیں۔ اسی عرصہ میں بحکم صاحب مجسٹریٹ بہادر ضلع ڈھنڈھورا پٹا یعنی منادی ہوئی کہ سب لوگ دکانیں کھولیں چند باغی میرٹھ سے آئے ہیں اُن کا انتظام ہو جائیگا اس کے دس یا پندرہ منٹ کے بعد میرے چچا کچہری سے پالکی میں تشریف لائے تو اُنہوں نے بیان فرمایا کہ کچہری میں جب خبر بلوائیوں کی ہوئی تو مفتی صدرالدین صاحب آرزو تخلص جو اسوقت بعہدہ صدرالصدوری ممتاز تھے فوراً اپنا اجلاس برخاست کر کے چلے گئے وکلاء نے مسٹر لباس صاحب بہادر جج سے اس خبر کو کہا وہ انفصال مقدمات میں مصروف تھے اُنہوں نے بھی اجلاس برخاست کیا اور سب وکلاء و عمال روانہ ہوئے وہ بیان کرتے تھے کہ جب شہر پناہ کی کشمیری دروازہ پر آئے تو وہاں کواڑ بند تھے اور تلنگے فوج سرکاری کے پہرے پر تھے وہ کواڑ نہیں کھولتے تھے۔ کہتے تھے کہ باغی گھس آئینگے اُن سے بہت منت سماجت کی کہ ہم (بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

قبل غدر زخمی کیا تھا - اور دو برس تک مفرور رہا تھا - آخرش مسٹر ایڈوارڈس صاحب مجسٹریٹ ضلع کی کوشش سے گرفتار ہوا اور مقید بہ حبس دوام ہوکر ضلع مراد آباد کے جیلخانہ کو بھیجا گیا تھا ہنوز عبور دریائے شور نہوا تھا کہ جیلخانہ مراد آباد کے ٹوٹنے سے بدایوں کی طرف بھاگ آیا - یہ جبر

کچہری کے ملازم ہو کلا ہیں ہمکو جانے دو لیکن وہ کب سنتے تھے ۔ اتفاقاً مسٹر لباس صاحب جج بہادر اپنی بگھی بھگائے ہوئے پریشان حالت میں اُس طرف سے گذرے اور اُنہوں نے کواڑ کھلوا کر اندر شہر کے کرادیا - پھر صاحب بہادر اپنی اور ایک میم کی جان بچاکر علی پور کی راہ چلے گئے بعنایت الٰہی صحیح وسلامت بچ گئے اگر وہ شہر میں آتے تو ضرور مارے جاتے یہاں تک ـــ میرے چچا صاحب نے قصد اپنے شہر میں آنے کا کیا کہ اب شہر میں لوٹ مار کا بازار گرم ہوگیا اور بازار بالکل بند ہوا بلوائی اور اُن کے ساتھ شہر کے چند اوباش اکٹھے ہوگئے اور انگریزوں کی تلاش جابجا شروع ہوئی اور شہر کی لالٹینیں جو کھمبوں میں لگی تھیں وہ توڑنا شروع کردیں اور لکڑیاں اُکھاڑ ڈالیں کہ یہ بھی انگریزوں کی بنائی ہیں پھر اُسی روز قریب سہ پہر کے کیا دیکھتا ہوں کہ ایک ہاتھی پہ مرزا ابوبکر شاہزادہ کم عمر کو باغیوں نے سوار کرا کے اور ایک منادی نواز آگے آگے یہ منادی کرتا ہوا کہ ملک بادشاہ کا حکم بادشاہ کا کہ اب سرکار کمپنی کی عملداری گئی کوئی دکاندار دکان بند نہ کرے اور دکانیں کھولے ورنہ سزا ہوگی خدا کی شان کا ایک نمونہ نظر آیا ایک دن میں دو ڈھنڈورے چند گھنٹوں کے اندر دو حکمرانوں کے نام سے ہمنے پٹتے ہوئے دیکھے کیا انقلاب ایک دم میں ہوگیا - اب یہ سنا کہ صاحب کمشنر بہادر مارے گئے باوجودیکہ اُنکی اردلی میں چند سوار (بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ)

سنکر مجسٹریٹ ضلع بدایوں نے اپنی حفاظت کا بندوبست کیا۔ مگر کسی پولیسین پر اُن کو اطمینان نہ تھا۔ نہ یہ وقت اطمینان کا تھا۔ ضلع کے مغربی حصہ میں عام طور پر خلاف ورزی قانون شروع ہوئی اور لوٹ مار ہونے لگی۔ دو زمیندار پرگنہ اسہ پور کے جو قوم کے ٹھاکر تھے۔ موضع پتریا میں اہیروں کے ہاتھ سے

نواب جھجر کے اُن کی سواری کے وقت اکثر ہوتے تھے اُسوقت بھی تھے لیکن ان نمک حراموں نے کچھ نہ کیا دو باغی سوار صاحب بہادر کی بگھی کے پیچھے گھوڑا دوڑا کر بہ ارادہ قتل متعاقب ہوئے صاحب بہادر نے ایک سوار اردلی کی بندوق لیکر فیر کی ایک سوار گولی کھا کر گر گیا دوسری بندوق صاحب کو بھری ہوئی اُن کے سوار اردلی نے نہیں دی اُنہوں نے اپنی بگھی بھگائی قلعہ کے نزدیک آکر اُتر کر قلعہ کے اندر گئے اور پوربیہ سپاہیوں نے جو گارد فوج کا تعینات رہتا تھا اُن سے کہا کہ دروازہ قلعہ کا بند کرو باغی آتا ہے اُس نے دروازہ بند نہیں کیا صاحب بہادر قلعہ دار انگریز کے پاس جو قلعہ کے دروازہ پر رہتا تھا اوپر چڑھکر چلے گئے سنا ہے کہ وہ سوار قلعہ کے دروازہ پر آکر اُترا اور شاید اور بھی اُسکے ساتھی اُس کے اوپر چڑھ گئے اور صاحب بہادر اور قلعہ دار کے بال بچوں کو اُن بیرحموں نے قتل کیا۔ اب جا بجا قتل شروع ہوگیا لوگوں نے اپنے اپنے دروازے بند کر لیئے اور اپنی حفاظت کے لیئے گھروں میں بیٹھے پھر قریب شام کے ایک بہت بڑی آواز مہیب ہوئی اور سیاہ گرد آسمان پر چھا گئی لوگ حیران تھے کہ یہ کیا آفت آئی معلوم ہوا کہ میگزین سرکاری اُڑ گیا ایک جوانمرد انگریز اُس میگزین کے اندر محبوس ہوگیا تھا۔ اُس نے دیکھا کہ میری جانبری کی کوئی صورت نہیں ہے۔ تب اُس نے (بقیہ نوٹ بصفحہ آیندہ)

مارے گئے۔ تیسرے شخص مسلمان مسمٰے یوسف خاں کو راجپوتوں نے تھانہ بناور میں قتل کر دیا۔ ۲۵ رمئی ۱۸۵۷ء کو مسلمانوں کی عید الفطر کا روز تھا اُس دن مجسٹریٹ ضلع کو یہ غلط اطلاع کسی نہ کسی طرح پہونچی کہ یہاں کے اہل اسلام بعد نماز عید بلوہ کرینگے۔ صاحب مجسٹریٹ نے یہ خبر سُنکر

میگزین میں آگ دیدی اور اپنے کو ہلاک کیا اور جو باغی اُس کے نزدیک تھے وہ اور بہت سے تماشائی اور اشخاص راہگیر بھی اُڑ گئے بلکہ گردو نواح کے مکانات کو اُس میگزین کے اُڑنے سے صدمہ پہونچا۔ الغرض وہ دن اور رات جس مصیبت سے گذری کچھ بیان نہیں ہو سکتا ہے۔ اب گویا بالکل عملداری سرکار کمپنی بہادر کی شہر سے اُٹھ گئی دوسرا دن ہوا تو باغیوں کو انگریزوں کی تلاش درپیش ہوئی شہر میں جو ملازم یا خیر طلب سرکار تھے یا جن لوگوں کے نام مخبروں نے لیے کہ اس کے گھر میں کوئی یورپین مرد یا عورت یا بچہ یا عیسائی ہے اُس کے گھر پر دوڑ آتے اور خانہ تلاشی اور لوٹ شروع ہوگئی۔ ہمارے دادا اور چچا پر بھی ایک آفت دوسرے روز آئی اور وہ یہ تھی کہ بہو ٹی بیگم جس کا ذکر ہم اوپر کر چکے ہیں ہمارے دیوانخانہ میں عرصہ دراز سے کرایہ پر رہتی تھی اُسکے قتل اور لوٹ کیلیے باغی آئے اور دادا صاحب اور چچا صاحب سے کہا کہ تمنے انگریزوں کو چھپایا ہے اور تمہارے اس دیوان خانے میں جو انگریز ہے اُسکو بتاؤ اُنسے کہا کہ وہ تو مسلمان ہے اور اپنے لڑکوں سے علیحدہ رہتے ہوئے مدت ہوئی وہ اپنی جان کے خوف سے کل کے دن سے بیچاری کہیں چلی گئی ہے اور اُس کے نوکر چاکر بھی بھاگ گئے اسباب اور لڑکا اور دو ملازم ہیں اور ہمارے پاس کوئی نہیں ہے (بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

مشاہیر مسلمانوں کو اپنے بنگلہ پر طلب کیا اُن کا مشورہ شہر میں امن قایم رکھنے کی بابت لیا۔ اور اُن کو اُسوقت تک بنگلہ سے جانے نہ دیا جبتک کہ عید کی نماز کا وقت نہ گذر گیا۔ اُن میں سے بعض اشخاص کو یہ امر ناگوار گذرا کہ ہمکو نماز عید ادا نہیں کرنے دی۔ اسبات پر عام جماعت میں ایک سخت شورش

وہ حرامزادے کب مانتے تھے یہ سب محلہ والے اور دیگر محلوں کے عمائد لوگ دادا صاحب کے کہنے سے جمع ہوگئے اور اُن مفسدوں میں بعض اہل شہر بھی ایسے تھے جو ہماری خاندانی حالت اور ہمارے دادا صاحب مرحوم سے واقف تھے بعض اُن کے ملازم رہے تھے۔ تب سب مجمع نے بالاتفاق شہادت دی کہ وہ بیگم مسلمان ہے اُس کے اسباب کو نہ لوٹو اور ان مالکان مکان سے کچھ باز پرس نہ کرو۔ بارے خدا خدا کرکے ہمارے بزرگوں اور عزت دار عورات کی جان و مال کو ان ظالموں کے ہاتھ سے نجات ملی۔

اب جابجا سے فوجیں جو باغی ہوگئیں تھیں دہلی میں آنی شروع ہوگئیں۔ قریب پچاس ہزار سپاہ پیدل و سوار شہر دہلی کے اندر و باہر جمع ہوگئے اور انگریز لوگ کچھ روزوں کالی پہاڑی پر جو شہر کی جانب غرب و گوشہ شمال ہے اور کشمیری دروازہ و لاہوری دروازہ سے بہت فاصلہ نہیں ہے اپنا لشکر فراہم کرکے مقابلہ کو مورچہ قایم کرکے مستعد جنگ ہوئے ہر روز صبح سے فوج مقابلہ کو شہر سے جایا کرتی تھی اور پہاڑی پر سے فوج انگریزی اُتر کر مقابلہ ہوا کرتا تھا اور دونوں جانب سے آدمی قتل ہوتے تھے انگریزی فوج نے چند مورچہ پہاڑی پر توپوں کے قایم کیئے تھے اور شہر کی فصیل پر کشمیری دروازہ و لاہوری دروازہ وغیرہ پر اور شمن برج پر فوج باغی نے توپوں کو لگایا تھا تمام رات ہر دو جانب سے گولہ باری ہوتی تھی (بقیہ نوٹ بصفحہ آیندہ)

اور برہمی پیدا ہوگئی مگر عمایدٔ مسلمانوں نے عوام کی اس برہمی کو فرو کر دیا اور کسی قسم کا ہنگامہ نہونے دیا۔ مجسٹریٹ ضلع کو اس امر کی نہایت فکر تھی کہ ایسا نہو شہر میں بلوائی بلوہ کریں اور خزانہ لوٹ لیں۔ خزانہ کی حفاظت پر گارڈ فوج دیسی پلٹن نمبر ۲۸ بریلی کا متعین تھا مگر وہ بزدل تھا اور اُنپر کوئی

شہر کے اندر کے مکانات جو پہاڑی کے قریب واقع تھے وہ سب شکست ہوتی تھی اور بازاروں اور گلیوں میں جب بم کے گولے پھٹ کر اور ٹکڑے ہوکر گرتے تھے تو اکثر اشخاص زخمی ہوتے تھے چنانچہ ایک روز قریب نماز مغرب کے اُس بالاخانہ پر جسکا میں اوپر ذکر کرچکا ہوں ایک گولہ بم کا آکر پھٹا میں بھاگ کر مع اپنے چچا صاحب کے اندر چلا گیا اور میرے اُستاد مولوی محمد حسین صاحب بدحواسی میں چارپائی کے نیچے جو صحن میں پڑی تھی چھپے اس حرکت پر انکی سب لوگ ہنستے رہے کہ چارپائی اُن کو کیا پناہ دیسکتی تھی اگر گولہ یا کوئی ٹکڑہ گرتا۔ بارے خیر گذری کہ وہ بچ گئے اور ایک ٹکڑا گولہ کا ہمارے ایک دوسرے مکان میں ایک تیلی رعایا رہتا تھا اُس کے گائے کے پاؤں میں لگا فوراً پاؤں ٹوٹ گیا۔ چار مہینہ تک یہ حال تھا کہ شہر کے اندر کوئی فرد بشر اطمینان سے نہیں رہتا تھا ہر وقت ملک الموت کا سامنا تھا مکان میں روئی کے لحاف گودڑیاں پانی میں ترکرکے رکھی رہتی تھیں۔ جسوقت گولے قلعہ شکن آکر گرتے فوراً اُسپر یہ بچھائے تر ڈالدیئے جاتے تھے تاکہ وہ سرد ہوکر اُسی جگہ رہجائیں۔ الغرض چار مہینہ کوئی دن اہالیان شہر پر بہت سختی سے گذرے۔ ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء کو دس یا پندرہ روز بعد ایک نادر واقعہ پیش آیا۔ حکیم محمد احسن اللہ خاں وزیر ابوظفر بادشاہ پر تلنگوں کو شبہ اس امر کا ہوا کہ یہ انگریزوں سے ملے ہوئے ہیں۔ (بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

زیادہ اعتماد مجسٹریٹ ضلع کو نہ تھا۔ الغرض ۲۵ مئی ۱۸۵۷ء سے ۲۷ مئی تک دو روز ایسی نازک حالت میں گذرے۔ تیسرے روز شام کو مسٹر فلپ صاحب مجسٹریٹ ضلع ایٹہ جو اپنے ضلع کا ہنگامہ فرو کرنے کے لیئے بریلی کو فوجی امداد لینے کی غرض سے جا رہے تھے راستہ میں بدایوں ٹھہرے

دفعتاً فوج باغیوں کی اُن کے مکان پر چڑھ آئی حکیم صاحب اُس سے پہلے قلعہ کو جا چکے تھے۔ اُن کے محلسرا جو دہلی میں ایک اعلیٰ درجہ کا مکان تھا اور عمدہ اسباب فرش و فروش سے آراستہ اُس میں تلنگوں نے اپنی مداخلت کی۔ ہمارے دوست خاں صاحب حکیم ظہیر الدین صاحب نے جو راقم کے ہم عمر ہیں بہ معیت خدام کے مستورات کو مکان زنانخانہ سے بالاخانہ کی راہ سے ہمسایوں کے مکان میں اُتار دیا اور خود بھی چلے گئے۔ حکیم غلام نجف خاں صاحب پدر حکیم ظہیر الدین صاحب وزیر موصوف کے بہنوئی تھے یہ صاحب باہر دیوانخانہ میں حکیم صاحب کے رہتے تھے۔ اور ہمارے خاندان کے ایک معمر شخص صاحب بھی وہیں مقیم تھے جب بلوائی اندر مکانات حکیم صاحب کے آئے اُن کی ہمراہی میں شہر کے لونڈے بھی تھے اُسوقت ایک لونڈے نے ان سے یہ کہا کہ اگر تلنگوں کو یہ معلوم ہوا کہ تم حکیم صاحب کے رشتہ دار ہو فوراً قتل کر ڈالیں گے۔ بہتر یہ ہے کہ ہم لوگوں کے ساتھ میں تم بھی کچھ اسباب مثل حقہ وغیرہ کے ہاتھ میں لے لو تاکہ تلنگے تمکو ہمارا ساتھی سمجھیں۔ چنانچہ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا کسی نے قالین بغل میں دابا اور کسی نے حقہ ہاتھ میں لیا اور پھاٹک سے باہر نکل آئے اب تلنگوں نے تمام اثاث البیت حکیم صاحب کا لوٹ لیا اور تمام شیشہ آلات کو توڑ ڈالا اور مکان کو برباد کیا۔ حکیم صاحب کی جان بسفارش (بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ)

اور تنہا مجسٹریٹ ضلع بدایوں کے بنگلہ پر آئے اُنکو بھی بدایوں کی کیفیت دیکھکر نہایت مایوسی ہوئی وہاں سے اُنہوں نے ایک چٹھی کمشنر بریلی کو لکھی۔ کمشنر بریلی نے یہ جواب دیا کہ ہم بدایوں اور نواح بلسی کے بلوہ فرو کرنے کے واسطے ایک دیسی فوج انگریزی افسر کی ماتحتی میں بھیجتے ہیں

ابوظفر شاہ کے بچی اب لڑائی کا عجب انداز تھا صبح کے وقت سے فوجیں شہر کے اندر سے لاہوری دروازہ اور کشمیری دروازہ کے باہر جاتیں اور دن بھر باڑھ بندوقوں کی جانبین سے چلتی اور شام کو پھر فوج واپس آتی ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ ایک شخص مرزا احمد بیگ نامی جو کوچہ رودگران میں رہتے تھے اور ہمارے چچا صاحب کے بہت دوستوں میں تھے وہ اور چند اور لوگ لاہوری دروازہ کے متصل ایک مکان کو جو اُن کے دوست کا تھا اور اُس مکان پر سے میدان لڑائی کا نظر آتا تھا تماشا دیکھنے جاتے تھے۔ میں بھی اُن کے ساتھ ہو لیا۔ ہرچند وہ مجھکو بھگاتے رہے مگر میں نے اُن کا پیچھا نہ چھوڑا۔ آخرش وہ اپنے دوست کے مکان کی چھت پر جو شہرپناہ سے ملی ہوئی تھی چڑھکر تماشا لڑائی کا دیکھنے گئے وہاں فصیل شہرپناہ کی روزنوں سے ایک عجیب ہنگامہ جنگ نظر آتا تھا۔ اتفاقاً اُس روز نصیر آباد کی چھاؤنی کی پلٹن نمک حرام جو باغی ہوکر آئی تھی اور نہایت جنگجو مشہور تھی مقابلہ کے لیئے پہاڑی کی طرف چلی۔ فوج انگریزی پہاڑی پر نظر آتی تھی ہر چہار طرف پہاڑی کے ایک نہر دریا سے کاٹ کر انگریزوں نے نکالی تھی تاکہ غنیم اس طرف دفعتاً نہ آسکے۔ البتہ ایک راستہ اپنی فوج کی آمدورفت کے لیئے ایک جانب رکھا تھا اور اس طرف مورچہ مستحکم تھے شہر سے جو پلٹن کے سوار دروازہ کے باہر نکلتے اُن پر صدہا گولے (بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

اس خبر سے دونوں صاحب بہت خوش ہوئے تھوڑے عرصہ میں اُنکی خوشی مفقود ہوگئی کیونکہ یکم جون ۱۸۵۷ء کو جبکہ فوج کی آمد کی امید تھی یہ خبر بریلی سے ہر دو صاحبان کو ملی کہ وہاں کی فوج نے بغاوت اختیار کی اور کچھ انگریز مارے گئے کچھ جان بچاکر نکل گئے۔ اب باغی بدایوں کی طرف بڑھ رہے ہیں ہر دو

توپ کے پہاڑ کی جانب سے آکر گرتے فوج غنیم پسپا ہوکر یمین و یسار کو بھاگ جاتی اور خالی بندوقوں کی باڑھ پہاڑی کی جانب کو فیر کردی۔ لیکن نصیر آباد کی پلٹن کا صوبہ دار بہت جری اور بہادر شخص تھا اور قواعد جنگ سے خوب واقف تھا۔ جسوقت شہر پناہ سے وہ فوج لیکر باہر نکلا تو اُسپر گولہ باری ہوئی مگر اُسکا قدم برابر سڑک کے ادہر اُدہر نہ ہوا اور سیدھا پہاڑ کی جانب چلا گیا اور اُس کی فوج برابر اُسکے پیچھے قدم بقدم جاتی تھی اور جو سپاہی مرتا تھا یا زخمی ہوتا تھا اُس کو پیچھے سے اور فوج والے ڈولیوں میں ڈالکر شہر کے اندر لاتے تھے اور سقوں کی قطار بھی پکھالوں میں پانی لیئے پیچھے پیچھے فوج کے جاتی تھی۔ الغرض وہ دامن کوہ کے نیچے تک پہونچ گیا تو اب زد گولے سے اُسکی فوج محفوظ رہی کیونکہ گولہ آگے بڑھکر گرتا تھا وہاں اُس نے اپنی پلٹن کے دو حصے کیئے اور بگل بجایا۔ نصف حصہ اُس کی پلٹن کا جانب جنوب بھاگتا ہوا چلا گیا۔ لوگوں نے یہ خیال کیا کہ شکست فاش ہوئی اور نصف فوج کا مقابل کھڑا رہا۔ جو نصف حصہ بھاگ کر جانب جنوب گیا تھا وہ دفعتاً زمین میں گرا اور اپنے آپ کو چھپایا۔ اب فوج گورہ اور سکھ سرکار کی پہاڑی پر سے اُترے اولاً دونوں جانب سے ایک ایک باڑھ بندوقوں کی سر ہوئی آپس میں فریقین کے کچھ آدمی مارے گئے۔ پھر دفعتاً تلنگوں کا وہ حصہ فوج جو لڑ رہا تھا وہ جنوب کی جانب کو ہٹا (بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

مجسٹریٹ صاحبان کو یہ تشویش ہوئی کہ اب کیا کرنا چاہیئے۔ مسٹر فلپ صاحب فوراً اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے ضلع کی جانب جنوب یعنی گنگا کنارے کی طرف کوچ کر گئے اسوقت تک راستہ بند نہ تھا۔ مسٹر ایڈوارڈس صاحب مجسٹریٹ بدایوں۔ بدایوں میں مع اشخاص ذیل کے یعنی مسٹر ڈونلڈ صاحب

شروع ہوا اور متفرق بندوقوں کی آوازیں ہٹنے میں کرتے جاتے تھے فوج سرکار بڑہتی جاتی تھی اور اُن کو دباتی تھی جب یہ لڑنے والے اب اُس حصہ فوج کے قریب پہونچے جو گھات میں بیٹھا ہوا تھا تب اُس پلٹن کے صوبہ دار نے ایک بگل بجوایا کہ جس سے اُسکا وہ حصہ فوج جو مقابل میں لڑتا ہوا ہٹتا آتا تھا اک بارگی یمین و یسار کو ہٹا چونکہ فوج انگریزی سامنے تھی وہ حصہ فوج تازہ دم تھا اُس نے کھڑے ہو کر ایک باڑہ بندوقوں کی چلائی اسمیں فوج سرکاری کا نقصان زیادہ ہوا مگر وہ اپنی جگہ پر قایم رہے اور مدد پہاڑی سے اُن کو آگئی اب لڑائی اُس روز کی ختم ہوئی اور دونوں طرف کی فوجیں اپنے اپنے مرکز اصلی پر واپس گئیں یہ قواعد داں فوج سرکار انگریزی کی نہایت عمدہ تھی لیکن ان نمک حراموں نے اپنے محسنوں پر اُس داؤ کو جو اُنہیں سے سیکھا تھا چلایا بقول شیخ سعدی علیہ الرحمۃ ؎

کس نیاموخت علم تیر از من + کہ مرا عاقبت نشانہ نکرد

اب شہر میں یہ کیفیت ہوئی کہ اگر اس عرصہ میں کوئی ہندو یا مسلمان مرتا تو اُس کو باہر شہر کے لیجانا مشکل تہا۔ تلنگوں کو یہ بدگمانی تہی کہ شہر والے پہاڑی پر رسد جنازہ یا ارتھی بنا کر پہونچاتے ہیں۔ جو مردہ شہر سے باہر لیجاتے اُسکا منہ کھولکر دیکھ لیتے تھے۔ اتفاقاً ہمارے ہاں ایک اصیل جسکا نام مانجھو تہا اُن کو بہی اسی زمانہ میں پیام اجل آیا وہ ایک (بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ)

اور اُن کا لڑکا جوئیل کی تجارت ضلع بدایوں میں کرتے تھے اور مسٹر گبسن صاحب گرداور پرمٹ جو چند روز سے کسی کام کو بدایوں آئے تھے اور آکر مصیبت میں پھنس گئے تھے اور مسٹر اسٹوارٹ سر دفتر کلکٹری بدایوں معہ اپنی بی بی اور بچوں کے صاحب مجسٹریٹ کے بنگلہ پر موجود تھے یکم جون ۱۸۵۷ء کو مسٹر ایڈوارڈس نے اپنے ان مہمانوں کو علیحدہ کمرہ میں اکٹھا کیا اور اپنی حفاظت جان کے واسطے ملکر سب نے دعا کی۔ ہر چند صاحب بہادر نے مسٹر اسٹوارٹ صاحب اور مسٹر گبسن صاحب اور ڈونلڈ صاحب نے بمنت کہا اور سمجھایا کہ تم لوگ مجھکو چھوڑ کر پہاڑ کی راہ لو ابھی موقع ہے۔ اکٹھے ہوکر رہنے میں نہایت خطرہ ہے میں اپنے ضلع کو چھوڑ کر نہیں جا سکتا ہوں۔ تم لوگوں کو کیا ضرورت ہے جو میرے ساتھ رہکر اپنی جان کو خطرہ میں ڈالتے ہو۔ اور میرا فرض منصبی اپنے ضلع کو چھوڑنے کا نہیں ہے کیونکہ میں ذمہ دار ہوں۔ لیکن وہ لوگ مسٹر ایڈوارڈس کا پیچھا نہیں چھوڑتے تھے اور سمجھتے تھے کہ یہاں سے زیادہ اور کہیں امن کی صورت نہیں ہے۔ اُسی روز مجسٹریٹ کو یہ خبر ملی کہ بریلی سے باغیوں کی جماعت آتی ہے۔ چار بجے شام تک گارڈ کا افسر صلاحیت خزانہ کی رپورٹ کرنے کو

بڈھی عورت تھی ہمارے قبرستان موروثی جہاں ہمارے جد دفن ہیں حضرت محبوب الٰہی میں ہیں۔ چونکہ وہاں سے فاصلہ بعید تھا اسواسطے قدم شریف کے حظیرہ میں اول ماما کا دفن کرنا تجویز کیا گیا اُن کا جنازہ لیکر فراش خانہ کی کھڑکی سے جب لوگ باہر ہوئے تو قدم شریف کے میدان میں پہاڑی پر سے جسوقت فوج انگریزی نے (بقیہ نوٹ صفحہ آیندہ)

مجسٹریٹ کے پاس آیا۔ مجسٹریٹ نے اُس سے علیحدہ لیجاکر پوچھا کہ سچ بتاؤ کیا حال ہے۔ اُس نے قسم کھاکر کہا کہ بریلی کے بلوہ کی خبر ہمارے کسی سپاہی کو نہیں ہے۔ مگر شہر کی نازک حالت دیکھکر ہمارے جوان ڈر رہے ہیں اُس نے صاحب سے یہ منت کی کہ آپ چلکر گارڈ والوں کے پاس رہئے تاکہ اُن کو اطمینان ہو۔ اولاً صاحب مجسٹریٹ بہادر کو اُس کی قسموں پر یقین ہوا کہ یہ سچا آدمی ہے اور انہوں نے اُس کو جواب دیا کہ تم چلو میں پیچھے سے آتا ہوں۔ اپنی بگھی منگوائی اور قریب تھا کہ وہ سوار ہوکر روانہ ہوں لیکن وزیر سنگھ اردلی جو بڑا خیر طلب تھا اور قوم کا سکھ تھا اور عیسائی ہوگیا تھا مانع ہوا اُس نے کہا کہ یہ افسر گارڈ دغاباز ہے آپ کو دھوکہ سے بلا گیا ہے۔ آپ ہرگز نہ جائیے۔ صاحب نے اُس کی نصیحت مان لی اور بگھی واپس کی۔ خدا نے اُن کی جان اس موقع پر بچائی۔ ۲ر جون کو صبح کے چار بجے یہ خبر ملی کہ اب باغی بریلی سے قریب بدایوں کے آگئے اور خزانہ کے گارد نے کھلم کھلا بغاوت شروع کر دی اور خزانہ لٹنے لگا اور جیلخانہ توڑ ڈالا گیا مارپیٹ شروع ہوگئی پولیس والے وردی پھینک پھینک کر بھاگ گئے۔ اسوقت صاحب مجسٹریٹ بہادر اور بابو پرجو اُن کی میم صاحبہ کا تھا

دیکھا کہ کچھ آدمی اکٹھے ہوتے ہیں توپ کا منہ اُس طرف کو پھیر کر گولے برسانا شروع کیئے مگر خدا حافظ تھا کسی کے گولی یا گولا نہ لگا اور اُن ماما کو دفن کرکے سب لوگ واپس آئے۔ اب یہاں تلنگوں نے بادشاہ ابوظفر کو مثل کاٹھ کے پُتلے کے برائے نام حکمراں بنا رکھا تھا۔ بخت خاں بریلی سے فوج لیکر دہلی میں آگیا تھا چونکہ اُس کے ساتھ (بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ)

اور نہایت تیز رفتار تھا سوار ہوئے اور مسٹر ڈونلڈ اور گبسن صاحب بھی اُنکے پیچھے ہوتے۔ یہ ارادہ کیا کہ مرادآباد کی سڑک پر ہو کر پہاڑوں پر چلے جائیں۔ لیکن وہ سڑک مفسدوں کے مجمع سے گھری ہوئی تھی۔ تب صاحب راستہ کترا کر شیخوپور کے راستہ کو چلے۔ وہاں اثنا راہ میں اُن کو شیخ محمد شرف الدین رئیس و زمیندار شیخوپور ملے۔ اور مسٹر ایڈوارڈس مع اپنے ہمراہیوں کے شیخ صاحب کے ساتھ ہو کر شیخوپور پہونچے۔ شیخ صاحب موصوف نے مجسٹریٹ صاحب بہادر سے یہ کہا کہ میں صرف آپ کو تنہا پناہ دے سکتا ہوں اور کسیکو نہیں۔ لیکن صاحب کی حمیت قومی نے یہ گوارا نہ کیا کہ صرف اپنی جان بچائیں اور اپنے بھائیوں کو ہلاکت میں چھوڑ دیں۔ غرض سب صاحب لوگ شیخوپور پہونچے۔ صاحب کا بنگلہ اور دیگر بنگلہ جات بدایوں میں باغیوں نے جلا دیئے اور لوٹ لیئے۔ ان حالات کو مسٹر ایڈوارڈس صاحب نے اپنے روزنامچہ میں جسکا اُردو ترجمہ شمس العلماء مولوی نذیر احمد صاحب نے کیا ہے اور مصائب غدر کے نام سے نولکشور پریس میں چھپا ہے بمفصل لکھا ہے۔

جب صاحب موصوف شیخوپور پہونچے تو شیخ حمید الدین برادر عم زاد شیخ شرف الدین نے

جمعیت کثیر تھی اسکا کہنا سب باغیوں میں زیادہ چلتا تھا۔ کیا خوب فغاں دہلی میں ایک شاعر نے لکھا ہے۔

اہل دہلی نہ کریں بخت کا شکوہ کیونکر + بخت خاں جی جو ہوئے باج ستاں دہلی میں

اب اس کمبخت نے روپیہ کی تحصیل کی یہ صورت نکالی کہ جو لوگ ملازم سرکار انگلشیہ تھے یا وکیل تھے

(بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

اُن کو یہ رائے دی کہ آپ لوگوں کا یہاں مقیم رہنا مناسب نہیں ہے کیونکہ باغی شہر سے خبر پاکر فوراً شیخوپور پر حملہ کرینگے اور ہم کچھ حفاظت اپنی اور آپ کی نہ کرسکیں گے۔

الغرض صاحب مجسٹریٹ کو شیخ شرف الدین اپنے ساتھ لیکر اپنے موضع گکوڑہ کو جو شیخوپور سے قریب چار کوس کے جانب جنوب گنگا کے کنارہ پر ہے لیگئے۔ اس کی تھوڑی دیر بعد رسالہ کے باغی شیخوپور کے راستہ پر اور شیخوپور پہونچ گئے۔ لیکن وہاں اُن لوگوں کو مجسٹریٹ صاحب نہ ملے۔ اگرچہ شیخ حمید الدین کے کہنے سے صاحب کو ملال ہوا تھا کہ ہمکو اپنے گھر سے نکال لیتے ہیں لیکن بعد کو صاحب کو پورا یقین ہوگیا کہ اُس بڈھے شیخ کی رائے صایب تھی مسٹر اسٹوارٹ اور اُن کے بچوں کو صاحب نے راستہ میں چھوڑ دیا تھا کیونکہ اُن کے پاس صرف ایک بگھی تھی جو سڑک خام پر نہیں چل سکتی تھی وہ کھیتوں میں چھپ رہنے کے سوا اور کوئی تدبیر نہ کرسکے وزیر سنگھ اور سلطان محمود خاں جو ملازم سرکاری تھے اور آخر تک نمک حلال رہے وہ صاحب کے ساتھ تھے۔ پھر گکوڑہ سے وہ گنگا پار ہٹیالی وغیرہ کو چلے گئے۔

یا بقال و مہاجن۔ اُن لوگوں سے تاوان لیا جاوے اس معاملہ میں ہمارے چچا مرحوم بھی کئی مرتبہ قلعہ میں بلائے گئے اور بطور نظربندوں کے بٹھائے گئے اُن سے اولاً ایک ہزار روپیہ طلب کیے گئے پھر پانچسو روپیہ مانگے گئے اسوقت سب گھر والوں کو تشویش تھی کہ روپیہ پانچسو نہیں ہے کیونکر مخلصی ہوگی۔ مرزا اسد اللہ خاں غالب مرحوم نے ایک رقعہ سفارش میں عم مرحوم کے مرزا جعفر

(بقیہ نوٹ بصفحہ آیندہ)

اب ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اگر شہر بدایوں کے مسلمانوں کی نسبت یہ خیال کیا جائے کہ انہوں نے بغاوت میں کوئی حصہ لیا تو یہ غلط ہے جیسا کہ اس امر سے ثابت ہے کہ باوجود اسکے کہ بعد رمضان المبارک کے عید الفطر کی نماز مسلمانوں کے مذہب میں واجب ہے لیکن اپنے مجسٹریٹ ضلع کے کہنے سے عمائد مسلمانان شہر نے "تا وقتیکہ صاحب اجازت نہ دیں اُن کے بنگلے پر اپنے آپ کو حاضر رکھا اور نماز کو نہ گئے اور اُنکی حفاظت کے واسطے مشورہ کرتے رہے اور پھر جبتک باغی بدایوں میں بریلی سے نہ آگئے کسی قسم کا بلوہ شہر بدایوں میں نہیں کیا اور بلوائیوں کو صاحب کے بنگلہ پر جانے سے باز رکھا ورنہ کئی روز تک جو صاحب مجسٹریٹ تنہا اپنے بنگلہ میں رہے۔ اگر شہر والوں کا ارادہ بد ہوتا تو اُن کو نقصان پہونچانے کا بہت موقع تھا۔

ہماری اس رائے کی تائید خود روزنامچہ صاحب مجسٹریٹ بہادر سے ہوتی ہے۔ دوئم مسلمانوں نے صاحب مجسٹریٹ کے ساتھ نہایت ہمدردی کی اور مسلمانوں کا

سلطان شہزادہ کو کہ جو خلف ابوظفر شاہ کے تھے اور مرزا غالب کے شاگردوں میں تھے اس مضمون سے لکھا کہ میں آپ سے یقیناً کہتا ہوں کہ یہ سال بھر سے یہاں وکالت کرتے تھے ان کے پاس کچھ نہیں ہے نہ اُنہوں نے استعفا۔ وکالت میں دیا۔ کیا آپ ان کو معاف کرا دیجئے۔ یہ حافظ ابو الموید خاں کے پوتے ہیں میرے شاگرد ہیں اور میں ان کو اپنا عزیز سمجھتا ہوں۔ قصہ کوتاہ شہزادہ صاحب نے ہمارے چچا کو اس نظربندی سے نجات دلائی اور یہ بلا دیئے کسی تاوان کے گھر کو آئے۔ اب یہ فکر درپیش تھی کہ بقول مرزا غالب

(بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

ایک مشہور خاندان شیوخ فاروقی اُنکی جان بچانے کا باعث ہوا جیسا کہ اوپر ہم لکھ چکے ہیں اور اہل ہنود شہر نے بھی کوئی بغاوت اختیار نہیں کی۔

عوام الناس جو قیدی کی حیثیت سے جیلخانجات بریلی بدایوں اور مراد آباد سے چھوٹے تھے اور جو فوج سرکاری باغی ہو کر آئی تھی اُنہوں نے بنگلوں اور خزانہ سرکاری کو لوٹا اور اس ضلع میں جو کچھ غدر کا اثر ہوا وہ زیادہ تر اسی ضلع کے آپس کے عناد کی وجہ سے ہوا۔ اور بعض اشخاص بوجہ رنج و عناد سابقہ مرتکب نقصان ایک دوسرے کے ہوتے اور قوم اہیر و ٹھاکر وغیرہ سے بعض لوگ جنکی جائدادیں مہاجنوں کے ہاتھ سے تلف ہوئی تھیں باعث بدامنی ضلع کے ہوتے۔ پھر جو لوگ چوری پیشہ اور ڈاکو تھے اُن کو بد انتظامی سے نفع اُٹھانے کا موقع ملا اس موقعہ پر ہم یہ مناسب سمجھتے ہیں کہ کچھ خلاصہ مسٹر ایڈوارڈس مجسٹریٹ بہادر کے روزنامچہ سے درج کریں جس سے یہ ظاہر ہوگا کہ بدایوں میں بغاوت کے کیا اسباب تھے۔ ہمکو صاحب بہادر

مرحوم عم بیج تو دہلی میں رہویں اور ہم کہاں جائیں گے کیا + کیونکہ کوئی سرمایہ پاس نہیں رہا جو کچھ تھا وہ اسی بیکاری میں صرف ہوا + لیکن جو جائداد دہلی میں باقی تھیں اُن کی آمدنی مسدود کیونکہ وہ پہاڑی کی جانب واقع تھیں اور وہاں جانا محال تھا۔ وطن یعنی بدایوں سے روپیہ کا منگانا بھی دشوار ڈاک اور ہنڈی وغیرہ کا سلسلہ بند۔ یہ خیال کیا گیا کہ بہتر ہوگا کہ جو اس شہر پر آشوب سے نکل جایئے اور اپنے وطن پہونچئے۔

اب ستمبر ۱۸۵۷ء شروع ہوا اسوقت دہلی کو ہم اس حالت میں چھوڑتے ہیں (بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

کی عداوت سے کلیتًا اتفاق ہے کہ ضلع بدایوں یا دیگر حصہ روہیلکھنڈ میں جو غدر ہوا وہ ابتداءً کسی مذہبی جوش یا کارتوس وغیرہ کے استعمال کا نتیجہ نہ تھا بلکہ صاحب ممدوح اس طرح تحریر فرماتے ہیں کہ۔

> "جب نیل والے صاحب یعنی ڈونلڈ صاحب اور اُن کا لڑکا مجھ سے آملے یہ لوگ پرگنہ اُجھیانی میں رہتے تھے وہاں ان کو جان کا خوف ہوا اور بچاؤ کے لیئے یہاں چلے آئے گبسن صاحب گرداور پرمٹ نے بھی میرے گھر پناہ لی یہ بیچارے چند روز کے واسطے کسی کام کے لیئے اس ضلع میں آئے تھے آکر پھنس گئے اسی طرح سٹوارٹ صاحب میرے دفتر کے کرانی بھی اپنی بیوی اور بچوں کو لیکر میرے یہاں آرہے ان لوگوں کو یہ خیال تہا کہ میں ان کو بچا سکتا ہوں حالانکہ کئی انگریزوں کے اکھٹے ہوکر رہنے سے خواہ مخواہ لوگوں کو بھرم ہوا اور ہمارے لیئے خطرہ زیادہ ہوگیا اور ساتھ ہی میری نقل وحرکت کو

کہ تلنگوں کو روز بروز لڑائی میں شکست فاش ہوتی تہی اور وہ بھاگتے نظر آتے تھے سرکار انگلشیہ کے فتح کے آثار نمایاں تھے۔ فوج سرکاری شہر پناہ کے نیچے تک آچکی تہی ہمکو بدایوں جانے کے واسطے سواری کی تدبیر درپیش تہی کہ اتفاق سے ایک بہلی دہلی سے بلند شہر تک تئیس[۵] روپیہ کرایہ پر دستیاب ہوئی۔ ۱۳ر ستمبر ۱۸۵۷ء بوقت صبح مستورات اور ہم بچے اُس میں سوار ہوئے اور ایک گھوڑی ساتھ میں تہی اسپر ہمارے دادا صاحب مرحوم سوار تھے ایک شخص حسین بخش نامی ساکن بدایوں جو مولوی محمد بخش صاحب وعلی بخش صاحب کے بنی عم تھے (بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

رہا میں تو مطمئن تھا کہ جبتک میں اکیلا ہوں اپنی امن کیلیے تدبیر کر سکتا ہوں کیونکہ ضلع میں ایسے بہت لوگ میرے دوست تھے جو مجھکو پناہ دیسکتے تھے بلکہ یہ لوگ خود اسکے آرزو مند تھے لیکن بہت سے آدمیوں کو پناہ دیکر اپنی امن کو تذبذب میں ڈالدینا کسی طرح پسند نہیں کرتے خصوصاً اس سبب سے کہ ان میں بعض لوگوں نے ایسی زمینداریاں مول لی تھیں جو ہماری دیوانی عدالتوں کی ڈگریوں میں سختی کے ساتھ نیلام ہوئی تہیں اور۔ اسی سبب سے ضلع کے لوگ ان سے عداوت رکہتے تھے پچھلے بارہ یا پندرہ برسوں میں ایسے نیلام بڑی کثرت سے ہوئے اور تحصیل مالگزاری کے ایسے طریقے جاری ہوئے کہ ملک کے رئیس لوگ برباد ہو گئے اور دیہات کے جتھے لوٹ گئے ہیں تو انہیں دو باتوں کی طرف اپنے ضلع اور دیگر اضلاع ملحقہ کی بے بندوبستی منسوب کرتا ہوں اکثر ذی رتبہ اور مقتدر خاندانوں کے

اس ہنگامہ میں وہ بھی سوئے اتفاق سے دہلی میں گھر گئے تھے۔ ساتھ میں تھے۔ جب ہم سب لوگ مکان سے روانہ ہوکر متصل لال قلعہ شہر پناہ کے دروازہ سے باہر جانے کے واسطے پہونچے تو ایک ہنگامہ عجیب قیامت خیز نظر آتا تھا یعنی ہزارہا آدمی سکنائے شہر اور تلنگوں کی فوج باہر شہر سے جانے کے واسطے شہر پناہ کے دروازہ سے خاص بازار تک قلعہ کے نیچے مجمع کیئے ہوئے کہڑی تہی اور دروازہ شہر پناہ کا بند تھا جو تلنگے فوج کے دروازہ پر متعین تھے وہ دروازہ نہیں کہولتے تھے اس خیال سے کہ شہر والوں کے اور فوج کے بہاگنے سے جو فوج کہ مقابلہ کر رہی تہی وہ بھی بے دل

علاقے فریب یا دغابازی سے چھن گئے اور اجنبی لوگوں مثلاً مہاجنوں یا سرکاری ملازموں نے جنکا پاس یا دباؤ رعایا پر مطلق نہ تھا خرید لیئے یہ لوگ خود بھی اپنے خریدے ہوئے علاقوں سے علی الاکثر غیر حاضر رہا کرتے ہیں یا تو وہاں رہنے سے ڈرتے ہیں یا وہاں کا رہنا ان کو خوش نہیں آتا کیونکہ ان کو وہاں کے لوگ غاصب اور دخیل بیجا کی طرح دیکھتے ہیں پھر ان چھنے ہوئے علاقوں کے مالکان قدیم اُس آراضی پر جو پہلے کبھی اُن کی اپنی تھی کاشتکارانہ قابض ہیں اور اپنی حالت کا انقلاب اُنکو نہایت رنجدہ ہوتا ہے گو قبضہ مالکانہ آراضی ان کے ہاتھ سے نکل گیا لیکن رعایا کی محبت اور ہمدردی پر ویسا ہی مستقل موروثی قبضہ رکھتے ہیں جیسا ہمیشہ سے چلا آتا ہے اور رعیت بھی آمادہ دشمنی ہے کہ جب کبھی اُن کے کھویا ہوا درجہ یا اپنے علاقوں پر قبضہ حاصل کرنے کا ارادہ کریں اُن کا ساتھ دے ضلع بدایوں میں اس طرح

ہو کر بھاگ جائیگی اور صاحبان انگریز کی فوج داخل ہو جائیگی۔ اب جس جگہ کہ مجمع کثیر تھا وہ جگہ آماج گاہ گولہ توپ کی تھی۔ پہاڑی پر سے بلا مبالغہ صدہا گولہ قلعہ کی طرف آتا تھا اور قلعہ کی دیوار میں لگ کر ایک سیاہ دھبہ سنگ خارا پر بنا کر خندق کے اندر یا **سڑک** کے اوپر گر کر لڑکتا تھا اور اُسی سے صدہا آدمی زخمی ہوتے تھے۔ اب ہماری گاڑی بھی اُسی مجمع میں کھڑی ہے نہ آگے جا سکتی ہے نہ پیچھے ہٹ سکتی ہے اُس وقت مولوی محمد عزیز الدین صاحب میرے چچا مرحوم نے یہ تدبیر سوچی کہ وہ خود قلعہ کے اندر گئے اور میں اُن کے ساتھ تھا قریب چار گھڑی یا پہر بھر دن کے (بقیہ نوٹ بصفحہ آیندہ)

مالکان قدیم ابتک موجود ہیں لیکن کاشتکاری کی حالت میں نہ مالکیت کی جو لوگ ان کی جگہ زمین کے مالک ہوئے ہیں اُنہیں سے کسی کو وہ قوت اور دباؤ حاصل نہیں کہ امن خلایق کے قایم رکھنے میں کچھ میری مدد کرسکتا بلکہ برخلاف اسکے رعیت میں سے جو لوگ کہ سب سے پہلے مجھ سے مدد مانگنے آئے ہیں یہی مالکان جدید تھے جنسے مجھکو یہ اُلٹی امید رکھنی چاہیئے تھی کہ بندوبست کے قایم رکھنے کے لیے یہ لوگ وسایل کافی و ذرائع وافی ہیں علاوہ بریں جو لوگ درحقیقت دہقانی لوگوں کے بڑے گروہوں کو زیر کرسکتے ہیں ہنگامہ اور شورش برپا ہونے میں فائدہ سمجھتے تھے۔

بلوے سے ایک برس بلکہ آگے میں نے حکام اعلےٰ سے صاف صاف بیان کردیا تھا کہ دیوانی عدالتیں اپنے اختیارات بہت بُری طرح عمل میں لاتی ہیں اُن کا یہ طریقہ نہایت بے ٹھور ٹھکانے ہے کہ

چڑھا تھا جب قلعہ کے اندر پہونچے تو شاہزادہ مرزا خضر سلطان کے در دولت پر وہ حاضر ہوئے اور اُن کے چوبدار و عصابردار سے یہ کہا کہ اسوقت صاحب عالم کہاں تشریف رکھتے ہیں چوبدار نے جواب دیا کہ ابھی خواب راحت میں ہیں۔ انہوں نے اُس چوبدار سے کہا کہ ہماری اطلاع کردو کچھ ضروری عرض کرنا ہے۔ وہ انکار کرتا تھا یہی ردوبدل دونوں میں ہو رہی تھی کہ اس عرصہ میں سُرخ پردہ کے قریب سے ایک خادم نے آواز دی کہ صاحب عالم دریافت فرماتے ہیں کیا گفتگو ہے۔ الغرض اُس چوبدار نے (بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ)

تھوڑے تھوڑے قرضوں کے لیئے منافع و مرافق آراضی نیلام کروا ڈالی ہیں اور اس سبب سے انتظام تمدن میں خطرناک ردوبدل پیدا ہوتا ہے۔ میں نے یہ بھی جتا دیا تہا کہ اگرچہ پرانے خاندان جلد بیدخل کردیئے جاسکتے ہیں لیکن ہم پچھلی باتوں کی یاد تو نہیں مٹا سکتے یا اُن میں اور رعایا میں جو قدیم کا تعلق ہے اُسکو تو ناپید نہیں کرسکتے میں نے صاف صاف پوست کندہ کہدیا تہا کہ ہم جو ان لوگوں کے آپس کے روابط توڑ دینا چاہتے ہیں اسکے برخلاف جب کبھی کوئی بلوا ہو پڑا تو ہم پائیں گے کہ مالکان قدیم کا یہ بڑا اور دباؤ والا گروہ کہ اُسی کے ذریعے سے ہم لاکھوں آدمیوں کی دہقانی جماعتوں کو زیر اور مطیع کرنے کی امید رکھتے ہیں ہمارے مقابلے میں دشمن کی طرف اپنے موروثی ہمراہیوں اور ساتھیوں کو لیئے صف باندھے ڈٹا ہوگا میرے جتانے پر کچھ التفات نہ ہوا اور میں ڈرپوک سمجھا گیا کہ تمنے اب تک

اطلاع کی اور نام بتلا کر کہا کہ ایک صاحب مولوی عزیز الدین نامی کچھ عرض کیا چاہتے ہیں۔ اُسوقت باریابی کا حکم ہوا اور یہ۔ اندر تشریف لے گئے اور شاہزادہ صاحب سے عرض کی کہ میں مع قبایل و اطفال اپنے وطن کو جانا چاہتا ہوں۔ سپاہ فوج نے دروازہ بند کر لیا ہے اور میری گاڑی اور گھوڑے مع سواریوں کے قریب دروازہ شہر پناہ کے کھڑی ہے میں حضور سے یہ گذارش کرتا ہوں کہ آپ حکم دیجیے کہ وہ ہمکو باہر جانے دیں۔

اُسوقت صاحب عالم نے فرمایا کہ مولوی صاحب آپ اسوقت شہر پناہ سے (بقیہ نوٹ بصفحۂ آیندہ)

صرف ملکی صیغے میں نوکری کی ہے معاملات مالی میں بالکل ناآزمودہ کار ہو اور اس باب میں رائے صایب نہیں دے سکتے اُسوقت مجھکو یہ تھوڑا ہی خیال تہا کہ میرے اندیشے اور پیشین گوئیاں ایسی جلدی سچی ہوجائینگی اس بلوائے عظیم کے پیشوا اور ترقی دینے والے کوئی لوگ ہوں یہ "تو اُن کو پہلے سے معلوم تھا کہ ممالک شمال و مغربی میں یہ دیہاتی لوگ ان سببوں سے نہایت برافروختہ حالت میں ہیں اور اسی لیئے اُنہوں نے بجلی کی طرح لپکتی ہوئی چپاتیاں آمادہ کردیے کو ان میں دوڑائیں یہ روٹیاں اس جلدی سے کہ عقل حیران ہوتی ہے طول و عرض زمین پر ہو کر گذر گئیں یہ کہدینا تو ناممکن ہے کہ یہ پہلے کہاں سے آئیں لیکن مجھکو یقین ہو کہ بارک پور سے چلیں کہ وہاں سپاہیان باغی کے انبوہ کثیر جمع تھے چپاتیاں میرے ضلع میں ضلع شاہجہان پور کے ایک دیہہ طرف سے آئیں

باہر جانا چاہتے ہیں - کیا آپ کو ہلاکت میں پڑنا ہے۔ باہر دہاقین لوٹ لیں گے اور قتل کرڈالینگے شہر کے اندر آپ کو امن ہے - اگر شہر کے اندر ہنگامہ رستخیز ہوا تو سب لوگوں کا حال کیا ہوگا - اُنہوں نے عرض کی کہ حضور آپ کی بندہ پروری یہ ہوگی کہ آپ مجھکو شہر سے باہر کرادینگے - خدا حافظ اور نگہبان ہے - اُس شہزادہ نیک سیرت نے ازراہ شفقت فرمایا کہ اچھا تمکو ایک پروانہ راہداری مہری اور دستخطی دیں گے کہ یہ شخص ہمارے بھیجے ہوئے بریلی کو خان بہادر خاں کے پاس جاتے ہیں کوئی مزاحم نہو - جناب چچا صاحب (بقیہ نوٹ بصفحہ آیندہ)

وہاں کے ایک گاؤں کے چوکیدار نے ضلع بدایوں کے پاس والے گاؤں کے چوکیدار کو دو روٹیاں حوالہ کیں اور یہ حکم سنا دیا کہ چھ تازی روٹیاں پکا کر دو تو اپنے لیئے رکھ چھوڑ اور باقی دوسرے گاؤں کے چوکیدار کو جا کر دے اور وہ بھی ایسا ہی کرے اور یہ تقسیم اسی طرح ہوتی چلی جاوے مجھکو یقین واثق ہے کہ سب قسم کے دیہاتی لوگ جنمیں یہ روٹیاں پھیلیں اُنکے اصلی مطلب سے ایسے ہی ناواقف تھے جیسا میں لیکن یہ تو کھلی بات ہے کہ یہ ہوشیار کر دینے کے لیئے مخفی نشانی تھی اور لوگوں کے دل ان کے ذریعہ سے ہوشیار اور برانگیختہ ہو گئے جب میرٹھ اور دہلی میں بلوہ ہوا روٹیوں کے معنے کھل گئے اور خلقت نے جان لیا کہ ان سے کیا مراد تھی بدایوں میں لوگ گروہ بن بنکر اُٹھ کھڑے ہوئے اور تمام ضلع تماشا گاہ شورش و ہنگامہ ہو گیا مالکان قدیم کو خریداران نیلام کے مار ڈالنے یا بیدخل

مرحوم نہایت دانا ہے - عرض کی کہ حضور پروانہ لکھنے میں دیر ہو گی - پروانہ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے - صرف حضور کے ملازم خاص اور چوگارہ کے سپاہی حضور کی اردلی میں رہتے ہیں وہ جا کر صوبہ دار سے کہکر ہمکو شہر پناہ سے باہر کرا دیں چنانچہ یہ التماس قبول ہوئی اور اللہ جلشانہ نے اس پروانہ سے محفوظ رکھا ورنہ وہ بھی بعد غدر عموی صاحب کا محضر قتل تصور کیا جاتا اور ہمارے خاندان کی تباہی کا باعث - قصہ مختصر دو سپاہی اُن کے ساتھ آئے اور اُنہوں نے محافظان دروازہ شہر پناہ سے شاہزادہ صاحب کا پیام کہا - اول جو تلنگے پھاٹک پر متعین تھے

کر دینے کا موقع ملا اور اپنے موروثی علاقوں پر پھر قابض بن بیٹھے اب یہ اندیشہ ہے کہ ہماری رعیت کا بہت بڑا گروہ جو گنتی میں ہزاروں ہی ہوں گے اور یہی لوگ حقیقتاً شخصی سلطنت کے اعضا رئیسہ ہیں سرکار نے ہمارے ساتھ سختی کی اُسی کے آئین نے ہمکو مغلوب اور بے دخل کیا یہ لوگ تصور کرتے ہیں کہ امن کے ہوتے ہی سرکار پہلا کام یہی کریگی کہ خریداران نیلام کو پھر قبضہ دلائے اور ہم لوگوں کو خارج کرے مجھکو تو یقین واثق ہے کہ فوج کتنی ہی کثیر ہو ہماری عملداری پھر نہیں بٹھا سکتی جبتک کہ پچھلی برائیوں کی تلافی کا کچھ بندوبست نہ کیا جائے اور کچھ ایسی قرارداد ہو جس سے پرانے خاندان بحال کیئے جائیں اور لوگ اسقدر ہم سے مانوس ہو جائیں کہ ہمارا ساتھ دینے میں ہمدردی کریں اور اپنا فائدہ سمجھیں اور ساتھ ہی خریداران نیلام کی بھی کماحقہ خبرگیری کی جائے مجھکو پورا بھروسا ہے کہ اگر ناراضی

اُنہوں نے سخت جواب دیا کہ صاحب عالم یوں ہی کہتے ہیں شہر کی خلقت بھاگنا شروع ہو گئی ہے۔ فوج بددل ہو کر ان کے بھاگنے سے بھاگتی ہے۔ مگر پھر تو خدا تعالے نے ان کے دل میں کچھ ایسا رحم پیدا کر دیا کہ انہوں نے شہر پناہ کا دروازہ کھولا۔ یکبارگی ہماری گاڑی کے ساتھ قریب دو ڈھائی سو آدمیوں کے جو پھاٹک کے قریب تھے باہر نکل آئے اور پھر دروازہ بند ہو گیا۔ اب آگے حال سنئے جیسے ہی ہم لوگ جمنا کی کشتیوں کے پل کی طرف بڑھے اور وہاں سے پہاڑی نظر آتی تھی۔ فوج سرکاری نے ایک مجمع کثیر دیکھکر (بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

کے یہ سبب نہ پائے جاتے تو دیہات کے لوگ بلوا کرنے میں کبھی سپاہیوں سے نہ ملتے کیونکہ وے سپاہیوں کو بُرا سمجھتے تھے انھوں نے کارتوس یا اُس آٹے کی طرف جسکو لوگ کہتے تھے کہ آدمیوں کی ہڈی سے بنتا ہے کچھ بھی خیال نہ کیا اور نہ یہ غوغا اُن کو محرک ہوا کہ دین میں کچھ رخنہ پڑنے والا ہے یہاں تو اُنکے حقوق اور منافع اراضی اور موروثی قبضوں کا ذکر ہے جنکو وے بالاتفاق جان سے زیادہ عزیز رکھا کرتے ہیں اور انہیں باتوں سے یہ لوگ بگڑ اُٹھتے ہیں۔" غرض انہیں اسباب سے بلوہ شروع ہوا۔

عزیز خاں حاکم بسولی کا بنگیا۔ خزانہ تحصیل بسولی کا لوٹا اور بقالوں سے روپیہ لیا راجپوتوں سے لڑائی لڑی۔ اور مال چھینا۔ پھر وہ بھاگ کر خان بہادر خاں کے پاس بریلی گیا۔

۱۷؍ جون ۱۸۵۷ء عبد الرحمٰن خان۔ خان بہادر خاں کی طرف سے ناظم

اُس طرف کو توپوں کے رُخ کر دیئے اور گولہ ہماری طرف آنا شروع ہوئے۔ غالباً کچھ آدمی اس جم غفیر میں ہلاک ہوئے لیکن حافظ حقیقی خدائے تعالیٰ نے ہم سب لوگوں کو بچایا اور ہم پل کے پار اتر کر غازی آباد کی سڑک پر چلے۔

اب میں درمیانی چھوٹے چھوٹے واقعات کو چھوڑ کر جو اثنائے راہ میں پیش آئے اُن واقعات کو بیان کروں گا جو زیادہ تذکرہ کے قابل ہیں۔

جب سکندرآباد میں پہونچے تو وہاں ایک ہو کا مقام تھا۔ وہ قصبہ (بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

بدایوں ہوئے۔ اور شیخ فصاحت اللہ وکیل نائب ہوئے۔ جسدن وہ آئے اُسی دن راجپوتوں نے قلعہ شیخوپور پر حملہ کیا اور ناکامیاب ہوئے۔ تھوڑے دن کے بعد اور باغیوں نے شہر پر حملہ کیا۔ نئے ناظم کو امن قایم رکھنا بہت مشکل تہا اُس نے گورنمنٹ کے ملازمان سابق کو حکم دیا کہ وہ بدستور ہماری طرف سے کام کریں اور سب نے باستثناء چند اشخاص کے خوف جان سے تعمیل ناظم کی کی۔ لیکن بہت لوگوں نے موقعہ پاکر فرار اختیار کیا۔ سرشتہ دار فوجداری ڈپٹی مجسٹریٹ بنائے گئے۔ دو تحصیلدار پنشن یافتہ ڈپٹی کلکٹر کیئے گئے۔

فوجی حالت یہ تھی ایک برگیڈیر یعنی سپہ سالار نیاز محمد خاں جنرل اور ایک بخشی فوج کے بنائے گئے۔ لیکن اختلاف قومیت کی وجہ سے اہل ہنود نے اس حکومت میں اختلاف کیا۔ جولائی میں بوجہ کمی روپیہ کے ناظم نے روپیہ کی تحصیل شروع کی اور کچھ روپیہ وصول کیا۔ لیکن موضع گھنگ اور

تمام دہاقین نے لوٹ لیا تہا شام کو سرائے میں پہونچکر دیکھا کہ ایک بوڑھیا بھٹیاری اندھی جسکو بھاگنے کی طاقت نہ تھی اُس کاروان سرائے میں پڑی تھی اور کوئی شخص نہ تھا۔ اور اُس رات کو ایک یہ تماشا نظر آتا تہا کہ قرب وجوار کے بعض دیہات میں آگ لگی ہوئی تھی اور غارتگروں نے اُن کو لوٹ لیا تہا۔ خدا خدا کر کے وہ رات گذری صبحکو بلندشہر کی طرف کوچ کیا اور بخیریت تمام بلندشہر میں شام کو پہونچے۔

یہاں نواب ولی داد خاں کی حکومت غدر میں ہو رہی تھی شہر میں امن تہا (بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ)

رفیع آباد کے راجپوتوں نے انکار کیا تو اُن کے گاؤں جلائے گئے اسی مہینہ میں خان بہادر خاں نے زمیندار بھٹولی کو تحصیل داتاگنج کا روپیہ وصول کرنے کو تحصیلدار مقرر کیا لیکن قرب و جوار کے زمینداروں نے اُس کی حکومت نہ مانی۔ اور ہرلال سنگہ ٹھاکر ساکن بکسینا کو اپنا سردار مقرر کیا۔ اُس نے اپنا نام دہپودھام رکھا اور اپنی مہر میں یہ سجع کندہ کرانا چاہا۔

نیچے دھرتی اوپر رام + مہر کچہری دھپودھام ہرلال سنگہ مذکور راجپوتوں کو لیکر بدایوں کی غارت گری کے لیئے حوالی شہر تک آیا۔ شہر کی سرحد پر لڑائی ہوئی اور وہ شکست کھاکر بھاگ گیا۔ اگست کے مہینہ میں بنی خاں باغیوں کی طرف سے بسولی کا تحصیلدار مقرر ہوا بسولی کے زمینداروں نے باغی تحصیلدار کی حکومت سے انکار کیا۔ تب شیخ فصاحت اللہ فوج لیکر اُن کی سزادہی کے واسطے روانہ ہوئے۔ راستہ میں وزیر گنج کے قریب رہریا پرگنہ ستاسی کے راجپوتوں نے اُن کی فوج کو برباد کیا اور فصاحت اللہ

نواب صاحب اُسی روز گاؤں کے دہقانین کو سزا دینے کی غرض سے مع اپنی فوج کے گئے تھے ہم لوگ سرائے میں مقیم ہوئے۔ جس روز ہم بلندشہر پہونچے اُس سے ایک روز پہلے دہلی میں فوج سرکار بہادر انگلشیہ کی داخل ہوگئی تھی۔ غالباً وہ تاریخ ۱۵ ستمبر ۱۸۵۷ء مطابق ۲۵ محرم الحرام تھی چنانچہ مرزا غالب نے اپنی کتاب دستنبو میں وہ مہینہ درج کیا ہے جیسا کہ ان اشعار سے ظاہر ہوگا۔ ۲ شعر

مے گزند دہلی بروں بُرد داد + ستمبر ستم بُرد آورد داد

(بقیہ نوٹ بصفحہ آیندہ)

زخمی ہوئے۔ لیکن نئی فوج کے اور توپ کے آنے سے جو نیاز محمد خاں بریلی سے لائے تھے۔ پھر لڑائی ہوئی اور اُنہوں نے رہریا کے راجپوتوں پر فتح پائی۔ موضع رہریا کو جلا دیا اور لوٹ لیا۔ کثیر رقم بطور جرمانہ وزیر گنج اور بسولی کے تاجروں سے وصول کی۔ پھر اسی مہینہ میں داتا گنج کے علاقہ کے راجپوتوں نے بدایوں پر حملہ کرنے کا قصد کیا۔ لیکن بدایون جدید فوج اور توپوں سے آراستہ تھا اُس کو دیکھکر راجپوتوں کی ہمت ٹوٹ گئی تھی اُن کا پھر حملہ نہ ہوا۔ تحصیل گنور کے اہر اتنک نواب کے زیر حکومت نہ تھے اُن کی مدد سے کل تحصیل گنور و بسولی کے ملازم سرکاری جنہوں نے وفاداری سے باغی گورنمنٹ کی ملازمت قبول نہ کی تھی۔ اپنے اپنے عہدہ کا کام نومبر ۱۸۵۸ء تک کرتے رہے۔

اگست کے مہینہ میں ایک شخص عزیز احمد خاں نامی نے پرگنہ سہسوان کی مالگذاری کا ٹھیکہ خان بہادر خاں سے لیا۔ وہاں اُس نے فوج و توپخانہ

پس از چار ماہ و پس از چار روز + فروزندہ شد مہر گیتی فروز
تہی گشت دہلی ز دیوانگان + بہ دہلی گرفتند فرزانگان

اب فوج تلنگوں کی جوق جوق بھاگ کر بریلی جانے کے واسطے دہلی سے بلندشہر کی جانب آئی کیونکہ بریلی میں اُسوقت تک عملداری گورنمنٹ انگلشیہ نہیں ہوئی تھی۔ اتفاقاً قریب دو سو یا ڈھائی سو تلنگوں کے اُس رات سرائے بلندشہر میں مقیم ہوئے اُسوقت ہمارے عم بزرگوار نے صوبہ دار سے یہ خواہش ظاہر کی کہ ہم بھی آپ کے ہمراہ بریلی تک (بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

رکھا اور اپنی حکومت قایم رکھی ستمبر کے مہینہ میں ایک اور ناظم بدایوں میں محمد یار خاں نامی مقرر ہوکر آیا اسی مہینہ میں رحم علیخاں باغی کو خان بہادر خاں نے ٹھیکہ دار سیہولی اور سہسوان کا مقرر کیا تھا اس نے مولوی اشرف علی کو نائب چکلہ دار اور حسین علی کو تحصیلدار مقرر کرکے کام تحصیل کا جاری کیا۔ احمد اللہ خاں ساکن مراد آباد نے گنور کا ٹھیکہ لیا لیکن گنور کی تحصیل میں یہ کوشش ناکامیاب ہوئی باغی ٹھیکہ دار کو اہیروں نے مار کر نکال دیا۔ اکتوبر میں خان بہادر نے پرگنہ سلیم پور کا ٹھیکہ بھورے خاں کو دیا جو مالگذاری کے وصول کرنے میں ٹھاکروں سے مدد لیتا تھا۔ نیاز محمد خاں کے سپاہیوں نے اپنے رعب بٹھانے کے واسطے موضع کھرکھولی کو لوٹا اور ظالم سنگھ زمیندار کے بیٹے کو مار ڈالا اپنی فوج کا دبدبہ دکھانے کو نیاز محمد خاں اوسہنا و سہسوان خود گیا اور سہسوان کے تاجروں پر جرمانہ کیئے۔ اور اکتوبر کے شروع میں باغی مفروران کا گروہ کچھ سوار اور کچھ پیدل بالا راؤ جو بھتیجہ نانا راؤ کی ماتحتی

جاوینگے اگر آپ اپنے ساتھ لیجاتے ہیں مزاحم نہوں۔ اُس نامرد نے درشتی سے جواب دیا کہ ہم ہرگز آپ کو اپنے ساتھ نہیں لیجاوینگے۔ آپ کے ساتھ عورتیں ہیں۔ آپ کی وجہ سے ہم بھی لوٹ لیے جاوینگے۔ ناچار مایوس ہوکر وہ واپس آئے اور یہ ارادہ تھا کہ پیچھے سے چلے جاوینگے۔ چار پانچ سپاہی جاگیر بندی میں تحصیل میں نوکر تھے انکو کچھ اجرت مناسب دیکر بغرض حفاظت ہمراہ لیا اُن سے دہاقین اُس پرگنہ کے بخوبی واقف تھے۔ اب یہاں سے آگے چار بجے سے پہلے تلنگوں مفروروں نے اپنا رخت ادبار اُٹھا کر کوچ کیا اور بہاری گاٹھی اُس رات (بقیہ نوٹ صفحہ آیندہ)

میں مالاگڈھ سے انوپ شہر کے گھاٹ کو اُترکر اس ضلع میں گذرتا ہوا شاہجہاں پور کے ضلع کو گیا - اسی مہینہ میں مسٹر ولسن نے موضع نگریا پرگنہ سوروں پر واسطے رہائی کپتان گون کے معہ فوج کے قیام کیا جو داتاگنج میں کچھ ٹھاکروں کی حفاظت میں پوشیدہ تھے اور اُنہوں نے مسٹر ولسن سیولین جج مرادآباد کو جو ایک بہادر شخص تھے اور اسپشل کمشنر ہوگئے تھے چٹھی لکھی تھی کہ تم ضلع بدایوں کی طرف فوج لیکر میری رہائی کے لیئے آؤ وہ علی گڈھ سے کچھ سوار و پیدل باضابطہ - اور ۱۵۰ بلاضابطہ فوج لیکر متصل موضع کچھلا گنگا کے کنارہ پر آئے - یہاں فوج نیاز محمد خاں جرنیل کی پڑی تھی اور مقابلہ ہونے والا تھا کہ ایک بقال نے ناظم کی فوج کو یہ دھوکہ دیا کہ فوج کثیر انگریزوں کی آگئی ہے - پس ناظم کی فوج اپنا کھانا پکتا ہوا چھوڑکر فرار ہوئی اُسوقت تک مسٹر ولسن کو یہ خبر نہ تھی کہ فوج غنیم سے میدان صاف ہے مسٹر ولسن نے کپتان گون کو ایک چٹھی زبان یونانی میں لکھی - یہ چٹھی مسٹر

جہانگیرآباد تک کرایہ کی تھی اُس کی یہ کیفیت ہوئی کہ جب صبحکو اُس گاڑیبان کے مکان پر گاڑی لینے کے واسطے گئے تو معلوم ہوا کہ کوئی چور اُس کی دھوری چرا لے گیا ہے - اس عرصہ میں اُس نے دوسری دھوری تلاش کی اسمیں کچھ وقفہ ہوا - قریب چھ گھڑی دن چڑھے کے وہ گاڑی درست ہوئی اور اب ہم سب لوگ بلندشہر سے جہانگیرآباد کو روانہ ہوئے - اثنار راہ میں یہ دیکھا کہ وہ تلنگے جو صبح سرائے سے گئے تھے وہ لنگوٹی باندھے ہوئے لوٹے ہوئے واپس آتے ہیں اُنہوں نے کہا کہ آپ لوگ کہاں جاتے ہیں - یہاں سے تھوڑی دور پر ایک (بقیہ نوٹ صفحہ آیندہ)

گون کے پاس تک نہ پہونچی تھی کہ مسٹر گون نے پہلی چٹھی مسٹر ولسن کا جواب لکھا تھا کہ تم موضع میاؤ کو ۲۹ اکتوبر کی صبحکو مجھکو ملو لیکن میاؤ کچھلا گھاٹ سے قریب بتیس میل کے تھا۔ اتنی دیر کا وقت نہ تھا انہوں نے سو سوار اور ایک ہاتھی لاکر ارادہ چلنے کا کیا اور گیارہ بجے رات کے دریا کے کنارہ پر پہونچ گئے یہاں اُسوقت دریاے گنگا میں صرف چار کشتیاں متفرق تھیں لیکن یہ معلوم ہوا کہ نیاز محمد خاں نے اٹھائیس کشتیاں کچھلا پر جمع کی ہیں اُنھوں نے فوراً سوار بھیجکر وہ کشتیاں کھچوا منگوائیں۔ اس عرصہ میں تمام بدایوں میں خبر پہونچی کہ فوج کثیر انگریزی آ رہی ہے۔

۳۰ اکتوبر کی شام کو کپتان گون کا آدمی یہ جواب لایا کہ ہم لوگ دریا پر اُترکر موضع جاٹی کے پار اُتر ینگے۔ آپ قادر گنج کے مقام پر ہم سے ملیئے مسٹر ولسن فوراً چلدیئے بیس میل گھوڑے پر چڑھکر تین بجے صبح کے ۳۱۔ اکتوبر کو قادر گنج پہونچے اور ایک آدمی موضع جاٹی کو روانہ کیا کہ وہ کپتان کو ہمارے آنے کی خبر کردے۔ چند گھنٹہ تک نتیجہ کا انتظار رہا

بمع کثیر ڈاقین کا دو چار ہزار کے قریب موجود ہے اُنہوں نے ہمکو لوٹ لیا اور ہمکو بھی لوٹ لیں گے اُسوقت بہت مایوسی ہوئی لیکن اُن سپاہیوں نے جو ہمارے ساتھ تھے۔ یہ کہا کہ آپ اندیشہ نہ کریں ہم آپ کو بخیر و عافیت جہانگیر آباد تک پہونچا دینگے یہ زمیندار ہمارے سابق کے مستناسا ہیں (بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

تین گھنٹے کے بعد آدمی لوٹا اور کہا کہ وہ لوگ قریب آگئے ہیں پردہ نشین عورتوں کے میلہ سے گاڑی میں آتے ہیں تھوڑی دیر کے بعد گاڑی آئی تو اوس سے کپتان گون سرجن میجر بل کم اور اُنکی میم اور اُن کے تین بچے برآمد ہوئے۔ اب مسٹر ولسن اپنی تدبیر میں کامیاب ہوئے۔

یکم نومبر ۱۸۵۸ء جب باغیوں کو معلوم ہوگیا کہ مسٹر ولسن کی فوج بہت کم ہے تو اُنھوں نے چار ہزار آدمیوں کی جماعت اور چار توپین کچھلا کو روانہ کین۔

جسوقت جنرل نیاز محمد خاں گنور کے اہروں کو پسپا کرنے کی تدبیر کر رہا تھا خود عبدالرحمن خاں ناظم نے کمان فوج بمقام کچھلا اپنے ہاتھ میں لی پندرہ یا بیس روز تک اُس سے اور برٹش فوج سے گولہ باری ہوئی دریا کے اُس کنارہ سے فوج برٹش گولہ چلاتی تھی اس طرف سے ناظم کی فوج جواب دیتی تھی۔ بعدہ فوج ناظم کی اُجھیانی کی طرف بے اطمینانی سے واپس آئی۔ عبدالرحمن خاں کی واپسی پر مبارک شاہ خاں ناظم مقرر ہوا اُسکا نائب احمد شاہ خاں ہوا۔ اس عرصہ میں نیاز محمد خاں

اور آپ سے ہرگز مزاحم نہ ہونگے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور ہمنے خدا کے بھروسہ پر قدم آگے بڑھایا۔ آگے بڑھکر یہ دیکھا کہ سڑک کی ہر دو جانب بندوقین بکثرت جمع ہیں اور دہاقین سڑک کے اِدہر اور اُدہر بیٹھے ہوئے ہیں ہمارے محافظ سپاہی آگے بڑھکر اُن کے پاس گئے اور اُن سے کچھ گفتگو کی اور پھر وہ ہر ایک سے باتیں کرتے ہوئے (بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ)

اہیروں پر چڑھ گیا۔ ضلع مرادآباد کے راجپوتوں کی مدد سے اہیروں کو شکست بمقام بھراوٹی ہوئی بعد اسکے پولیس اور تحصیل گنور کے اہلکار جو کام کر رہے تھے وہ بھی بھاگ گئے اب کل ضلع خان بہادر خاں کی حکومت میں آ گیا۔

نیاز محمد خاں جنرل نے فتحگڈھ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا اور چالیس ہزار روپیہ بطور چندہ کے ضلع بدایوں سے تحصیل کیا اور عبدالرحمن خاں کو ٹھیکہ سلیم پور اور بدایوں کا دیا۔ لیکن بنیئے بقال سے روپیہ تحصیل کرنا آسان تھا بہ نسبت اس کے کہ عبدالرحمن خاں کو ٹھیکہ دیکر روپیہ وصول کیا جاتا۔ باوجود اسکے کہ عبدالرحمن خاں کے مددگار نیاز محمد خاں کی فوج تھی مگر بھورے خاں چکلہ دار سابق نے مقابلہ کیا اور نیا سال ۱۸۵۸ء عبدالرحمن خاں کے لیئے مبارک نہوا یعنے وہ اور اُسکا لڑکا شکست کھا کر مر گئے۔

نیاز محمد خاں نے اب زیادہ ترقی کرنا چاہی فوج بدایوں سے جمع کی اور بریلی سے مدد لی فتحگڈھ پر حملہ کرنے کو روانہ ہوا۔ جب ککرالہ پہونچا تو بہت سے پٹھان اُس کے ساتھ ہو گئے اور سورج پور کے گھاٹ پر گنگا کو

ہمارے ساتھ ساتھ چلے آئے یہاں تک کہ اُس ہنگامہ سے ہم نکل آئے اُن سپاہیوں سے جب ہم نے دریافت کیا کہ کیونکر اس گروہ مفسدان سے ہمکو نجات ملی تو اُنہوں نے کہا کہ ہم نے اُن سے یہ بات کہدی کہ نواب علی داد خاں کے ہاں کی سواریاں ہیں نواب جہانگیر آباد کے ہاں جو اُن کے رشتہ دار ہیں جاتی ہیں دیکھیے (بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ)

عبور کر کے فرخ آباد کے ضلع میں داخل ہوا۔

۲۷ر جنوری ۱۸۵۸ء جبکہ بدایوں چھوڑے ہوئے ایک ہفتہ ہوا تھا جنرل مسٹر ہوکرانٹ نے دفعتًا چھاپا مارا اور پوری شکست دیکر اُسکا سامان سب چھین لیا پھر یہ اسقدر جلدی واپس گئے کہ اُن میں سے بعض اُسی شام کو بدایوں پہونچ گئے۔

شروع فروری ۱۸۵۸ء کو اپنا بخار ہندوؤں پر نکالنا شروع کیا ایک پولیس کا ہندو افسر جس نے کپتان گوں کے ساتھ مہربانی کی تھی بندوق سے اُڑا دیا گیا ایک اور اچھوت کے اسقدر کوڑے مارے کہ وہ مر گیا۔ فروری و مارچ کے مہینہ میں اسی طرح لوٹ و مار جاری رہی۔ قادر گنج کا حصہ اسوجہ سے کہ کپتان گوں کو اُنھوں نے اماں دی تھی جلا دیا گیا اب اس باغیانہ حکومت کے خاتمہ کے دن قریب تھے۔ بدایوں کے ناظم کو اور اضلاع کے باغیوں کی شکست کی خبریں ملتی تھیں اس سے وہ اپنی شکست کا بھی خیال کرتے تھے۔

شروع اپریل میں ایک تازہ خبر تنبیہ کرنے والی اُن کو ملی کہ محسن علیخاں جسکو مسٹر ہوکرانٹ نے شکست دی تھی بریلی کو جاتے ہوئے ضلع بدایوں میں گذرا

نواب صاحب بھی مع فوج اور توپ کے آتے ہیں اُن لوگوں نے یہ خیال کیا یہ بات سچ ہے ورنہ اس نازک وقت میں چند آدمی زنانی سواریاں لیکر نہیں نکل سکتے ہم شام کے قریب دو گھڑی دن رہے جہانگیر آباد پہونچ گئے۔ اب یہاں قصبہ کے باہر نواب مصطفٰی خاں صاحب رئیس جہانگیر آباد کے سپاہی متعین تھے اُنھوں نے ہمارے دادا (بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

اب باغیوں نے اس حالت کو قوی کرنے کی غرض سے اشتہار جہاد کا دیا ڈاکٹر وزیر خاں جو ایک قابل آدمی تھا دوسرے درجہ کا کمانیر بنایا گیا اور ۱۸ اپریل کو تین سو آدمی کی جماعت بریلی سے طلب کی گئی یہ انتظام درست کر کے باغیوں نے اُس حملہ کا ارادہ کیا اور اُن کو زیادہ انتظار نہ کرنا پڑا۔

۲۷ اپریل ۱۸۵۸ء کو جنرل سی صاحب معہ مسٹر ولسن کے نولی تانار پور گھاٹ دریائے گنگا کو عبور کر کے اوسہت کی طرف آئے اُن کے پاس سات ضرب توپ اور ایک دستہ فوج نمبر ۶ دری گوبس اور ایک رجمنٹ دیسی سواروں کا اور ایک بازو نمبر ۶۴ رجمنٹ اور ایک بازو توپ خانہ کا اور ۲۲ سیکشن رجمنٹ اور قریب آدھی گیارہویں دیسی پلٹن بہ ماتحتی کپتان تھی اس ضلع کی سرحد میں آئے۔ کپتان گون کو روانہ کیا گیا کہ وہ کگرالہ سڑک سے چار میل کے فاصلہ پر جو اُن کے دشمن پڑے ہیں اُن کو گرفتار کر لیں یا بھگا دیں اوسہت میں دوسری فوج بھی جسمیں ایک ہزار آدمی اور ایک توپ تھی اور یہ اُس وقت تک کام کرتے رہے جبتک کہ جنرل بداؤں کو پہونچیں۔ اس لیئے یہ ارادہ کیا تھا کہ اول اوسہت کو چلنا چاہیئے جنرل کا یہ خیال تھا کہ سپاہیوں کو

اور چچا صاحب سے کہا کہ تلواریں اپنی پھاٹک پر رکھدو تب اندر داخل ہونے دینگے۔ تھوڑی دیر تک باہم یہ بحث ہوتی رہی۔ پھر عموی صاحب وہاں اپنی تلوار رکھکر اندر گئے اور حکم لائے کہ ان لوگوں کو معہ ہتیاروں کے آنے دو تب ہم لوگ جہانگیر آباد میں داخل ہوئے وہاں مولوی محمد ثناء الدین صاحب مرحوم عثمانی ہمارے ہموطن (بقیہ نوٹ صفحہ آیندہ)

صبح اور شام کو کوچ کرنا چاہیئے یورپین سپاہیوں کو دھوپ میں چلنا نہیں چاہئے۔ ۲۹ راپریل ۱۸۵۸ء کی رات کو جب ماہ کامل روشن تھا اور اندھیری رات کے خطرے کم تھے۔ یہ بوڑھا جنرل تجربہ کار بلا اس خیال کے کہ یہ شب ماہ پھر مجھکو نصیب نہ ہوگی مع فوج کے چلا اور اوسہت ایک میل رہ گیا تو اُنکو یہ خبر ملی کہ علاوہ دشمنوں کی فوج کے ایک پکٹ دشمنوں کا اوسہت میں مقرر کیا ہے بعد دوپہر کے وہ داتا گنج کی طرف چلے اول اُن کا ایک قاصد دشمنوں کے ہاتھ سے مارا گیا جو کہ جنرل بنی کا پیغام کمانڈر انچیف کی طرف لیئے جاتا تھا جو شاہجہاں پور کی طرف بڑھ رہے تھے۔ آدھی رات کے وقت ککرالہ کی طرف کوچ ہوا جو بدایوں سے آٹھ میل کے فاصلہ پر جانب شرق واقع ہے ککرالہ آدھی دور رہا تھا کہ فوج کا (ہالٹ) کردیا۔ یعنی روک دیئے گئے تاکہ پیدل بھی آجاویں۔ اُن کے آنے پر جنرل پنی نے کمانیر فوج پیدل کو حکم دیا کہ فوج کو جلدی نہ چلاؤ آرام سے ٹھہرا ٹھہرا کر لے چلو۔ یہ حکم اُس کی زندگی جانیکا باعث ہوا۔ جنرل نے سواروں اور توپ خانہ کے ساتھ اپنا کوچ جاری رکھا لیکن پیدل فوج کے حکام نے اُسکو زیادہ آرام کی

حسن اتفاق سے نواب محمد مصطفےٰ خاں صاحب کے یہاں موجود تھے اور اُن سے خاندانی ارتباط تھا اور جناب دادا صاحب کے دوست تھے۔ نہایت خاطر سے پیش آئے اور دعوت کی وہاں دو روز آرام کیا۔ پھر وہاں سے نواب محمد مصطفےٰ خاں صاحب مرحوم نے جو گورنمنٹ کے خیر طلب غدر میں رہے اور باغیوں کے شریک نہ ہوئے (بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

اجازت دیدی اب لگرالہ ایک میل کے فاصلہ پر تھا جنرل سی اور اُس کے ساتھی معہ ہراول سواروں کے پہونچ گئے تھوڑے فاصلہ پہ اُن کے پیچھے توپ خانہ اور فوج سواروں کی تھی - لیکن پیدل فوج بہت پیچھے تھی اب صبح صادق نمودار ہوئی کہ یکایک کپتان سمن کی آواز نے جگا دیا جو اسسٹنٹ جنرل تھا اس نے کہا کہ سامنے سوار نظر آتے ہیں۔ سوار واقعی تھے لیکن وہ واپس جاتے تھے اور جنرل کو لگرالہ پہونچنے کی صبح ہونے سے پہلے پہلے جلدی تھی اس لیئے اس نے اس طرف بہت کم توجہ کی لیکن جبکہ لگرالہ دو فرلانگ رہگیا اور معاملات سخت لڑائی کے نظر آتے تھے اور چار توپیں گراب کی غنیم نے چلائیں لیکن اتفاقیہ فوج انگریزی میں کوئی زخمی نہ ہوا اُدہر سے بھی فوج انگریزی نے توپوں سے جواب حتی المقدور دیا لیکن بوجہ ریتلی زمین کے اور قبل اسکے کہ دشمن پر توپ چلائی جاوے باغیوں کے فیر ہو چکے تھے۔ اس عرصہ میں غازی لوگ دو دو تلواریں لیئے ہوئے نظر آئے اور انگریزوں کے توپ خانہ اور

قرابینیں فوج انگریزی نے اور توپیں بھی چلائیں گئیں پھر کلہ بہ کلہ دست بدست

انہوں نے دس بندوقچی سپاہی ہماری محافظت کے واسطے مقام انوپ شہر تک کردیئے اور وہاں سے انوپ شہر کی طرف چلے - چار کس قوال بریلی یا مراد آباد کے رہنے والے بھی اس طرف آنے والے تھے وہ بھی ساتھ ہولیئے۔

اثنار راہ میں دیہی گڑھ مہاقین کے جو واسطے غارت گری (بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

نوبت جنگ بہ شمشیر پہونچی اور غازی مارے گئے اور غنیم یعنی جنرل کی سپاہ پورب کی طرف سڑک سے معہ توپوں کے آ گئی اُن کے تعاقب میں درختوں کی آڑ سے توپیں فوج انگریزی نے چاروں طرف چلائیں جنرل سی کا پتہ اُسوقت نہیں معلوم ہوا بہت تلاش کے بعد اُن کی نعش ملی اُس جگہ سے کچھ آگے بڑھکر جہاں پہلے لڑائی ہوئی تھی گولی سے اُن کا بایاں بازو ٹوٹ گیا اور باگ اُن کے ہاتھ سے نکل گئی تھی اس لیئے اُن کا گھوڑا دشمن کے گروہ میں لے گیا اُنھوں نے جلدی سے اپنی تیز تلواروں سے اُسکا کام تمام کر دیا اور بھی افسر زخمی ہوئے لیکن جنرلوں میں صرف جنرل سی قتل ہوئے اب کمان کرنیل رجمٹ کے ہاتھ میں آئی جو کہ فوج پیدل کے منتظر تھے اس کے بعد چند غازیوں نے ناکامی سے کمزور حملہ کیا اب سب نواب کی فوج بدایوں کی طرف بھاگی اور ۳۰ر اپریل کی دوپہر تک جبکہ بہت گرمی و گرد تھی فوج انگریزی نے تعاقب کیا اور ایک توپ چھینی گئی اور تعاقب میں باغی مارے گئے اور خاص مقام کگرالہ پر اسّی لاشیں ناظم کی فوج اور غازیوں کی برآمد ہوئیں اور پھر فوج انگریزی کگرالہ کو لوٹ گئی اور

مسافروں کے جا بجا مسلح اور آمادہ لوٹ مار کے بیٹھے تھے ہمکو دکھائی دیئے۔ بقول شاعر

جگہ جگہ تھے زمیندار کی صورت ÷ چڑھے ہی آتے تھے سر پہ بجار کی صورت
بلا سے کم نہ تھی اک اک گنوار کی صورت ÷ چھپی نہ اُن سے پر اہلِ دیار کی صورت
کسی جگہ جو کوئی ہو کے بیقرار آیا ÷ تو اہلِ قریہ بولے کہ لو شکار آیا

(بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ)

جنرل سمی کی نعش کی تجہیز و تکفین کی اور پھر بعد ایک عرصہ کے نعش کا صندوق میرٹھ بھیجا گیا اور وہاں دفن ہو کر قبر بنائی گئی اور اسی تاریخ میجر گاڈس صاحب کی فوج نے مقام بسولی پر باغیوں کو شکست دی ان پے در پے شکستوں سے بدایوں کے ناظم کو یقین تھا کہ اب دو صورتیں ہیں یا تو یہاں

(بقیہ نوٹ صفحہ ۳۴۴) جب ہم سڑک پر گئے اور اُن دہاقین نے دیکھا کہ ایک بہلی اور ایک گھوڑی پر سوار اور کچھ ساتھی مسلح آئے تھے تب انہوں نے اپنی بندوقوں کو ہاتھوں میں لیا اور توڑے سلگائے اسوقت ہم کو اپنی موت کا سامنا نظر آیا اور پورا یقین ہو گیا کہ اب جان بری کی امید نہیں ہے الا مسبب الاسباب و حافظ حقیقی کی شان رحیمی اور کریمی اسوقت ظہور میں آئی یعنی وہ قوال جو ہمارے ساتھ ہو لئے تھے اُن کے ساتھ بڑے بڑے ستار اور طنبورے و سرود تھے جن پر غلاف چڑھے ہوئے تھے اور اُن کے کندھوں پر وہ ساز و سامان ارباب نشاط کا رکھا ہوا تھا دہاقین یہ سمجھے کہ یہ بڑی بڑی قرابینیں اور جزایل ہیں جن میں بارود بھرا ہوا ہے اگر ان کے فیر ہوئے تو ہم سب کے سب ہلاک ہو جائیں گے اس خوف سے وہ قریب نہ آئے اور دور سے ہمارے محافظ سپاہیوں سے سوال کیا کہ یہ سواریاں کہاں جاتی ہیں سپاہیوں نے راجہ انوپ شہر ورانی کا نام لیا کہ وہاں جاتی ہیں وہ گنوار چپ ہو رہے اور ہم اُن کے حملہ سے بچے اور قوالوں کی یہ کیفیت تھی کہ بار بار کہتے تھے کہ حضور بلالوں وہ بندوق گنوار نے اُٹھائی اور ڈر کے مارے ہماری بہلی کی آڑ میں چھپ چھپ کر چلے تھے - خیر خدا خدا کر کے ہم شام تک بخیریت تمام انوپ شہر میں پہنچ گئے - ان دہاقین کی نظروں میں ستار وغیرہ کو اللہ تعالےٰ نے آلۂ حرب و ضرب بنا دیا اور ہمکو پنجۂ اجل سے بچایا - انوپ شہر میں ہمارے شہر کے قاضی زادوں میں قاضی غلام کاظم کی اولاد جو خاندان

(بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

لڑ کر مر جانا چاہئے یا ایسی مخدوش حالت میں یہاں سے بھاگ جائیں۔ آخر بھاگ جانے کو ترجیح دی اور اپنے ہاتھوں سے اپنا دفتر جلا کر بریلی کو بھاگ گئے۔ اُن کے فرار کی تقلید اس ضلع کے اور باغی سپاہیوں نے کی۔ مئی ۱۸۵۸ء میں پھر آثار حکومت انگریزی اور امن کے ظاہر ہوئے گکرالہ سے مسٹر ولسن

(بقیہ نوٹ صفحہ ۳۴۵) غلام محمدی میں تھے اور وہ وہاں کے عہدہ دار پٹھان میں سادات تھے قاضی غلام مولا وغیرہ رہتے تھے اور اُن کے مکانات بنے ہوئے تھے اُن کے ایک مکان میں ہم مقیم ہوئے بوجہ ہم وطنی اور برادری کے اُنہوں نے بہت مہمانداری کی اور کلکتا بابتی ضلع بدایوں کے متصل گنور وسہسوان میں کوئی صورت جانے کی نہ تھی کیونکہ اس طرف اطراف میں بہت لوٹ مار ہو رہی تھی اور کسی کی حکومت نہ تھی لاچار آگے چلنے سے بلا کسی جماعت محافظ کے قصد نہ کیا تب مولوی محمد عزیز الدین صاحب ہمارے چچا اور شیخ حسین بخش صاحب ایک قافلہ فراریان کے ہمراہ ہو لیے اور گھوڑی ساتھ لے لی اور اس غرض سے تاکہ وطن کسی طرح پہونچکر اور کچھ جمعیت فراہم کر کے لادیں تب یہاں سے لیجاویں۔ مراد آباد ہوتے ہوئے رام پور آئے اور یہاں سے بمعیت جناب قبلہ گاہی حکیم محمد سعید الدین صاحب مرحوم آنولہ ہوکر بدایوں پہونچے اور پھر وہ بدایوں سے بمعیت جناب حکیم محمد ممتاز الدین صاحب مرحوم و مغفور قریب بیس یا پچیس آدمی مسلح اور دو بہلیاں لیکر انوپ شہر کو روانہ ہوئے پندرہ یا بیس روز سے زیادہ عرصہ تک ہمکو اور ہمارے جد امجد کو معہ قبائل انوپ شہر قیام کرنا پڑا اور جو کچھ زیور وغیرہ مستورات کا تھا وہ فروخت کر کے بہ ایام گذاری کے ہر روز میں قاضی کے مکان سے نکل کر دریائے گنگا کے کنارہ پر گھاٹ پر جا کر دیکھتا تھا کہ کوئی وطن سے ہمارے لینے کے لئے آیا ہی یا نہیں چونکہ قاضی صاحب کے مکان سے دریا ہوکا (بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

وکرنیل جون پرگنہ اوسہت وسلیم پور ہوتے ہوئے اور رام گنگا کو عبور کر کے ۲ رمئی کو ضلع چھوڑ کر واسطے ملنے کمانڈر انچیف کے میراں پور کٹرہ ضلع شاہجہان پور میں داخل ہوئے۔ قبل ضلع چھوڑنے کے مسٹر ولسن نے راجپوتوں کو جو وفادار تھے تحصیل داتاگنج کا مہتمم مقرر کیا اور دوسرے تین شخصوں کو

(بقیہ نوٹ صفحہ ۳۴۶) کنارہ قریب تھا اس لئے روزانہ جاکر انتظار آنے والوں کا رہتا تھا۔ آخرش ایک روز میں نے اس کنارہ سے دوسرے کنارہ کی طرف دیکھا تو اپنے والد ماجد اور ماموں صاحب قبلہ اور پیر بخش و ولی محمد جو ہمارے خاندان کے قدیمی متوسل اور نمک حلال اور جانباز تھے اُن کو پہچانا اور خوشی کے مارے اپنی دادی صاحبہ سے جاکر خبر کی۔ میں نہیں کہہ سکتا ہوں کہ اُسوقت خوشی کا کیا عالم تھا جب وہ قافلہ کشتی پر سوار ہو کر اس پار آگیا اطمینان ہوا اور پھر وہاں سے ایک روز کے بعد ہم سب لوگ گنور ضلع بدایوں کی حدود میں پہنچے اور خدا خدا کر کے قصبہ گنور آئے اور وہاں سرائے میں مقیم ہوئے اثنار راہ میں جو زمیندار جناب حکیم محمد ممتاز الدین صاحب مرحوم کے بوجہ اُن کے پیشہ طبابت کے سابق کے شناسا تھے وہ اپنے آدمیوں کو ہماری محافظت کے لئے ساتھ کر دیتے تھے اس کمبخت سرائے گنور میں کچھ سامان کھانا پکانے کا یا کوئی بھٹیاری پکانے والی نہ تھی غرضکہ وہ رات مشکل سے گزاری جو کچھ ناشتا ساتھ تھا اُس پر سب نے اکتفا کیا وہاں سے صبح کو چلکر شام کو سہسوان میں آئے اور یہاں رات کو رہے پھر سہسوان سے چلکر تیسرے دن بخیریت تمام بدایوں پہونچ گئے اور گھر میں داخل ہوئے۔ وطن میں آکر بھی صورت اطمینان کی نظر نہ آئی اور سفر در وطن کا مضمون پیش آیا یعنی تمام عمائد شہر نے اپنے مکانات چھوڑ کر دیہات میں پناہ لینا شروع کر دی تھی۔ موضع کلپیا عرف فصیح آباد جس کو ہمارے جد امجد یعنی محمد فصیح الدین المخاطب بہ فصیح اللہ خاں نے (بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

بدایوں و بلسی و اُجھیانی کا پولیس افسر مقرر کیا اور اسی قسم کی تقرریاں وسط مئی تک عمل میں آئیں۔ کمشنر بریلی کی درخواست پر جبکہ امن قایم ہو گیا شیخ محمد شرف الدین جو بعد کو سی آئی ای ہوئے چند روز کے لئے تحصیلدار بدایوں کے مقرر کئے گئے۔ مسٹر کارمیکل مجسٹریٹ و کلکٹر بدایوں مقرر ہوئے پھر مقام

(بقیہ نوٹ از صفحہ ۳۴۳) عہد محمد شاہ بادشاہ میں اپنے نام سے آباد کیا تھا اور معافی دوامی نسلاً بعد نسل داد اور اُس میں مسلمان جو آپ کو شیخ کے لقب سے ملقب کرتے ہیں آباد ہیں۔ اس موضع میں ہمارے خاندان کی عورات و مرد شہر چھوڑ کر چلے گئے اور وہاں رہنا شروع کیا۔ موضع سنستہ سے چار کوس دریا سوت کے کنارہ پر جانب شرق مائل بہ گوشہ جنوب ہے وہاں چھپروں کے مکانات میں لئی۔ ونہ تک ہمارا قافلہ رہا اور اُن شیخوں نے جو ہماری رعایا ہیں کمال درجہ ہماری حفاظت کی اور اپنے مکان خالی کر دیئے پھر جب گنگرالہ کی لڑائی ہوئی جسکو ہم اس سے پہلے اصل کتاب میں لکھ چکے ہیں اور گنگرالہ واقع موضع دہنری رسولپور جو ملحق سوانہ کلیبا کے ہے اور کثیر حصہ اس موضع کا بھی اب ملکیت راقم میں آگیا ہے فوج باغیوں کی اور نمازی لوگ گنگرالہ کو جاتے تھے اور گنگرالہ ہمارے قیام گاہ سے چار پانچ کوس تھا جب وہاں توپ و بندوق چلنا شروع ہوئی تو اُس کی آوازیں برابر چلی آتی تھیں اور جب فوج نواب کی بھاگ کر اُدھر کو آتی تھی جس سے وہ مقام امن بھی جائے مخدوش ہو گیا اور وہاں سے ہمکو بھی دوسرے مقام کو روانہ ہونا پڑا۔ سخت پریشانی اور سراسیمگی کی حالت میں معہ سب زن و مرد شیخوپور کی طرف جو وہاں سے ۲ میل تھا اُس کو جائے امن خیال کر کے چلے خیال تھا کہ چونکہ شیخ محمد شرف الدین صاحب نے خیر خواہی سرکار کی کی تھی اس لئے شیخوپور کو فوج سرکاری تباہ نہیں کریگی۔ چونکہ مورد اتحاد حضرات شیخوپور سے ہمارے بزرگوں سے تھا۔ اُنہوں نے ہم مہمانان ناخواندہ کی امداد (بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ)

بریلی سے چند اور راجپوتوں کو مقام سہسوان اور کوٹ اور بلسی و بسولی کے مقامات پر مقرر کیا۔ اسلام نگر کے مقام پر جو باقی ماندہ باغی رہ گئے اُن کو نواب رامپور کی فوج نے جو ماتحتی جنرل حکیم محمد سعادت علیخاں رئیس آنولہ کے تھی پسپا اور منتشر کر دیا اور رام نراین سرگروہ باغیوں کا وہاں مارا گیا۔

(بقیہ نوٹ صفحہ ۳۴۸) خاطر داری کی اور شیخ صاحب موصوف نے اپنے زنانہ محل سرا کو خالی کر دیا اور اپنی زنانی سواریوں کو دوسرے مکان میں کیا اور ہم وہاں چند روز بخیر و عافیت رہے پھر جب تسلط سرکار انگلشیہ کا شہر میں ہو گیا۔ اپنے مکانات میں آئے اب بحکم گورنمنٹ شہر میں روسی ہٹی کوئی گلی اور کوچہ و مکان باقی نہ رہا۔ اور آتشبازی عمدہ قسم کی چھوڑی گئی اور اب جن لوگوں نے ملازمت نواب کی کی تھی اُن کی دار و گیر شروع ہوئی جسکا مفصل حال اصل صفحات تاریخ میں مذکور ہے۔

دسمبر ۱۸۵۸ء میں ایک خط عم راقم مولوی محمد عزیز الدین صاحب نے مرزا غالب کو دہلی کا حال دریافت کرنے کی غرض سے لکھا تھا اُس کا جواب جو مرزا نوشہ غالب نے اُن کو لکھا تھا اگرچہ وہ اصل خط دستیاب نہیں ہوا لیکن اُس میں کے چند فقرے ہم اپنی یاد سے لکھتے ہیں مرزا صاحب نے تحریر فرمایا تھا کہ ''ای صاحب کیسے صاحبزادوں کی سی باتیں کرتے ہو دہلی کو ویسا ہی آباد سمجھتے ہو۔ تمہارے دیوان خانہ میں جو چھوٹی بیگم رہتی تھی وہ رہتی ہے میاں کالے صاحب کے مکان میں اسپتال ہے شہر میں ہندو ہی ہندو نظر آتے ہیں مسلمان خال خال ہیں اُنہیں میں میں ایک روسیاہ ہوں کھیمی حلوائی کی دکان میں گنے لوٹتے ہیں'' اور بھی فقرے ایسے ہی تھے جو اب راقم کو یاد نہیں رہے۔ بیگم سے مراد وہی بیگم صاحبہ ہیں جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے کھیمی حلوائی ہمارے دیوان خانہ کے متعلق جو دکانات ہیں اُن میں بیٹھا کرتا تھا اور اُس کی مٹھائی شہر میں مشہور تھی۔ (بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

۲۷ مئی کو دو ہزار باغی سوار معہ پندرہ ہاتھیوں کے اس ضلع سے نکلکر جابٹی کی طرف گنگا کے کنارہ پر جاتے تھے اُنہوں نے اپنے آپ کو تانتیا راؤ باغی کا ساتھی ظاہر کیا وہ سب باغی جھانسی کے رہنے والے تھے پرگنہ اوسہت سے گزر کر شاہجہاں پور کی طرف گئے اور وہاں سے اودہ کی طرف بھاگ گئے۔ اس قسم کی

(بقیہ نوٹ صفحہ ۳۴۹) دہلی کا قبل غدر کمال درجہ پر عروج ہوگیا تھا ہر قسم کے صاحب علم وفضل اور اہل موجود تھے میں نے اُس وقت کی رونق کو دیکھا اور پھر بعد غدر بھی جاکر دیکھا تو زمین و آسمان کا فرق پایا۔ بقول شاعر کے ؎ میں نے دیکھا ہی ملا ایک کو خریدار اُس کا ✦ میں نے چلتی ہوئی دیکھی ہے دُکانِ دہلی۔ اب ہم اس جملہ معترضہ کو تمام کرتے ہیں۔ مگر یہ بات بھی یہاں ظاہر کرنے کی قابل ہے کہ جب ہمارے خاندان میں کسی نے بغاوت نہیں کی تو دہلی کے مکانات و دکاکین و املاک کیوں جاتی رہیں اُس کا یہ حال ہے کہ قبل غدر کسیقدر روپیہ ہمارے دادا صاحب نے دہلی کے ایک شخص تراب علی نامی سودخوار سے قرض لیا تھا اور تمسک استغراقی مکانات کا لکھدیا تھا جب غدر ۱۸۵۷ء ہوا اور سرکاری عملداری ستمبر ۱۸۵۸ء پھر ہوئی اُسوقت اہل دہلی اپنے اپنے مکانات چھوڑ کر بھاگے ہوئے تھے داوگیر کا زمانہ تھا بندوبست پنجابی ہوگیا دہلی متعلق پنجاب احاطہ کی گئی اُس ناحق کوش شخص دائن نے جناب دادا صاحب کو مفقود الخبر ظاہر کرکے نالش دائر کردی اور دہلی کے مکانات پر اطلاعنامہ چسپاں کرادیا جس کی خبر بدایوں میں ہمارے بزرگ کو نہ ہوئی اور یکطرفہ ڈگری حاصل کرکے مکان دیوان خانہ و مکان زنانہ و رتھ خانہ وغیرہ نہایت کم قیمت میں نیلام کراکے خود خرید لی۔ اُسوقت خریدار کون تھا جو بولی بولتا کچھ رعایا جو رہتی تھی اُن کی اراضیات رہ گئیں سو وہ خود مالک بن گئے البتہ املاک سہی پور و تاتارپور بچی رہیں تھیں جو بعد کئی سال کے ہمارے جد امجد نے بیچ کر ڈالیں کیونکہ وہاں کا اب کچھ تعلق نہ رہا تھا (بقیہ نوٹ صفحہ آیندہ

بد امنیاں آخر مئی ۱۸۵۸ء تک قایم رہیں۔ شروع جون ۱۸۵۸ء سے پورا امن سمجھنا چاہیئے۔ تیسری جون کو باڈی گارڈ کوک کی فوج کا دستہ شاہجہانپور سے اوسہت میں آیا وہاں سے اور تین گانوں باغیوں کے جو سڑک کے کنارہ تھے جلاکر ۶ر جون کو بدایوں پہونچے۔ یہاں مسٹر اکٹس کے حکم سے

(بقیہ نوٹ صفحہ ۳۵۰) ان املاک کی تحقیقات میں تھے ایک قصہ نا مرضیہ پیش آیا ایک ملک میں ہمارے والد ماجد مرحوم حکیم محمد سعدالدین کا نام بشمول نام جد امجد و چچا وغیرہ کے داخل تھا اور تحقیقات معافی داروں کی شروع تھی کہ آیا معافی دار تو باغی نہیں ہوا یہ تحقیقات ایک یورپین غصہ ناک شخص کے سپرد تھی اور اُس نے ایام غدر میں جو اپنی ہم قوموں کو گرفتار ہوتے اور مارے جاتے دیکھا اُس کو ذرا ذرا بات پر شبہ ہوتا تھا۔ جب ہمارے والد کا نام آیا تو اُس کو یہ شبہ ہوا کہ محمد سعید ایک شخص کی مُہر فتوے جہاد پر جو دہلی کے رہنے والے تھے دفتر میں برآمد ہوئی تھی صاحب بہادر نے فرمایا کہ محمد سعید وہی شخص ہے جس نے محضر پر مُہر کی تھی میرے دادا صاحب وقت تحقیقات موجود تھے اُنہوں نے عرض کی کہ حضور اسکا نام محمد سعید الدین ہے محمد سعید نہیں ہے اور وہ ایام غدر میں دہلی نہ تھا بلکہ رام پور اور آنولہ تھا لیکن صاحب نے حکم حاضری اصالتاً کا دیا جب والد کو یہ خبر ہوئی تو والد مرحوم نے حکیم محمد سعادت علی خاں بہادر رئیس آنولہ جن کے ساتھ وہ ایام غدر میں رہے اُن سے تذکرہ کیا اُنہوں نے اپنی تصدیق لکھکر اور نواب صاحب بہادر جنت آشیاں یوسف علیخاں بہادر مرحوم مغفور والئے ریاست رام پور کی مہر و دستخط مزین فرماکر وہ کاغذ روانہ کیا کہ حکیم محمد سعید الدین ہمارے ہاں ایام غدر میں رہے ہیں اور وہ خیر خواہ سرکار ہیں جب یہ کاغذ پیش ہوا اُسوقت بھی صاحب کو یقین نہ ہوا اور فرمایا کہ مسلمان مسلمان کے بچانے کی کوشش کرتا ہے اُس کو حاضر آنا چاہیئے تب تو مایوسی ہوئی (بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ)

چند باغی پکڑے گئے۔ ۸ رجون کو کارمیکل صاحب بدایوں پہونچے دوسری فوج کا ایک دستہ بریلی سے کرنیل ولکنس صاحب کے ساتھ آیا دونوں فوجوں نے دوسرے دن مراد آباد کی طرف کوچ کیا۔ پھر کچھ گانوں باغیوں کے جلائے گئے اور صاحب موصوف نے گنور و سہسوان کا دورہ شروع کیا اثناء دورہ میں

(بقیہ نوٹ صفحہ ۳۵۱) کہ اسی بڑی صفائی پر کچھ خیال نہ ہوا اور لیا امید حال بری ہو پھر بدایوں سے مسٹر کارمیکل صاحب بہادر مجسٹریٹ ضلع بدایوں کے یہاں روساء بدایوں نے محضر بنا کر پیش کیا اور انہوں نے تصدیق کر کے بھیجدیا کہ یہ شخص دہلی نہیں گیا تھا اور پھر بھی عذر غیر حاضری مسموع نہ ہوا الغرض والد ماجد کو بدایوں سے جانا پڑا جب والد یہاں سے گئے ہیں تب مایوسی ہم لوگوں کو تھی کہ اب دیکھئے سلامت آتے ہیں یا نہیں پھر دہلی پہونچکر یہ حاضر حضور صاحب مجسٹریٹ بہادر کے ہوئے انہوں نے دریافت کیا کہ تمہارا کیا نام ہے اپنا نام بتایا اور اپنی مہر کے کاغذات جو قبل غدر کے تھے اور ان پر مہریں تھیں پیش کیا کہ میری مہر میں محمد سعیدالدین ہے اور فتوے پر محمد سعید صرف مہر میں تھا۔ پھر تحقیقات کے لئے یہ معاملہ تحصیلدار دہلی کے سپرد ہوا ایک شخص کھتری باسیئے تحصیلدار دہلی کے تھے جب اُن کے پاس والد و دادا صاحب گئے تو وہ دیکھکر سروقد اُٹھ کھڑے ہوئے اُنہوں نے فرمایا کہ میں جناب حافظ یعنی ہمارے والد کے جد امجد کا شاگرد ہوں آپ کا کیا کام اُن سے سب قصہ کہا گیا اُنہوں نے تحقیقات کر کے خود جا کر صاحب سے کہا کہ یہ شخص اور ہیں اور یہ بمقام دہلی ایام غدر میں نہ تھے تب صاحب کا شک رفع ہوا اور اُس بلائے ناگہانی سے نجات پائی اور معافی بدستور قایم رہی

دو مشہور باغیوں کے گاؤں جلا دئیے اور بہت سے لوگوں کو قید کر لیا۔

۳ جون کو اسلام نگر پہونچے اور چند باغیان زخمی کو جو نواب رام پور کی فوج کے مقابلہ میں زخمی ہوئے تھے اُنکو گولی سے مار دیا۔ میجر کوک صاحب کی فوج چندوسی سے مراد آباد کوچ کر گئی اور قایم مقام مجسٹریٹ موصوف گنور اور سہسوان کا دورہ کرتے ہوئے شروع ماہ اگست میں بدایوں واپس آئے۔ اُس وقت سے اس ضلع کا بخوبی انتظام ہو گیا اور مال گذاری وصول ہونے لگی۔

اب دار و گیر کا بازار گرم ہوا جس شخص کی نسبت ثابت ہوا کہ اُس نے سرکار سے بغاوت کی تھی یا شریک تھا اُس کو سزائیں دی گئیں چنانچہ نقشہ ذیل سے باغیان سزا یافتہ کا شمار واضح ہوگا

تعداد اشخاص جو قتل کئے گئے	تعداد اشخاص جنکو پھانسی دی گئی	تعداد اشخاص جو دائم الحبس ہوئے	تعداد اشخاص جو میعادی قید ہوئے	تعداد اشخاص جن کے بید لگائے گئے	میزان کل اشخاص سزا یافتہ
۲۱ نفر	۱۱۷ نفر	۴ نفر	۱۲۵ نفر	۲۷۰ نفر	۵۳۷ نفر

نقشہ جائداد منضبطہ باغیان

	موضع مسلم	متفرق قطعات	
	۲۴ موضع	۴۰۵	

بموجب حکم گورنمنٹ نمبری ۲۴۷۵ مورخہ ۵ جولائی سنہ ۱۸۹۵ء بموجب قانون ایکٹ ۹ سنہ ۱۸۵۹ء عدالت اسپیشل کمیشن واسطے تحقیقات و تجویز دعاوی جائداد جو بنام نہاد باغیان قرق ہوئی تھی بمقام مرادآباد قایم ہوئی اس ضلع کے مقدمات بھی وہیں فیصل ہوئے۔ نقشہ ذیل سے نتیجہ معلوم ہوگا۔

تعداد مقدمات جو اسپیشل کمیشن میں دائر ہوئے		تعداد مقدمات جن میں کل جائداد مستغاثہ بحق سرکار ضبط ہوئی		وہ مقدمات جن میں دعویٰ دعویداران کلی ڈگری ہوا اور بعض حصہ جائداد بحق سرکار ضبط رہا		جن میں دعوے مدعی کلیۃً ڈگری ہوا معہ واصلات		جن میں بعض حصہ دعویٰ نامنظور ہوا اور بعض حصہ ڈگری ہوا		دعاوی جو ناقابل سماعت قرار پائے اور نامنظور ہوئے	
تعداد مقدمہ	قیمت مالیت جائداد	تعداد مقدمہ	قیمت جائداد	تعداد مقدمات	قیمت	تعداد مقدمات	قیمت	تعداد مقدمات	قیمت	تعداد مقدمات	قیمت
۱۰۹	۹۷۰۰۸ روپیہ	۴۱	۶۷۸۰۰ روپیہ	۶	۷۶۴۵ روپیہ	۷	۶۵۰۴ روپیہ	۱۹	۴۴۸۲ روپیہ	۳۶	۱۵۷۷ روپیہ

جو حقیت باغیوں کی ضبط ہوئی اُس کا بڑا حصّہ اُن لوگوں کو عطا ہوا جو خیرخواہ خیال کئے گئے۔ اور بقیہ جائداد ایک لاکھ پندرہ ہزار دو سو باسٹھ روپیہ کی نیلام کی گئی۔ اور جو تھوڑی باقی رہی وہ قبضہ سرکار میں رہی جیسا نقشہ ذیل سے واضح ہوگا۔

تفصیل حقیت جو ضبطی میں رہی اور واگزاشت نہ ہوئی		تفصیل حقیت جو خیرخواہوں کو دی گئی		تفصیل حقیت جو نیلام ہوئی			تفصیل جائداد جو خیرخواہوں کو دیکر اور بعد نیلام باقی رہی	
مسلم	قطعات	مسلم	قطعات	مسلم	قطعات	زر نیلام	مسلم	قطعات
۲۲ موضع	۳۱۸	۲۱ موضع	۸۲	۱ موضع	۲۴۵	۱۱۷۰۳۴	۰	یک

علاوہ حیثیت مذکورہ کے مکانات اور زیور طلائی و نقرئی باغیوں کا ضبط سرکار ہو کر نیلام ہوا۔ چنانچہ نقشہ ذیل سے مفصل معلوم ہوگا۔

تعداد مکانات جو ضبط ہوئے	تعداد مکانات نیلام شدہ		مکانات جو نیلام سے باقی رہے	تعداد زر نیلام زیور ضبط شدہ	میزان کل
	تعداد قطعات	تعداد زر ثمن نیلام			
۵۳۶	۵۳۶	۲۲۱۲۵	×	۱۰۵۵۵	۵۲۷۰۰

علاوہ اس کے بیس ۲۰ ہزار روپیہ باشندگان شہر خاص بدایوں سے بطور تاوان کے لیا گیا اور نو ہزار تین روپیہ سکنائے بدایوں کو اور ایک ہزار تین سو تین روپیہ سکنائے داتا گنج کو اور دو سو بیالیس روپیہ سکنائے سہسوان کو اور ایک سو تین سکنائے گنور اور ۴۸ روپیہ سکنائے بسولی کو عوض نقصان کے مرحمت ہوا۔ اور واضح رہے کہ ایام غدر ۱۸۵۷ء میں سرکاری خزانہ سے رقومات مفصلہ ذیل جو بلوائیوں نے غارت کردیں وہ نقشہ ذیل سے واضح ہونگی۔

نام تحصیل	تعداد مال مغروقہ	نام تحصیل	تعداد مال مغروقہ	کیفیت
خزانہ صدر کچہری کلکٹری بدایوں	یک لک [illegible]	خزانہ گنور	[illegible]	
خزانہ بسولی	[illegible]	تحصیل بدایوں	[illegible]	
تحصیل سہسوان	[illegible]	تحصیل داتا گنج	[illegible]	

میزان کل یک لک [illegible]

پس از روئے حساب جسقدر رقومات جرمانہ و حرجانہ و زر نیلام جائداد منقولہ و غیر منقولہ سے وصول ہوئیں اُس کی تعداد دو لک ۲ ہزار پانچسو دو روپیہ ہوئے اور سرکاری نقصانات خزانہ جات کا تخمینہ یک لک اونیس ہزار چھ سو ننانوے روپیہ چودہ آنہ

سات پائی تھا اس حساب سے تریسٹھ ہزار آٹھ سو دو روپیہ ایک آنہ ۵ پائی زائد وصول کئے گئے اور علاوہ اُس جائداد کے جو خیر خواہی میں ضبط ہو کر عنایت کی گئی ۔

بدایُوں بعد غدر

غدر کے متعلقین کی جزا اور سزا کی گرم بازاری کے بعد مسٹر کارمیکل صاحب بہادر ولایت تشریف لے گئے اُس کے بعد ضلع کا انتظام مسٹر واٹر فیلڈ آخر اپریل سنہ ۱۸۶۳ء تک کرتے رہے بعد یکم مئی سنہ ۱۸۶۳ء لغایت ۳۱ اکتوبر سنہ ۱۸۶۳ء تک مسٹر کلارک کلکٹر و مجسٹریٹ رہے ۔ انہیں سنین میں قحط نمودار ہوا شروع اگست سنہ ۱۸۶۰ء میں نرخ غلہ گندم ۱۰ سیر فی روپیہ بوزن اسّی روپیہ کلدار ہو گیا تھا جسکا وزن چھیانوے روپیہ کے سیر سے چھٹانک کم سوا آٹھ سیر اور غلہ جَو کا ۱۳ سیر وزن اسّی کلدار سے اور چنا پونے دس سیر اور باجرہ پونے تیرہ سیر اور چاول ساڑھے نو سیر فروخت ہوا ۔ ستمبر سے فروری سنہ ۱۸۶۱ء تک غلہ کا نرخ اسی قدر یا کچھ کم رہا ۔ مارچ سنہ ۱۸۶۱ء سے ساڑھے بارہ سیر بوزن سرکاری گندم فروخت ہوا اور اکتوبر سنہ ۱۸۶۱ء میں ۱۲ سیر تک فروخت ہوا ۔ امدادی کام اس قحط میں جاری ہوا اور اُس میں ایک ہزار نو سو اُنتالیس روپیہ دس آنہ ۶ پائی چہ اسی ہزار پچاسی محتاجین پر صرف ہوئے فی آدمی ساڑھے گیارہ پائی اوسط پڑا اور دو ماہ تک قحط سالی کا کام جاری رہا ۔ مرمت سڑک بریلی کا کام بھی اسی قحط سالی میں ہوا جو لوگ لائق مزدوری نہ تھے وہ محتاج خانہ بدایوں میں اور دیگر مقامات میں

رکھے گئے۔ ستمبر سنہ ۱۸۶۱ع میں محتاج خانہ بند ہوگئے۔ پردہ نشین عورتوں کو بھی ایک خاص قسم کی مدد دی گئی۔ سوت کاتنے کے واسطے دیا گیا اور وہ سوت بازار میں فروخت ہو جاتا تھا۔ چار سو بارہ عورتیں پردہ نشین تھیں اُن کی پرورش میں چھپن ۵۶ روپیہ چودہ آنہ صرف ہوا۔ اور سوت کی قیمت ۴۲ روپیہ وصول ہوئی۔ دیگر کام محتاجوں سے مثل دری نواڑ بُننے کا لیا گیا جو نہایت کمزور تھے اُن کی آمدنی معہ ۵ ۱ر۶ ہوئی۔ قحط زدوں کی پرورش کو ضلع سے چندہ ماہواری دو ہزار پانچسو دو روپیہ چھ آنہ چھ پائی اور یکمشت چندہ تین سو پینسٹھ روپیہ ۲ر۶ پائی جملہ دو ہزار آٹھ سو سڑسٹھ روپیہ خزانہ وصول ہوا اور سرکار نے دو ہزار سات سو اکہتر روپیہ پندرہ آنہ اور سنٹرل کمیٹی آگرہ نے اٹھارہ ہزار روپیہ عنایت کئے اور ایک سو اکیاسی روپیہ سات آنہ نو پائی آمدنی متفرقات ہوئی جملہ تیئیس ہزار آٹھ سو اکیس روپیہ پندرہ آنہ نو پائی ہوا۔ منجملہ اُس کے اکیس ہزار ایک سو چھ ۱۰۶ روپیہ تیرہ آنہ چار لک اناسی ہزار نوسو چھبیس محتاجوں کی پرورش میں صرف ہوا۔ اس سال کے قحط میں جرایم ڈاکہ زنی وغیرہ نہیں ہوئے اور نہ باشندگان کی طرف بھاگے بلکہ مارواڑ کی طرف سے کچھ آدمی اس ضلع میں آئے اور یہاں ہی رہنے لگے۔ علاوہ اس کے سنٹرل کمیٹی آگرہ نے پندرہ ہزار روپیہ بغرض دئے جانے تقاوی کاشتکاروں کو عطا کیا۔ دوسو اڑسٹھ دیہات میں یہ تقاوی تقسیم ہوئی اور بعد کو یہ معاف کر دی گئی اوسط فی کس باشندگان دیہات کے حساب سے جس کو دی گئی تھی چار روپیہ آٹھ آنہ فی کس ہوئی۔ ٹھاکروں کی زمینداری میں پرگنہ سہسوان کے ساٹھ گانوں میں جو خراب تھے دس ہزار

اڑتیس روپیہ پندرہ آنہ ۶ پائی مال گذاری ایام غدر ۱۸۵۷ء سے جو باقی چلی آتی تھی وہ معاف ہوگئی۔ لیکن اس سال کی قحط کی مال گذاری کچھ معاف یا ملتوی نہ ہوئی۔ یکم نومبر سنہ مذکور سے سپر ضلع کا چارج مسٹر کارنیگیل کو ملا۔ آپ کے اس زمانہ کے عہد حکومت میں قابل تذکرہ عشرہ محرم کا واقعہ ہے جو ۱۸۶۳ء میں گذرا۔ ایک کوچہ حسینی گلی کے نام سے مشہور ہے وہاں قدیم سے شہر کے تعزیہ دار علم و محرم کو لیکر معہ مجمع کثیر و ماتم و باجے کے جاتے ہیں اور اُس گلی میں ایک مندر ہندوؤں کا ہے اتفاقاً جب علم و مجمع وہاں پہونچا تو ایک درخت نیب جو مندر میں واقع تھا اُس کی شاخیں راستہ میں علموں کے سیدھے لیجانے میں حارج تھیں مسلمان تعزیہ داروں نے اصرار کیا کہ یہ شاخیں کٹوا دی جائیں سپرنٹنڈنٹ پولیس نے صاحب مجسٹریٹ ضلع کو اطلاع دی اُنہوں نے یہ حکم دیا کہ شاخ ہائے نیب کاٹی نہ جائیں۔ لیکن عوام جہال نے نہ مانا اور کچھ لوگ درخت پر چڑھ گئے اور رسّی شاخوں میں ڈالکر یا حسین کہکر وہ شاخیں نیب کی توڑ ڈالیں۔ اُسوقت صاحب سپرنٹنڈنٹ نے بوجہ اندیشہ بلوہ کے سکوت اختیار کیا الا اُس کے دوسرے دن حکم مجسٹریٹ ضلع کا ہوا کہ سب تعزیہ دار اور جو سرغنہ اُن لوگوں کے ہیں وہ طلب ہوں اور مچلکے لئے گئے۔ اب شب عشرہ کو تعزیہ داری بند ہوگئی۔ پھر اُس حکم کا اپیل تا بہ لفٹنٹی گیا لیکن کچھ نہ ہوا گورنمنٹ نے یہ حکم دیا کہ مجسٹریٹ نے تمہاری تعزیہ داری بند نہیں کی تھی تم نے خود تعزیہ نہ نکالے اب کوئی دوسری تاریخ مقرر نہیں ہوسکتی ہے الغرض اُس سال عشرہ محرم نہ ہوا عوام الناس کو بہت رنج والم ہوا اور تعزیہ اُن کے گھروں میں ویسے ہی رکھے رہے۔ دوسرے

سال صاحب سے لوگوں نے کہا کہ حضور ہمارے تعزیہ سال بھر سے ویسے ہی رکھے ہیں ہم لوگ دعا کریں گے کہ حضور کے اور بالوگ پیدا ہو حضور ہمارے پچھلے نہیں ہم کوئی نافرمانی حکم میں نہ کریں گے اور اجازت مثل شد آمد قدیم کے ہمکو تعزیہ داری و علم داری کی عطا کریں صاحب بہادر نے رحم فرما کر اُن کی درخواست قبول فرمائی اور خود اپنی جیب سے کچھ صرف کر کے ایک سبیل شربت شکر کی کرادی اُس سال کثرت سے مجمع ہوا کہ کبھی عشرہ میں اسقدر نہ ہوا تھا اور بخیر و خوبی وہ عشرہ تمام ہوا عوام الناس صاحب کو اور اُن کی میم صاحبہ کو دعائیں دیتے تھے حسن اتفاق سے اُسی سال صاحب مجسٹریٹ بہادر کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا تو سب لوگ تعزیہ دار صاحب بہادر کو مبارکباد دیکر کہتے تھے کہ ہماری اس دعا کا اثر ہے جبتک مسٹر کارمیکل صاحب رہے عشرہ محرم خوب ہوتا رہا اور کسی ہندو مسلمان میں کبھی کوئی رنجش نہ ہوئی۔ مسٹر کارمیکل صاحب کو اہالیان بدایوں سے اور بدایوں والوں کو اُن سے بہت اُنس رہا بعدہ مسٹر کارمیکل اعلےٰ عہدہ پر ترقی پا کر جو آخر میں صدر بورڈ ہوئے) ۱۸۸۱ء میں یہاں سے تشریف لے گئے اور حسب ذیل کلکٹر ضلع تشریف لائے چونکہ ان صاحبان کے وقت میں کوئی خاص واقعہ قابل تذکرہ نہیں ہے اس لئے ایک مختصر فہرست لگا دینا ہم کافی سمجھتے ہیں۔

فہرست صفحہ آیندہ پر ملاحظہ ہو

نمبر شمار	نام کلکٹر	تاریخ آمد	تاریخ چھوڑنے ضلع کی	کیفیت
۲۵	مسٹر ایس ایس ملول	مارچ سنہ ۱۸۷۰ء	اپریل سنہ ۱۸۷۳ء	
۲۶	مسٹر ایم ڈبلو سینڈمس	اپریل سنہ ۱۸۷۳ء	اپریل سنہ ۱۸۸۱ء	یہ کلکٹر بہت ہوشیار اور تجربہ کار تھے ان کے عہد میں میونسپلٹی بدایوں کو بہت رونق ہوئی انہوں نے کل شہر کے اندر گلی اور کوچہ میں پختہ کھرنجہ اور نالیاں میونسپلٹی کے صرف سے تعمیر کرائیں اور صفائی میں بہت ترقی ہوئی انہیں کے عہد (۱۸۷۸ء) میں ایک قحط عظیم واقع ہوا بہت کثرت سے آدمی فوت ہوئے۔ اگرچہ صاحب موصوف نے بہت کچھ مدد قحط زدوں کی کی اور محتاج خانہ جاری کیا تاہم کثرت اموات سے مردم شماری کم ہوئی جسکا مفصل حال مردم شماری کے حالات میں لکھا گیا ہی۔ ذائر صاحب

نمبر	نام کلکٹر	تاریخ آمد	تاریخ چھوڑنے ضلع کی	کیفیت
				اسوقت جاینٹ مجسٹریٹ تھے اُنھوں نے کلکٹر ضلع کے خلاف گورنمنٹ کو اطلاع دی تھی کہ انتظام قحط کا عمدہ نہیں ہوا اسپر صاحب ضلع سے دریافت ہوا اُنھوں نے مناسب جواب گورنمنٹ میں بھیجدیا اسپر صاحب ضلع اور جاینٹ مجسٹریٹ صاحب میں نااتفاقی ہوگئی آخر کار جنٹ مجسٹریٹ موصوف تبدیل ہوگئے - ان کے عہد کا ایک اور واقعہ قابل تذکرہ ہی - سینڈرس صاحب بہادر کو ایک روز بعد کھانا کھانے کے قی ہوئی ڈاکٹر صاحب نے زہر کا اثر تجویز کیا ممتحن کیمیا نے قے کے اجزا زہر کے بتلائے پولیس نے تحقیقات شروع کی مولا نامی جو صاحب کے باورچی خانہ میں اپنے باپ کے پاس

نمبر	نام کلکٹر	تاریخ آمد	تاریخ چھوڑنے ضلع کی	کیفیت
				کام کرتا تھا پولیس کے روبرو اُس نے بیان کیا کہ ابوسعید خاں نامی ساکن سرائے جالندہری نے ایک پڑیا دی تھی کہ صاحب کے کھانہ میں ڈال دو اُس کے بیان پر ابوسعید خاں ماخوذ ہو کر سپرد فوجداری ہوئے تحقیقات کامل اس مقدمہ کی ہوئی پولیس نے وجہ زہر دینے کی یہ ظاہر کی تھی کہ ابوسعید خاں نے ایک اپنے رشتہ دا کی ضمانت نیک کی تھی جو قید میں تھے ۔ یہ امر صاحب مجسٹریٹ کو ناگوار تھا اور وہ اُس سے ناراض ہوئے تھے اسپر ابوسعید خاں نے اپنے محلہ کے رہنے والے لڑکے یعنی مولا سے زہر دلوایا الا مسٹر سینڈس صاحب نے اپنے اظہار حلفی میں اپنا شبہ ابوسعید خاں

نمبر	نام کلکٹر	تاریخ آمد	تاریخ چھوڑنے ضلع کی	کیفیت
				پر ظاہر نہ کیا تھا اور کوئی شہادت بجز اقبال مولا ملزم کے نہ تھی مولا بعبور دریائے شور سزایاب ہوا ابوسعید خاں بری کیئے گئے اور صاحب بہادر بھی زہر کے اثر سے ماموں رہے - انہیں کے عہد مجسٹریٹی میں جنرل نیاز محمد خاں جنکا ذکر ہم حالات غدر میں لکھ آئے ہیں اور جو بعلت بغاوت مفرور تھے گرفتار ہوکر واسطے تجویز و تحقیقات کے سپرد فوجداری ہوئے اور اُن کے مقدمہ کی پیروی کیلئے مسٹر کارمیکل صاحب بطور پبلک پراسیکیوٹر مامور کیئے گئے اور نیاز محمد خاں پر جرم ثابت ہوکر سزائے موت تجویز کیگئی لیکن ہائی کورٹ سے حبس دوام بعبور دریائے شور کی سزا قایم رہی - چنانچہ وہ جزیرہ انڈمان

نمبر شمار	نام کلکٹر	تاریخ آمد	تاریخ چھوڑنے ضلع کی	کیفیت
				کو بھیجے گئے اور وہیں اُن کا انتقال ہوگیا
۲۷	مسٹر جی ایڈمس	اپریل ۱۸۶۱ء	فروری ۱۸۶۳ء	
۲۸	مسٹر سی الیف ہال	فروری ۱۸۶۳ء	۲۵ دسمبر ۱۸۶۴ء	
۲۹	مسٹر سی ای کانی بیر	۲۶ ستمبر ۱۸۶۴ء	۲۶ اکتوبر ۱۸۶۴ء	
۳۰	مسٹر سی الیف ہال	۲۷ اکتوبر ۱۸۶۴ء	۲۶ ستمبر ۱۸۶۵ء	
۳۱	مسٹر سی ای کانی بیر	۲۷ ستمبر ۱۸۶۵ء	۱۶ نومبر ۱۸۶۵ء	
۳۲	مسٹر سی الیف ہال	۱۷ نومبر ۱۸۶۵ء	۲۴ مارچ ۱۸۶۶ء	

عشرہ محرم و دسہرہ کا اقتران (۱۸۶۵ء)

چونکہ بدایوں کی تاریخ میں یہ واقعہ خاص سمجھا جاتا ہے اس لئے فہرست سے علیحدہ اس کو ہم خاص طور پر تفصیل سے بیان کرنا چاہتے ہیں کیفیت یہ ہے کہ اس وقت مسٹر کانی بیر قایم مقام مجسٹریٹ ضلع تھے اہلِ ہنود قدیم سے رسم دسہرہ اس طرح ادا کرتے تھے کہ موضع بنگلہ مشرقی میں شہر سے باہر رام لیلا بناکرتا تھا اور چودھری محلّہ سے ایک روز کچھ سامان دسہرہ کا جاتا تھا اور بنگلہ میں دسہرہ کے دن راون و لیلا جلائی جاتی تھی اور کچھ گولے آتشبازی کے چھوڑ دیتے تھے پھر دوسرے بازار میں ہوکر لوٹ آتے تھے الادنل روز برابر کوئی رسم شہر سے نہیں نکالی جاتی تھی اب جب محرّم کا عشرہ ایّام دسہرہ میں پڑگیا تب

مسلمانوں نے کہا کہ ایّام عشرہ میں اہلِ ہنود کے یہاں ناچ رنگ بھی نہیں ہوتا نہ ان ایّام میں وہ خوشی کا باجہ بجاتے ہیں اور نہ کبھی روزانہ دسہرہ نکلا کرتا ہے اہلِ ہنود ہمارے دل دکھانے کو رسم جدید کرنا چاہتے ہیں اور اہلِ ہنود نے بیان کیا کہ ہم دس روز برابر نکالا کرتے ہیں اور باجا و تماشا بازار سے لیجاتے ہیں یہ قضیہ درمیان اہلِ ہنود و مسلمانوں کے در پیش تھا صاحب مجسٹریٹ بہادر نے کہا کہ اچھا اہلِ ہنود میں سے ایک شخص اور مسلمانوں میں سے ایک شخص منتخب کرو وہ جو فیصلہ کردیں اُس کے بموجب فریقین کاربند ہوں یہ سب ہنود و مسلمانوں نے فرقہ اہلِ ہنود سے لالہ گنگا رام بقّال کو جو پدر بزرگوار لالہ پہلادی لال آنریری مجسٹریٹ حال کے تھے اور بڑے دیانت دار اور مسن تھے اور مسلمانوں کے گروہ نے راقم الحروف کو انتخاب کیا اور اقرار نامہ صاحب مجسٹریٹ بہادر کے روبرو لکھدیا کہ یہ دونوں شخص جو فیصلہ کردیں وہ منظور ہوگا قصہ مختصر مجھکو صاحب مجسٹریٹ بہادر نے فوراً طلب کیا اور لالہ گنگا رام صاحب بھی جو ممبر میونسپل بدایوں نے تھے بلائے گئے اور صاحب کے بنگلہ پر ہر دو گروہ کے لوگ سربرآوردہ جمع ہوئے ایک کمرہ میں علیحدہ میری اور لالہ موصوف اور صاحب مجسٹریٹ بہادر کی دیرتک گفتگو ہوتی رہی جب لالہ گنگا رام سے صاحب نے دریافت کیا کہ تمہارے مکان کے قریب سے ہمیشہ دس روز برابر دسہرہ نکالا جاتا تھا اُنہوں نے سچ بات کہی کہ نہیں صرف ایک روز پہلے دن جایا کرتا تھا اور پھر جب دسہرہ جل چکتا تھا تب راج گدّی والے دن چند اشخاص شہر کے جاکر واپس لاتے تھے تب صاحب نے کہا اب کیا وجہ ہے کہ مسلمانوں کے عشرہ میں

یہ بات جدید پیدا کیجاتی ہی انہوں نے کہا کہ بعض مفسد لوگ ہیں وہ نہیں مانتے میں نے کہا کہ لالہ صاحب یہ فساد مٹانا بہتر ہی یا بلوہ ہوجانے میں دونوں فریق سے جیل خانہ بھروانا منظور ہی لالہ نیاک سیرت نے فرمایا کہ صاحب تم جانتے ہو کہ اگر میں پنچ بات کہکر فیصلہ کروں تو مجھکو سب اہل ہنود کہیں گے کہ مذہب سے خارج ہوگیا اور برادری سے خارج کردیں گے میں نے کہا تو کیا فیصلہ نہ لکھا جائے اُسوقت صاحب بہادر نے فرمایا کہ جب تم پنچ مقرر ہو گئے تو اب تمکو جو مناسب اور سچ واقعات معلوم ہوں اُنکو لکھکر فیصلہ مجھکو دیدو ۔ جو منحرف ہوگا ہم اُس کو اُس سے انحراف نہ کرنے دیں گے پھر میں نے اور لالہ نے فیصلہ لکھّا اور اُس میں دو دن دسہرہ کے واسطے اہل ہنود کو دئے اور اُس میں کچھ شرائط قایم کیں اور وقت مختلف ہر دو فریق کے لئے مقرر کئے اور میں نے اپنے دستخط کئے اور صاحب بہادر نے اپنے دستخطوں سے مزیّن فرمایا اور باہر آکر سبکو فیصلہ سنا دیا اسپر بعض اہل ہنود ناراض ہوئے اور اُنہوں نے عوام الناس کو منع کر دیا کہ تم کچھ رسم دسہرہ کی نہ کرو ہم اپیل کرینگے پھر مسلمان تو اپنا عشرہ محرّم برابر حسب ہدایت کرتے رہے اہل ہنود نے اُس سال کچھ نہیں کیا جیسا کہ مسلمانوں نے مسٹر کارمیکل صاحب مجسٹریٹ کے زمانہ میں اپنی جہالت سے کچھ نہ کیا تھا اور استغاثہ وغیرہ کیا لیکن کچھ نہ ہوا اس سال رسم دسہرہ ہنود نے ادا نہیں کی

نمبر	نام کلکٹر	تاریخ آمد	تاریخ چھوڑنے ضلع کی	کیفیت
٣٣	مسٹر ڈیلا لیمب	٢٥ مارچ سنہ ١٨٨٦ع	دسمبر سنہ ١٨٨٦ع	چونکہ ان مجسٹریٹ رفقیہ کیفیت بعنوان آئینہ

صاحب بہادر (نمبر ۳۳) کے زمانہ میں جب عشرہ محرم اور دسہرہ کا وقت آیا تو وہی مرحلہ جو ۱۸۸۵ء میں مسٹر کانی بیر کو پیش آیا تھا اب مکرر ۱۸۸۶ء میں نمودار ہوا انہوں نے مسٹر کانی بیر کے انتظام سال گذشتہ کو بدلنا چاہا اور اس غرض سے جب ایام دسہرہ و محرم کے قریب آئے عمائد اہل اسلام و ہنود کو فراہم کیا اور کمیٹی کی اور اپنے پیشرو کے حکم کو اپنے حکم کے ذریعہ منسوخ کرکے دونوں فریقوں کو دس روز برابر اپنے اپنے مراسم ادا کرنے کا حکم دیا گویا یہ حکم ایسا تھا جس سے دونوں فریق میں بلوہ بوجہ اجتماع ضدین ہونا لابدی تھا اُس پر مسلمانوں نے اعتراض کیا کہ سال گذشتہ کا فیصلہ کیوں منسوخ ہوتا ہی منسوخی سے قبل بعد تحقیقات یہ ثابت ہونا چاہیئے پہلے کسی وقت میں اس طرح سے رسم دسہرہ شہر کے اندر سے نکلی ہی لیکن قریب نصف عشرہ محرم کے یعنی ۵ محرم الحرام تک اہل ہنود اپنے باجے و سنکھ وغیرہ روزانہ دسہرہ میں لیجاتے اور لاتے رہے اور مسلمانوں نے کچھ نہ کہا صبر سے بیٹھے رہے الا پانچ تاریخ کو بہت سے جاہل مسلمان آمادہ فساد ہوکر محلہ براہم پور کے قریب جمع ہوئے کہ ہم شہر کے اندر نہ آنے دیں گے تب مجسٹریٹ نے بغرض انتظام شہر کے عمائد مسلمانوں کو اپنے بنگلہ پر طلب کیا عجب مشکل پڑی کہ عوام الناس پر کچھ اختیار شہر کے معزز اشخاص کا نہیں ہی کیا کیجیئے انہوں نے اپنی مجبوری ظاہر کی تب مجسٹریٹ صاحب نے ایک عجیب حکم جاری کیا یعنی ایکٹ ۵ ۱۸۶۱ء کے اختیارات شہر کے روسا کو عطا فرمائے اور چونکہ راقم الحروف تعطیل کی وجہ سے شاہجہانپور سے بدایوں آیا ہوا تھا مجھکو بھی ایک پروانہ ملا کہ تمکو اختیارات سب انسپکٹر پولیس کے بغرض

انسداد بلوہ دئے گئے ۔ چودہری محمد اصغر علی رئیس کھیڑہ بزرگ و خان بہادر شیخ انتظام الدین رئیس شیخوپور کوال پکڑی کے اختیارات ملے ۔ علاوہ انسپکٹر اور سب انسپکٹروں کے بہت سے لوگ ہیڈ کانسٹبل بنائے گئے حتے کہ بہت سے رئیسوں کے لڑکوں کو کانسٹبل بنایا اور ڈنڈا پیٹی عطا کی گئی اسی اثنا میں مجھکو اور چودہری اصغر علی صاحب مرحوم اور شہر کے دیگر شرفا کو صاحب بہادر نے بنگلہ پر طلب کیا جب ہم صاحب بہادر کے بنگلہ میں داخل ہوئے ارشاد ہوا کہ کرسی پر بیٹھو ہم نے اور چودہری موصوف نے عرض کی ہم لوگ کرسی پانے کے قابل نہیں ہیں اس وقت سب انسپکٹر کی حیثیت سے طلب ہوئے ہیں اور یہ التماس کی کہ ہم نہ تعزیہ دار اور نہ بدمعاشوں اور مفسدوں کے گروہ کی سردار پھر کیا وجہ ہے جو ایکٹ ۵ سنہ ۱۸۶۱ء کی دفعات کا نفاذ ہم پر ہوا اگر ہم لوگ ایسے ہوتے تو فہرست دربار نواب لفٹننٹ گورنر بہادر میں ہمارا نام قایم نہ رکھا جاتا بعد اس عشرہ کے ہم ضرور اپنی گورنمنٹ عادل کے حضور میں استغاثہ کریں گے ہماری بے عزتی اس درجہ ہوئی جس کے ہم لایق نہ تھے تب صاحب نے جواب دیا کہ ہم نے تمکو انتظام محرم کے واسطے یہ اختیارات دئے ہیں عرض کیا گیا کہ عوام الناس تعزیہ و علم نکالنے سے انکار کرتے ہیں ہم کیا انتظام کریں پولیس انتظام کر سکتی ہے یا جو تعزیہ داروں کے گروہ کے آدمی ہوں ان کو آپ یہ عہدہ عطا فرمائے غرض بہت دیر تک گفتگو ہوتی رہی پھر صاحب موصوف نے کہا کہ ہم ٹون ہال میں چلتے ہیں اور بہت سے اشخاص اہل ہنود و مسلمانوں کو وہاں بلاتے ہیں آپ بھی تشریف لائیے حکم حاکم مرگ مفاجات کا

مصداق خیال کرکے ہم لوگ اُس کمیٹی میں گئے حالانکہ ہم ممبر بھی نہ تھے مگر اسقدر خطاوار تھے کہ مسٹر کانی بیر کے وقت میں ہم نے محرم کا تصفیہ کیا تھا کمیٹی میں صاحب مجسٹریٹ نے بحدت فرمایا کہ میں مسٹر کانی بیر نہیں ہوں تم نے اُس کو دھوکہ دیکر سال گذشتہ میں فیصلہ کر دیا میں نے عرض کیا کہ حضور مسٹر کانی بیر صاحب اب شاہ جہاں پور کے مجسٹریٹ ہیں جس کی آبادی قریب ۸۰ ہزار کے ہے اور حضور اس شہر کی آبادی ۳۵ ہزار پر حکمراں ہیں اُنکی نسبت ایسے الفاظ کہ وہ دھوکہ کھانے والے ہیں نہ فرمایئے میری نسبت اس وجہ سے کہ میں رعایا فرمانبردار گورنمنٹ کا ہوں اور آپ ہمارے حاکم ہیں جو الفاظ رکیک استعمال کریں میں برداشت کرسکتا ہوں الا میں دھوکہ دینے والا نہیں ہوں اب جو آپ فرماویں وہ عرض کروں ارشاد ہوا کہ صرف یہ امر تنقیح طلب ہی کہ آیا قدیم سے رسم دسہرہ دس روز برابر باجے کے ساتھ شہر میں ہوتی ہی یا نہیں ایک فریق کہتا ہی کہ ہمیشہ دسہرہ باجہ کے ساتھ شہر میں نکلتا ہی اور دوسرا کہتا ہی کہ نہیں ہم کس فریق کے قول کو قبول کریں کوئی شہادت باوقعت اور آزاد موجود نہیں ہی میں نے کہا کہ مسٹر کارمیکل صاحب و جان لارنس صاحب و مسٹر بولڈرسن صاحب اور دیگر صاحبان مجسٹریٹ اسوقت تک زندہ ہیں آپ تار کا خرچ مسلمانوں سے لیجئے اور اُن سے دریافت فرمایئے کہ اُن کے عہد حکومت میں کبھی انتظام دسہرہ دس روز ہوا یا صرف دو روز اُس پر جواب دیا کہ یہ امر دیر طلب ہی اس وقت کیا انتظام ہونا چاہئے اس پر یہ کہا گیا کہ ہندو مسلمانوں میں سے ایک ایک عمر رسیدہ شخص کو جسکو

ہر فریق ایمان دار سمجھے انتخاب کیا جائے اور اُس کی حلفی شہادت لی جائے
اُس کے بعد فیصلہ کیا جائے اُسوقت لالہ ہر پرشاد نقال سے صاحب نے
دریافت کیا کہ تمکو منظور ہے انہوں نے انکار کیا اور کہا کہ سال گذشتہ میں لالہ
گنگا رام کو کیا تو انہوں نے ہمارے خلاف فیصلہ کیا اب جس کسی ہندو کو ہم
نامزد کریں گے وہ بوجہ دباؤ مسلمانوں کے ہمارے خلاف فیصلہ کردے گا۔
پھر مسلمانوں نے کہا کہ حضور ہمارے اور لالہ کے مچلکے لے لیں اور اقرار نامہ لکھا لیا
جائے کہ اس وقت یہ دسہرہ برابر جس شدومد سے چاہیں نکالیں لیکن جب
کامل تحقیقات بعدکو ہو اور ثابت ہو کہ یہ امر جدید تھا تو ہماری قید دو دو سال
کی اور مچلکہ ضبط ہو ورنہ ان لالہ کی قید ہو اور مچلکہ ضبط ہو اس وقت دفع الوقتی
کردی جائے اس بات پر مجسٹریٹ بہادر نے لالہ سے دریافت کیا کہ کیوں تمکو
منظور ہے تب انہوں نے انکار کیا اُس وقت صاحب بہادر جنکی طبیعت مغلوب الغضب
واقع ہوئی تھی اہل ہنود کی طرف سے برہم ہوئے اور اپنے حکم سابق کو ترمیم
کرنے کو آمادہ ہوئے غرضکہ بہت سی گفتگو اُس کمیٹی میں ہوتی رہی آخرش
نتیجہ یہ ہوا کہ صاحب مجسٹریٹ بہادر نے یہ حکم دیا کہ سنکھ وغیرہ نہ بجے اور مثل
مرثیہ خوانوں کی شبیہ بنا کر سنگاسن پر بیٹھکر رامائن پڑھتے ہوئے نہ نکلیں ا
عشرہ محرم کی سبیلوں کی نقل جو راستہ میں شربت وغیرہ تقسیم کرنے کی دسہرہ
میں کی گئی تھی وہ نہ ہو اور وقت خاص مقرر کردیا بہت سی ترمیم اپنے حکم
سابق میں کی مسلمانوں کو اجازت دی کہ تم اپنی علمداری و تعزیہ داری مثل
شدومد قدیم کے کرو اسپر بھی فریقین کے جہال رضامند نہ تھے اسوقت ہندو

مسلمان عمایدِ دونوں فریق کو سمجھاتے تھے لیکن وہ کب مانتے تھے تب مسلمانوں کو راقم الحروف نے سمجھایا کہ اب تمہارے موافق حکم ہوگیا تم مجمع متفرق کرو تب خدا خدا کرکے اُس روز اندیشہ فساد فرو ہوا اور جو پانچ روز سے ماتم وغیرہ شہر میں بند تھا وہ بجنا شروع ہوگیا اور نشان نکلنے لگے اب عشرہ محرم کے صرف پانچ روز باقی رہ گئے تھے ان بقیہ ایّام عشرہ میں مسلمان تعزیہ داروں نے صاحب مجسٹریٹ بہادر کے حکم سے خوب فائدہ اُٹھایا جس طرح پانچروز اوّل حصّہ عشرہ میں اہلِ ہنود نے سبیلوں وغیرہ کی نقل بناکر اور باجہ بجا بجا کر تعزیہ داروں کا دل دکھایا تھا اب انہوں نے رات و دن نشان و جھنڈی و علم و تعزیہ نکالنے میں زیادتی کی ۸ محرم الحرام کو حسینی گلی میں جہاں ہندو بکثرت آباد ہیں اور جہاں سے علم نکلا کرتے ہیں بہ اجازت مجسٹریٹ ضلع کھانا پکواکر مثل پلاؤ و روٹی و گوشت وغیرہ علموں کے ساتھ واسطے خیرات کے لے گئے عوام الناس نے وہاں کھانا کھاکر ہڈیاں سڑک پر ڈالیں لیکن میونسپلٹی کے لوگوں نے اُن کو نہیں اُٹھایا بعض اہلِ ہنود نے مجسٹریٹ کو لاکر دوسرے روز دکھایا کہ ہمارے گھروں کے سامنے ہڈیاں ڈالی گئیں یہ امر صاحب مجسٹریٹ بہادر کی ناخوشی کا سبب ہوا۔ بہرحال ۱۸۶۵ء کا محرم بخیریت گذر گیا اور کوئی فساد نہیں ہوا صاحب موصوف نے خیریت کی رپورٹ گورنمنٹ کو بھیجی جس میں اُن روسا کا جنہوں نے انتظام عشرہ میں مدد دی تھی تذکرہ کیا گیا۔ راقم الحروف بھی اُن میں شامل تھا صاحب مجسٹریٹ کی رپورٹ کے جواب میں گورنمنٹ نے مدد دینے والوں سے اظہار خوشنودی کیا جس کی اطلاع صاحب مجسٹریٹ بہادر

نے مندرجہ ذیل پروانہ کی صورت میں دی۔

نقل پروانہ صاحب مجسٹریٹ بہادر ضلع بدایوں

مولوی رضی الدین صاحب وکیل و رئیس بدایوں۔

حسب ورود چٹھی صاحب سکرٹری گورنمنٹ ممالک مغربی و شمالی نمبری ۳۵/۳ و ۴۸۷ مورخہ ۱۲ جنوری ۱۸۸۷ء میں آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ انتظام عشرہ محرم و رام لیلا ۱۸۸۶ء میں جو آپ نے عمدہ امداد کی لہذا باظہار خوشنودی کے گورنمنٹ آپ کی شکر گذار ہے۔ مرقوم ۳ فروری ۱۸۸۷ء

دستخط مسٹر لیمب مجسٹریٹ ضلع بدایوں

مسٹر لیمب کے عہد میں دوسرا محرم ۱۸۸۷ء

۱۸۸۶ء میں مسلمانوں پر حسینی گلی میں ہڈیاں وغیرہ ڈالنے کا جو الزام صاحب موصوف کے ذہن نشین ہو چکا تھا اُس کا خمیازہ ۱۸۸۷ء میں برآمد ہوا جب اکتوبر ۱۸۸۷ء میں عشرہ کا وقت قریب آیا تو یکم محرم یا اُس سے کچھ قبل یہ حکم ہوا کہ علم ۸ محرم کو جو حسینی گلی سے صدہا برس سے نکلتے ہیں اس سال سے قطعی وہ راستہ علموں کے واسطے بند کیا گیا۔ کوئی علم دار اُدہر سے علم لیکر نہ نکلے اب اس حکم کے ہوتے ہی اہلِ ہنود تو خوش ہوئے کہ ہماری ڈگری ہو گئی اور تعزیہ داروں کو از حد درجہ رنج و الم لاحق ہوا اب عوام لناس نے پہلی محرم سے جو ماتم بجایا کرتے تھے بالکل بند کر دیا اور جو مجالس عزا کثرت سے شہر میں ہوتی ہیں وہ بند ہو گئیں اس سال اور بھی زیادہ مصیبت کا سامنا تھا عوام الناس عدول حکمی پر آمادہ اور بیچارہ

شہر کے رئیس اس مصیبت میں گرفتار کہ اُن سے مجسٹریٹ بار بار تاکید کر کے کہتا ہے کہ اگر تعزیہ اس سال نہ نکلے اور میری شکایت ہوئی یا بلوہ ہوا تو ہم سب کو جیل خانہ میں بھیجیں گے - محرم کے سپاہی اور رمضان کے نمازی اور ہولی کے بھڑوے مشہور ہیں ادنٰے سے ادنٰے شخص اپنے جامہ سے باہر - عوام کو بھلے آدمی لاکھ سمجھاتے تھے کہ تم تعزیہ داری اپنی کرلو پھر اپیل یا استغاثہ مجسٹریٹ سے کرنا وہ سال آیندہ میں اپنی مہربانی سے تمہارا راستہ کھول دیں گے مگر وہ کب مانتے تھے تب ہمارے شہر کے سربرآوردہ رئیس مولوی طفیل احمد صاحب وکیل مرحوم جو اس سال میں انتقال کر گئے مسلمانوں کی طرف سے واسطے استغاثہ کے پیش رو ہوئے اولاً اُنھوں نے خود مجسٹریٹ ضلع سے درخواست کی لیکن وہ نامنظور ہوئی پھر اپیل صاحب کمشنر بہادر کے یہاں کیا اس سال مسلمانوں نے بوجہ حسینی گلی بند ہونے کے تعزیہ داری بند کردی تھی مگر مجسٹریٹ صاحب کے ایما سے غالباً اس اظہار کے لئے کہ محرم بند نہیں ہوا ہے بعض تحصیل و پولیس کے مسلمان ملازموں نے کچھ نشان منت کے بنا کر نکالنا چاہے عوام الناس مسلمان اُن کے مانع ہوئے اور بکثرت تار صاحب کمشنر بہادر اور لفٹنٹ گورنر بہادر کو جاتے تھے کہ ہم تعزیہ دار کوئی علم وغیرہ نہیں نکالتے ہیں مجسٹریٹ صاحب نے واسطے رپورٹ کرنے کے یہ کارروائی کی ہے کہ ملازمان سے کچھ علم نکلوائے ہیں تار کا جواب آتا تھا کہ مجسٹریٹ سے کیفیت طلب ہوئی ہے مولوی طفیل احمد صاحب سے مجسٹریٹ ضلع نہایت برہم تھے اکثر موقعوں پر سخت گفتگو ہوتی تھی ہر چند یہ کوشش پولیس کی ہوئی کہ کچھ تعزیہ دو ایک نکل جائیں تو رپورٹ کردی جائے کہ عشرہ بخیر و خوبی

انجام پاگیا لیکن عوام الناس کہتے تھے کہ اگر مولوی طفیل احمد کہیں تو نکالیں لیکن اُس مشیر قانونی نے اُن کو یہ رائے دی کہ تم نے اگر کچھ کیا تو کبھی یہ راستہ حسینی گلی کا نہ کھلے گا غرض یہ عشرہ محرم خاموشی سے طے ہو گیا کچھ فساد وغیرہ نہیں ہوا شہر میں پورے طور سے امن قایم رہا اور اس قیام امن کا باعث مولوی **طفیل احمد** صاحب مرحوم کو سمجھنا چاہیے کیونکہ اگر اُس وقت یہ زیرک اور سمجھدار شخص جہال کی باگ اپنے ہاتھ میں نہ لیتا اور اُن کے بڑھتے ہوئے وحشیانہ جوش کو عدالتانہ کارروائیوں کی طرف سے باقاعدہ حقوق طلبی کی صورت میں تبدیل نہ کر دیتا تو ضرور فساد ہو جاتا مسٹر لیمب صاحب انسان تھے اور انسانی فطرت کے سبب وہ مولوی طفیل احمد صاحب سے صرف اس وجہ سے کہ وہ اُن کے حکم کی تنسیخ کی کوشش کر رہے تھے ناراض ہو گئے تھے لیکن اگر وہ غور سے دیکھتے اور انصاف سے کام لیتے تو مولوی موصوف کا یہ فعل عین وفاداری گورنمنٹ اور رفاہ خلایق کے اصول پر مبنی تھا کہ جنہی جہال تعزیہ داروں کو باقاعدہ اور جائز کوشش کی طرف مصروف کر کے نقض امن کے خیال کو اُن کے دلوں سے محو و سہو کر دیا اور شہر میں امن قایم رکھنے میں اُن کی مدد کی - غرض مولوی طفیل احمد صاحب وکیل کی ان باقاعدہ کوششوں کا نتیجہ اس سال ظاہر نہیں ہوا اس سال صرف یہ ہوا کہ حسینی گلی کے بند ہونے کا معاملہ اپیل کی صورت میں لاٹ صاحب بہادر کے یہاں پہونچ گیا لفٹنٹی سے صاحب مجسٹریٹ ضلع سے کیفیت طلب ہوئی اُنہوں نے رپورٹ خلاف اپیلانٹان کے کی اور یہ لکھا کہ حسینی گلی میں کوئی مکان مسلمان کا نہیں ہے اور بکثرت اہل ہنود کے مندر ہیں اس پر دوسری عرضداشت مولوی طفیل احمد وکیل اپیلانٹان نے

روانہ کی کہ یہ رپورٹ مجسٹریٹ صاحب صحیح نہیں ہی موقعہ اگر ملاحظہ کیا جائے تو ہم دکھا سکتے ہیں کہ اس گلی میں ایک مسجد مسلمانوں کی ہی اور صرف ایک مندر ہی اور مسلمان بھی رہتے ہیں اور ایک شہید کی قبر ہی اُس پر مسٹر نیل صاحب کمشنر بہادر روہیلکھنڈ کو گورنمنٹ کا حکم پہونچا کہ تم خود بدایوں جا کر معائنہ موقعہ کا کرو اور تحقیقات کرکے رپورٹ بھیجو چنانچہ صاحب کمشنر بہادر موصوف بدایوں تشریف لائے چونکہ میں بوجہ تعطیل اس وقت بدایوں میں موجود تھا صاحب کمشنر بہادر نے مجسٹریٹ سے کہا کہ وہ مسلمانوں میں اچھا آدمی شمار کیا جاتا ہی اور نہ تعزیہ دار ہی اور نہ اس سازش میں شریک ہی پس میں بلایا گیا صاحب کمشنر بہادر نے مسلمانوں کے گروہ سے فرمایا کہ سوائے مولوی طفیل احمد کے جو تمہارے مختار اور مدعی ہیں تم ایک شخص کو منتخب کرو جس سے ہم گفتگو موقعہ پر کریں سب نے مجھکو بتایا ہر چند میں نے عذر کیا مگر کچھ پذیرا نہ ہوا میں اُس روز کی مصیبت کبھی نہ بھولونگا ایک مجمع کثیر اہل ہنود اور مسلمانوں کا حسینی گلی کے اندر موجود تھا صاحب کمشنر بہادر و مجسٹریٹ ایک ٹم ٹم پر سوار تھے میں مجمع کیساتھ پیدل تھا اوّل گلی کے سرے پر پہونچکر مجسٹریٹ نے اپنے گھوڑے کو چابک مار کر تیز کیا تاکہ مندر کے پاس جا کر اسکا کمشنر صاحب کو معائنہ کرائیں اور مسجد معائنہ سے رہ جائے جب مسلمانوں نے دیکھا کہ ہماری مسجد کو نہیں دکھایا نقشہ میں یہ مقام نہیں لکھا جائیگا نیز وہاں ایک قبر کسی بزرگ کی ہی اور مسجد سے جانب جنوب ملے ہوئے حریم اور چراغ دان بنے ہیں وہ نہیں دکھائے گئے تب مسلمان میری طرف آئے میں اُس کشمکش اور دھکم دھکا میں بگھی کے برابر نہیں جا سکتا تھا اب مسلمانوں نے کیا حرکت کی کہ ٹم ٹم کو روک لیا

سامنے سے نہیں ہٹے اور پیچھے سے پہیہ ٹم ٹم کے پکڑے غرض ٹم ٹم رُک گئی تب کمشنر صاحب سے عرض کیا کہ حضور ایک موقعہ پیچھے چھوڑ آئے اُنہوں نے کہا کہ اپنے منتخب شدہ کو لاؤ ہمسے وہ کہے اب مجھکو لوگوں نے اُس مجمع سے نکال کر ٹم ٹم تک پہونچایا میں نے کہا کہ ایک مسجد حضور کے پیچھے ہے اور ایک قبر ہے اُسے ملاحظہ فرمایئے اور نقشہ میں نشان دیجئے صاحب نے ٹم ٹم پیچھے ہٹائی اور مسجد کا گاڑی پر سے معائنہ کیا اور جو قبر اُس کے پہلو میں تھی اور پُرانے حریم بنی تھی اُس میں خانہ خانہ چراغ رکھنے کے تھے دیکھے مجھ سے دریافت کیا کہ یہ کسکی قبر ہے میں اُن بزرگ کا نام نہیں جانتا تھا اور لوگوں نے کہا کہ ان کا نام سید حسین شہید ہے اور اسی وجہ سے یہ گلی حسینی گلی کے نام سے مشہور ہوئی اور اس مقام پر بہت سے علم لیکر لوگ بیٹھے تھے پھر صاحب کی گاڑی آگے چلی پھر اُس سے تھوڑی دور پر جو مندر اہلِ ہنود کا تھا وہ مجسٹریٹ اور اہلِ ہنود نے دکھایا وہ ہی ایک مندر وسط گلی میں واقع ہے اب اہلِ ہنود نے یہ کیا کہ ہر ایک شخص نے اپنے دروازوں پر مہادیو کی مورت اور گواں ڈیوٹ رکھدیئے تھے مجھ سے دریافت کیا کہ یہ ہمیشہ رکھے رہتے ہیں یا جدید میں نے کہا کہ صاحب مجسٹریٹ بہادر سے حضور دریافت فرمالیں کہ اس سے پہلے صاحب نے یہ دیکھے تھے صاحب مجسٹریٹ نے جواب دیا کہ نہ علم قبر پر پہلے میں نے رکھے دیکھے اور نہ یہ مورتیں دونوں کی شرارت ہے اس کے بعد پھر سواری چلی تو اُس گلی میں ایک مسلمان قوم سید کا مکان جو قدیمی تھا راستہ میں پڑتا تھا مسلمانوں نے مجھکو اُس مجمع میں جانے کو کہا کہ دیکھو صاحب آگے بڑھ گئے اور سید کا مکان نہ دیکھا پھر وہی حرکت ہوئی مجمع نے گاڑی کو آگے

اور پیچھے سے روکا پھر صاحب کمشنر بہادر نے ارشاد فرمایا کہ کیوں روکا گیا وکہاتا ہی
کہا کہ یہاں مکان مسلمان سیّد کا ہی اور صاحب مجسٹریٹ بہادر نے پہلے نہ دیکھا
تھا جو یہ تحریر فرمایا کہ کوئی مسلمان نہیں رہتا ہی اس عرصہ میں میں بھی بمشکل تمام
وہاں تک پہونچا اُس وقت ایک ہندو پیش ہوا اُس نے کہا کہ یہ مکان میرا
اور ایک مسلمان آیا اُس نے کہا میرا ہی اصل بات یہ ہی کہ وہ مکان سابق میں
اُس سیّد کے مورث کا تھا کچھ حصّہ اُس بقّال نے اُس کا نیلام میں خرید لیا تھا لیکن
وہ دیگر حصّہ داروں کی جانب سے رہتا تھا اور دخل نہیں چھوڑا تھا میں نے
یہ امر صاحب کمشنر بہادر سے کہدیا اُنہوں نے اُس ہندو سے دریافت کیا کہ تمنے
نیلام لیا ہی اُس نے کہا کہ ہاں تب سواری پھر آگے بڑہی پھر تھوڑی دور چلکر
گاڑی روک لی گئی پھر مجھکو لوگ لے چلے وہاں پر ایک مسلمان بھٹیارہ کا مکان
تھا اُس نے دروازہ کھولدیا تھا اور کچھ علم صحن مکان میں رکھدئے تھے اور کہتا تھا
کہ حضور میرے علم میرے گھر سے اُٹھا کرتے تھے اس سال نہیں اُٹھے صاحب نے
اہل ہنود سے دریافت کیا کہ یہ مسلمان کا مکان ہی یا یہ بھی تمنے خرید لیا ہی جواب
دیا کہ یہ بھٹیارہ ضرور یہاں رہتا ہی لیکن علم داری نہیں کرتا ہی قصّہ مختصر وہ تھوڑی
سی گلی اس مشکل سے مجھکو طی کرنا پڑی کہ بیان نہیں کرسکتا بعدہٗ صاحب کمشنر بہادر
معہ مجسٹریٹ ضلع ٹون ہال یعنی میونسپلٹی کے دفتر میں تشریف لے گئے اور مجھسے
فرمایا کہ تم بھی وہاں آؤ پھر وہاں مجھکو جانا پڑا ا وہاں صاحب کمشنر بہادر
نے اجلاس شروع کیا اولاً مولوی طفیل احمد وکیل تعزیہ داران کا اظہار لکھا پھر
میرا اظہار لکھا اور دو کس اہلِ ہنود میں سے منشی پیارے لال آنریری مجسٹریٹ

و دیوان سنگھ تھا۔ جو منجانب اہل ہنود پیروکار تھے اُن کے اظہارات تحریر کیئے اس دوران تحقیقات میں مسٹر لیمب صاحب مجسٹریٹ بھی صاحب کمشنر بہادر کے پاس بیٹھے رہتے اُن سے اور مولوی طفیل احمد سے سختی کے ساتھ گفتگو کی نوبت آئی جب صاحب کمشنر بہادر نے روکا تو وہ گفتگو ختم ہوئی میں نے اپنے اظہار جو افراط تفریط فریقین کی جانب سے ہوئی تھی وہ سب بیان کر دی اور جو اپنی آنکھ سے دیکھا تھا وہ لکھا دیا فریقین یا مجسٹریٹ صاحب نے مجھ سے کچھ سوال نہ کیئے بعد ازاں صاحب کمشنر بہادر نے رپورٹ لفٹنٹی کو روانہ کر دی اور خود واپس تشریف لے گئے اس رپورٹ کے بعد ہز آنر جناب نواب لفٹنٹ گورنر بہادر بالقابہ نے حکم دیا کہ ہم خود بدایوں تشریف لائیں گے اور وہاں اس مقدمہ کو طے کریں گے چنانچہ کئی روز کے بعد خود ہز آنر بدایوں میں رونق افروز ہوئے اور صاحب مجسٹریٹ ضلع نے اپنے منتخب کردہ اشخاص کی پرائیویٹ ملاقات ہز آنر سے کرائی منجملہ اُن کے ایک میں بھی تھا مجھ سے قریب دس منٹ کے مقدمہ حسینی گلی کے متعلق گفتگو رہی بعد پرائیویٹ ملاقاتوں کے ہز آنر سوار ہو کر واسطے دیکھنے جامع مسجد وغیرہ کے تشریف لانے والے تھے مسلمانوں میں سے چار پانچ شخصوں کو حکم تھا کہ جامع مسجد میں حاضر رہیں مولوی طفیل احمد اور مسٹر بنیل صاحب کمشنر بہادر قسمت روہیل کھنڈ بھی وہیں موجود تھے اسی اثنا میں اطلاع ملی کہ حضور لفٹنٹ گورنر بہادر نے حسینی گلی کا ملاحظہ کر لیا ہے میں نے صاحب کمشنر بہادر سے وہیں مسجد میں علیحدہ لیجا کر اطلاع کی معلوم ہوا ہے کہ لاٹ صاحب بہادر نے تنہا بغیر آپ کے حسینی گلی کا صرف بہمراہی صاحب مجسٹریٹ بہادر ضلع معائنہ

فرمالیا آپ لنے جو نقشہ مرتب کیا ہی اب آپ اُس کو دکھلا سکتے ہیں۔ کمشنر صاحب کو تعجب ہوا۔ چند منٹ کے بعد ہز آنر لاٹ صاحب بہادر معہ اپنے پرائیویٹ سکرٹری کے جامع مسجد میں تشریف لائے۔ اور پھر کر جامع مسجد سے واپسی کے وقت ہز آنر لفٹنٹ گورنر بہادر معہ پرائیویٹ سکرٹری و کمشنر صاحب بہادر و صاحب مجسٹرٹ بہادر سوار ہوکر حسینی گلی میں ہوکر اپنی فرودگاہ کو تشریف لے گئے۔ اس مرتبہ کمشنر صاحب بہادر لنے تمام باتیں جو ہندو اور مسلمان اپنے اپنے بیانات کی تائید میں پیش کرتے تھے اور جو کمشنر صاحب بہادر لنے اپنے معائنہ موقعہ کے وقت نقشہ میں نوٹ کی تھیں لاٹ صاحب بہادر کو ملاحظہ کرادیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہز آنر سر اکلینڈ کالون نواب لفٹنٹ گورنر صاحب بہادر بالقابہ لنے نہایت دور اندیشی اور انصاف کے پہلو کو مدنظر رکھکر یہ حکم صادر فرمایا "ہمیشہ علموں کا جلوس ۳۵ منٹ کے اندر گلی کے ایک کنارہ سے دوسرے کنارہ تک پہونچ جائے" چنانچہ اُس سال سے اب تک اُس حکم کی پابندی ہوتی ہی اور کبھی کوئی نا اتفاقی درمیان اہل ہنود و مسلمانوں کے اُس وقت سے اب تک نہیں ہوئی اور خدا کرے کہ ہمیشہ ایسا ہی اتفاق باہم مسلمان اور ہنود کے قایم رہے۔ لاٹ صاحب بہادر کے اس حکم کے صادر ہونے کے بعد صاحب موصوف تقریباً ایک سال بدایوں میں اور رہے اور بالآخر مین پوری کو تبدیل ہوئے۔ قبل اس کے کہ ہم ان مجسٹریٹ صاحب بہادر کے عہد کے واقعات کو ختم کریں۔ آپ کے وقت کے دو واقعات اور لکھنا چاہتے ہیں۔ ایک واقعہ جامع مسجد شمسی بدایوں کی مرمّت کا ہی جس کا مفصّل ذکر ہم لنے اسی کتاب کے صفحہ ۴۴ پر لکھا ہی حق بات

یہ ہی کہ جامع مسجد بدایوں کی موجودہ حالت پر صاحب موصوف کا ضرور احسان ہے

دوسرا واقعہ حضرت علیا جنابہ ملکہ معظمہ قیصر ہند کی پنجاہ سالہ سلطنت کے جشن جیوبلی کا ہی جو سنہ ۱۸۸۷ء میں تمام ہندوستان میں منایا گیا تھا۔ تمام ضلع کے روساء اور ممبران ڈسٹرکٹ بورڈ و میونسپل بورڈ صاحب ضلع کی طرف سے مدعو ہوئے تھے۔ یہ جلسہ ٹاؤن ہال بدایوں کے قریب ۱۶ فروری سنہ ۱۸۸۷ء کی شب میں منعقد ہوا تھا یورپین اہل اسلام اور اہل ہنود کے کھانے کا انتظام علیٰحدہ علیحدہ تھا۔ کھانے کے بعد دربار ہوا جسمیں بہ حیثیت قایم مقام قیصر ہند صاحب مجسٹریٹ بہادر صدر نشین تھے پہلے ایک ایڈریس باشندگان بدایوں کی طرف سے پیش ہوا اُسکے جواب میں صاحب موصوف نے تقریر کی اور مولوی علی امجد حسین صاحب بدایونی نے اپنی مصنفہ ایک نظم سُنائی جو اُردو فارسی انگریزی تین زبان میں لکھی گئی تھی اُس کے بعد قیدیوں کو بلاکر رہائی کا حکم سُنایا گیا۔ اور تھیٹریکل کمپنی کا تماشہ ہوا دربار کے موقعہ کی یادگار قایم رکھنے کے لئے کالون گیٹ تعمیر کیا گیا جو اسوقت تک موجود ہی۔ اس شب میں تمام باشندگان شہر نے اپنے اپنے گھروں کو چراغاں کیا تھا جس سے وفادار رعایائے بدایوں کی دلی مسرت کا اظہار ہوتا تھا جامع مسجد پر میونسپلٹی کی طرف سے نہایت خوشنما اعلیٰ پیمانہ پر روشنی کی گئی تھی۔

مسٹر لیمب کے بعد جو کلکٹر صاحبان حکومت ضلع بدایوں پر سرفراز ہوئے اُنکی فہرست حسب ذیل ہی یا صفحہ آئندہ پر ملاحظہ فرمائیگے۔

نمبر شمار	نام کلکٹر	تاریخ آمد	تاریخ چھوڑنے ضلع کی	کیفیت
۳۴	مسٹر جی آر سی ولیمیس	۲۴ دسمبر سنہ ۱۸۸۹ء	۱۳ اپریل سنہ ۱۸۹۲ء	آپ کے زمانہ کلکٹری (دسمبر سنہ ۱۸۸۹ء لغایت اپریل سنہ ۱۸۹۲ء) میں بہ زمانہ رخصت مسٹر اے گلبرتھ و مسٹر جی اے ٹوئڈی قایم مقام مجسٹریٹ و کلکٹر رہے اسی زمانہ میں بدایوں ضلع اسکول جو عرصہ سے ٹوٹ کر مڈل اسکول رہگیا تھا پھر ہائی اسکول ہوگیا۔
۳۵	مسٹر ایچ ایم آر ہاپکنس	۱۴ اپریل سنہ ۱۸۹۲ء	۳۱ جولائی سنہ ۱۸۹۲ء	
۳۶	مسٹر جی آر سی ولیمس	جولائی سنہ ۱۸۹۲ء	۱۷ اپریل سنہ ۱۸۹۳ء	
۳۷	مسٹر جے ایس میسٹن	۱۸ اپریل سنہ ۱۸۹۳ء	۱۶ اکتوبر سنہ ۱۸۹۳ء	ان صاحب کا زیادہ حصہ بطور مہتمم بندوبست کے گذرا ہے۔ اس سلسلہ میں یعنی فصل ہفتم میں صفحہ ۱۲۲ پر ان کا مفصل حال لکھا گیا ہے۔
۳۸	مسٹر وی اے اسمتھ	۱۷ اکتوبر سنہ ۱۸۹۳ء	۱۶ فروری سنہ ۱۸۹۴ء	پوپی دھارا ابجیا مشہور ڈاکو اسی عہد میں گرفتار ہوئے پولیس سے ڈاکوؤں نے مقابلہ کیا۔ ایک کانسٹبل مارا گیا

نمبر شمار	نام کلکٹر	تاریخ آمد	تاریخ چھوڑنے ضلع کی	کیفیت
				ڈیون صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس کے گولی آنکی [illegible] لگی چند ڈاکو مارے گئے۔
۳۹	مسٹر جی ای لوئیڈی	۱۶ر فروری سنہ ۱۸۹۴ء	۶ر فروری سنہ ۱۸۹۶ء	۲۰ر اگست سنہ ۱۸۹۵ء سے ۲۴ر ستمبر سنہ ۱۸۹۵ء تک بہ زمانہ رخصت صاحب موصوف مسٹر سٹن جو مہتمم بندوبست بدایوں تھے قایم مقام رہے۔
۴۰	مسٹر ای جی مارڈن	فروری سنہ ۱۸۹۶ء	۶ر نومبر سنہ ۱۸۹۷ء	ان صاحب کے وقت میں ڈائمنڈ جیوبلی قیصر ہند کا جشن منایا گیا۔
۴۱	مسٹر ایل ایم تھارنٹن	۷ر نومبر سنہ ۱۸۹۷ء	۱۸ر جنوری سنہ ۱۸۹۸ء	
۴۲	مسٹر ایل ایچ ٹرنر	۱۹ر جنوری سنہ ۱۸۹۸ء	۱۲ر فروری سنہ ۱۸۹۸ء	سوٗر کے شکار میں گھوڑے سے گر گئے یہ صاحب قایم مقام تھے۔
۴۳	مسٹر ڈی آر لایل	فروری سنہ ۱۸۹۸ء	نومبر سنہ ۱۸۹۸ء	
۴۴	مسٹر الیف جی کگ	۱۹ر نومبر سنہ ۱۸۹۸ء	۲ر مئی سنہ ۱۹۰۰ء	
۴۵	مسٹر ایچ ایس رکس	۳ر مئی سنہ ۱۹۰۰ء	۸ر اگست سنہ ۱۹۰۰ء	
۴۶	مسٹر الیف جی کگ	۹ر اگست سنہ ۱۹۰۰ء	۱۸ر مارچ سنہ ۱۹۰۲ء	ان مجسٹریٹ صاحب کے عہد میں ملکہ معظمہ قیصر ہند کا انتقال ہوا اتمام

نمبر	نام کلکٹر	تاریخ آمد	تاریخ چھوڑنے ضلع کی	کیفیت
				رعایائے [illegible] بدایوں نے تیوہار منایا [illegible] کیا - یہ [illegible] صاحب [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] تھا [illegible] [illegible] رؤسا نے بھی اس مسرت میں حصہ لیکر مبارکبادی میں پورا جوش دکھلایا۔
۴۷	مسٹر ایچ ایس رکس	۱۹ر مارچ سنہ ۱۹۰۲ء	۲۶ر نومبر سنہ ۱۹۰۲ء	یہ صاحب قایم مقام کلکٹر تھے۔
۴۸	مسٹر جے ایم ہوس	۱۷ر نومبر سنہ ۱۹۰۲ء		یہ ایک بیدار مغز کلکٹر ہیں جو وقت تالیف کتاب ہذا موجود ہیں

صاحبان کلکٹر و مجسٹریٹ کی فہرست ختم ہونے کے بعد ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ ایک فہرست صاحبان جج ضلع کی جو بعد غدر ۱۸۵۸ء کے ضلع شاہجہاپنور میں مقرر ہوئے اور بہ اعتبار عدالت دیوانی ضلع بدایوں جن کی حکومت میں رہا درج کردیں - وہو ہذا

فہرست اسمائے جج صاحبان بہادر شاہجہاں پور ابتدائی سنہ ۱۸۵۷ء

(جب سے ضلع شاہجہانپور میں ججی قایم ہوئی)

نمبر	نام جج صاحبان	تاریخ آمد	تاریخ چھوڑنے چارج کی	کیفیت
۱	مسٹر وینارڈ صاحب بہادر	۱۷ دسمبر سنہ ۱۸۵۹ء	۲۰ جنوری سنہ ۱۸۶۰ء	
۲	مسٹر فین صاحب بہادر	۱۲ جنوری سنہ ۱۸۶۰ء	۳۱ مئی سنہ ۱۸۶۱ء	
۳	آنریبل آر ڈریمنڈ صاحب بہادر	۱۴ جون سنہ ۱۸۶۱ء	یکم اپریل سنہ ۱۸۶۴ء	
۴	مسٹر ایچ لشنگٹن صاحب بہادر	۲۲ اپریل سنہ ۱۸۶۴ء	۵ اگست سنہ ۱۸۶۴ء	
۵	آنریبل آر ڈریمنڈ صاحب بہادر	۲ اکتوبر سنہ ۱۸۶۴ء	۱۵ مارچ سنہ ۱۸۶۵ء	یہ صاحب بہادر دوسری مرتبہ تشریف لائے تھے نمبر ۳ پر پہلے آئے تھے۔
۶	مسٹر الیف طامسن صاحب بہادر	۳۰ مارچ سنہ ۱۸۶۵ء	۱۰ فروری سنہ ۱۸۶۹ء	
۷	مسٹر آر ایم ایڈورڈ صاحب بہادر	۱۱ فروری سنہ ۱۸۶۹ء	۲۴ اگست سنہ ۱۸۶۹ء	

نمبر شمار	نام جج صاحبان	تاریخ آمد	تاریخ چھوڑنے چارج کی	کیفیت
۸	مسٹر الیف طامسن صاحب بہادر	۲۸ اگست ۱۸۶۹ء	۱۲ فروری ۱۸۷۰ء	یہ صاحب مکرر تشریف لائے نمبر ۶ پر پہلے درج ہیں۔
۹	مسٹر جی ایچ ہینڈرسن صاحب بہادر	۹ فروری ۱۸۷۰ء	۲۲ فروری ۱۸۷۳ء	
۱۰	مسٹر جے پاور صاحب بہادر	۲۳ فروری ۱۸۷۳ء	۲۳ مارچ ۱۸۷۹ء	
۱۱	مسٹر ڈبلیو ڈیو ٹھاٹ صاحب بہادر	۲۴ مارچ ۱۸۷۹ء	۲۳ مئی ۱۸۸۱ء	
۱۲	مسٹر ایم ایس ہاول صاحب بہادر	اگست ۱۸۸۱ء	۵ مارچ ۱۸۸۳ء	
۱۳	مسٹر اے الیف ملٹ صاحب بہادر	۹ مارچ ۱۸۸۳ء	اپریل ۱۸۸۵ء	
۱۴	مسٹر ایچ پی میولاک صاحب بہادر	اپریل ۱۸۸۵ء	اپریل ۱۸۸۷ء	
۱۵	مسٹر ٹی آر وائر صاحب بہادر	۲۶ اپریل ۱۸۸۷ء	۱۳ ستمبر ۱۸۸۷ء	
۱۶	مسٹر ایچ پی میولاک صاحب بہادر	۱۴ ستمبر ۱۸۸۷ء	فروری ۱۸۸۸ء	مکرر تشریف لائے سابق ہیں

نمبر شمار	نام جج صاحبان	تاریخ آمد	تاریخ چھوڑنے چارج کی	کیفیت
۔	۔	۔		[illegible] دوبارہ تشریف لائے تھے۔
۱۷	مسٹر ہیڈ فرن صاحب بہادر			
۱۸	مسٹر ایم ایس ہاول صاحب بہادر	جنوری سنہ ۱۸۹۰ء	مارچ سنہ ۱۸۹۰ء	یہ صاحب سابق میں بہ نمبر ۱۲ تشریف لا چکے ہیں۔
۱۹	مسٹر سی اسٹیل صاحب بہادر	۱۷ اپریل سنہ ۱۸۹۱ء	اکتوبر سنہ ۱۸۹۱ء	
۲۰	مسٹر ایم ایس ہاول صاحب بہادر	نومبر سنہ ۱۸۹۱ء	جنوری سنہ ۱۸۹۲ء	یہ صاحب تیسری مرتبہ تشریف لائے سابق میں نمبر ۱۲ و ۱۸ پر تشریف لا چکے ہیں۔
۲۱	مسٹر ایچ ایف ڈی پننگٹن صاحب بہادر	۲۰ جنوری سنہ ۱۸۹۲ء	مئی سنہ ۱۸۹۲ء	
۲۲	مسٹر ایچ ایف ایونس صاحب بہادر	جون سنہ ۱۸۹۲ء	اپریل سنہ ۱۸۹۳ء	
۲۳	مسٹر آر گریون صاحب بہادر	مئی سنہ ۱۸۹۳ء	اکتوبر سنہ ۱۸۹۳ء	

نمبر	نام جج صاحبان	تاریخ آمد	تاریخ چھوڑنے چارج کی	کیفیت
۲۴	مسٹر ایچ ایف ایونس صاحب بہادر	۱۵ اکتوبر سنہ ۱۸۹۳ء	۲۱ اکتوبر سنہ ۱۸۹۳ء	یہ صاحب سابق میں نمبر ۲۲ پر تشریف لا چکے ہیں اب دوسری مرتبہ آئے ہیں۔
۲۵	مسٹر ایچ بی فنلی صاحب بہادر	۲۲ نومبر سنہ ۱۸۹۳ء	۲۰ مارچ سنہ ۱۸۹۵ء	
۲۶	مسٹر ڈبلو ایف ڈیس صاحب بہادر	۳۰ مارچ سنہ ۱۸۹۵ء	اپریل سنہ ۱۸۹۶ء	
۲۷	مسٹر ایچ ای ہیوم صاحب بہادر	۹ مئی سنہ ۹۶ء	اکتوبر سنہ ۱۸۹۶ء	
۲۸	مسٹر ڈی ایف ایڈمس صاحب بہادر	۲۷ اکتوبر سنہ ۱۸۹۶ء	ستمبر سنہ ۱۸۹۷ء	
۲۹	مسٹر جے میکلن صاحب بہادر	یکم اکتوبر سنہ ۱۸۹۷ء	اپریل سنہ ۱۸۹۸ء	
۳۰	مسٹر ایف اے ٹیلر صاحب بہادر	۴ مئی سنہ ۱۸۹۸ء	اگست سنہ ۱۸۹۹ء	
۳۱	ایس محمد علی صاحب بہادر	۳۰ اگست سنہ ۱۸۹۹ء	نومبر سنہ ۱۸۹۹ء	

نمبر	نام جج صاحبان	تاریخ آمد	تاریخ چھوڑنے چارج کی	کیفیت
۳۲	مسٹر ایف ای ٹیلر صاحب بہادر	۳۰ر نومبر سنہ ۱۸۹۹ء	مارچ سنہ ۱۹۰۰ء	یہ صاحب مکرر تشریف لائے ہیں سابق میں بھی نمبر ۳۰ تشریف لائے تھے
۳۳	مسٹر سی اسٹیل صاحب بہادر	۲۷ر مارچ سنہ ۱۹۰۰ء		اس وقت تک یہ تشریف اپنے عہدہ پر رکھتے ہیں سابق میں بھی بنمبر ۱۹ تشریف لائے تھے۔

اس فہرست میں ۲۵ صاحبان جج ہیں لیکن نمبر شمار ۳۳ ہیں اس میں مکرر سہ کرر وہ ہی صاحب تشریف لا چکے ہیں اس وجہ سے باعتبار خارج کے تعداد شمار زیادہ ہوگئی جس کو ہم نے خانہ کیفیت میں صاف کر دیا۔ مسٹر سی اسٹیل صاحب بہادر بیرسٹر ایٹ لا جو اسوقت اس ضلع میں بعہدہ ججی ممتاز ہیں ان سے بار (وکلاء) اور رعایا سب خوش ہیں اپنا کام بہت تیزی سے کرتے ہیں آپ کے عہد میں کبھی کسی اڈیشنل جج کے مقرر ہونے کی ضرورت نہیں پڑی۔ ہندوستانیوں کی عزت کرتے ہیں اور انصاف پسند طبیعت رکھتے ہیں۔

موجودہ وائسرائے اور لفٹنٹ گورنر

قبل اس کے کہ یہ کتاب ختم کروں میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ صاحبان کلکٹر کی فہرست لکھنے پر شاید وسیع النظر مورخ اعتراض کریں گے کہ بڑے بڑے فرماں روایان یعنی وائسرائے ہند یا لفٹنٹ گورنر صاحبان کے سلسلہ کو چھوڑ کر صرف کلکٹروں کے ناموں پر کیوں اکتفا کیا گیا ہے۔ اس کی یہ وجہ ہے کہ میں نے ابتدائی تاریخ اسلامی عہد کے ضمن میں ناظمان بدایوں کے حالات کو لکھا ہے اس لئے برٹش زمانہ کی تاریخ لکھتے وقت ضرور ہوا کہ تمام واقعات کو ایسے سلسلہ سے ظاہر کیا جائے کہ صاحبان کلکٹر بہادر کے نام بھی بالترتیب قلمبند ہو جائیں کیونکہ یہ عہدہ اس وقت قریب قریب اسلامی عہد کے ناظموں کی حیثیت رکھتا ہے۔ رہے صاحبان لفٹنٹ گورنر اور وائسرائے ہند کی فہرست اور اُن کے وقت کے تاریخی واقعات اس کے لئے بڑی بڑی تاریخیں جو وسیع پیمانہ پر تمام صوبہ یا تمام ملک ہند کے نام سے آئندہ لکھی جائیں یا جو اب تک لکھی جا چکی ہیں موزوں ہیں۔ میں صرف یہ بتلا کہ اس وقت حضور لارڈ کرزن ہندوستان پر جس کا ایک چھوٹا سا حصّہ ہمارا ضلع بدایوں بھی ہے۔ بہ حیثیت وائسرائے اور جناب سر انٹانی میکڈانل بہ حیثیت لفٹنٹ گورنر حکمراں ہیں کتاب کا خاتمہ کرونگا یہ دونوں نایب السلطنت اپنی حکومت کا طریقہ خاص رکھتے ہیں۔ خاصکر لارڈ کرزن نے اس ملک کی انتظامی حالت کو دریافت کرنے کے لئے مختلف کمیشن مقرر کئے ہیں اور مختلف موقعوں پر ہندوستان کی نسبت اپنی پُرزور تقریروں میں جن میں اُن کو خاص ملکہ حاصل ہے اپنے عمدہ خیالات کا اظہار کیا ہے

جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ہندوستان کی ترقی میں خاص دلچسپی رکھتے ہیں آج کل آپ حضور ملک معظم ایڈورڈ ہفتم کی جشن تاج پوشی کی خوشی منانے کے لئے دہلی میں ایک عالیشان دربار کی تیاریاں کر رہے ہیں جو شروع سنہ ۱۹۰۳ء میں منعقد ہونے والا ہے اور ان ہر دو مہاجان ذیشان کے وقت کی مشترک یادگار رہیگا اثر نہ صرف اس ضلع بدایوں بلکہ تمام صوبہ میں محسوس ہوا۔ ۱۸ر اپریل سنہ ۱۹۰۰ء کا رزولیوشن ہی جس نے سرکاری عدالتوں میں ناگری حروف کے تحریر کی اجازت دی اور تمام اہلکاران سرکاری میں ایک ہل چل ڈالدی کیونکہ انکو ناگری اور اردو دونوں رسم خط کا جاننا ضروری کردیا گیا ہے۔ مسلمانوں کے گروہ نے اس رزولیوشن سے ناراضی کا اظہار کیا جس سے مسلمانان بدایوں بھی علیحدہ نہ تھے۔

خاتمہ کتاب از مؤلف

خدائے لایزال کا ہزار ہزار شکر ہے کہ آج میری برسوں کی محنت ٹھکانے لگی یعنی کتاب کنز التاریخ چھپکر اشاعت پذیر ہوئی۔ سب سے پہلے بدایوں کے اولیاء اللہ کے مختصر حالات بطور تاریخ لکھنے کا خیال میرے دل میں پیدا ہوا تھا چنانچہ کتاب تذکرۃ الواصلین میں نے کئی سال ہوئے مرتب کی تھی جو سنہ ۱۹۰۱ء میں شایع ہوکر نذر شائقین ہوئی۔ اُس کو دیکھکر میرے بعض احباب نے فرمایا کہ میں ایک اور رسالہ لکھوں جس میں اس مشہور وقدیم شہر کی جس کو تاریخی دنیا میں خاص درجہ حاصل ہے مفصّل تاریخ درج ہو اُس میں ابتدائی

زمانہ سے جبکہ اس شہر کی آبادی کی بنیاد رکھی گئی ہی اور اس زمانہ تک کے سب حالات جمع کئے جائیں اور دکھلایا جائے کہ علاوہ اولیاء اللہ کے اور کون کون مشاہیر اور کس کس زمانہ میں یہاں پیدا ہوئے اس میں کون کون قومیں آباد ہیں۔ یہاں کی مشہور عمارتیں کیا کیا ہیں صنعت و حرفت میں اس چھوٹے سے شہر کا کس قدر حصّہ ہے حکومت کے اعتبار سے اُس نے کیا کیا انقلاب دیکھے۔ بعض اخبارات نے بھی (جس میں مدراس کا مشہور اخبار جریدہ روزگار نمبر ۱۳ جلد ۲۷ مورخہ ۳۰ مارچ سنہ ۱۹۰۱ء خاصکر قابل ذکر ہی) تذکرۃ الواصلین پر ریویو کرتے وقت یہ مشورہ دیا تھا کہ اس کتاب کے ابتدائی حصّہ میں اس مردم خیز خطّہ کا جس کی خاک پاک نے بڑے بڑے نامور اولیاء کرام اور علمائے عظّام کو پیدا کیا جغرافیہ دیا جانا ضرور تھا تا کہ اس شہر کی آب و ہوا۔ یہاں کے قدرتی مناظر کا اُس سے پورا پتہ لگ سکتا الحمد للہ کہ میں نے تاریخ لکھنے کے ساتھ ساتھ اخبار مذکور کی اس فرمایش کو بھی پورا کر دیا اور نہایت وضاحت کے ساتھ کتاب کے شروع میں جغرافیہ کا باب اتمام کو پہونچایا۔ خاکسار مؤلف کو اس کتاب کی تیاری میں جو جو دقتیں پیش آئی ہیں ناظرین اُس کا اندازہ دیباچہ کتاب ہذا کو پڑھ کر کر چکے ہوں گے۔ میں نے جس وقت اس کتاب کی تالیف شروع کی تھی اُس وقت مجھے اپنی بے بضاعتی اور عدیم الفرصتی کے سبب یہ امید کسی طرح نہ تھی کہ میں اپنی چند روزہ زندگی میں اس اہم کام سے فراغت حاصل کر سکوں گا۔ لیکن خداوند حقیقی کے فضل و کرم سے میں نے وہ دن اپنی

آنکھوں سے دیکھ لیا۔ جبکہ کنز التاریخ پریس سے نکلکر ناظرین کے ہاتھوں میں جو اُس کے عرصہ سے مشتاق تھے پہونچ گئی۔ میں نے حتی الامکان تمام اُن ضروری امور کا جو ایک قصبہ یا چھوٹے سے شہر کی تاریخ لکھتے وقت ایک مؤلف کو مدِّنظر رکھنا چاہیئے خیال رکھا ہے۔ البتہ ایک کمی ضرور رہگئی ہے کہ مشاہیر کا باب جس کو اس تاریخ میں شامل کرنے کی فرمایش میرے بعض احباب نے کی تھی فروگذاشت کر دیا گیا ہے منجملہ اور وجوہ کے اُس کی ایک وجہ یہ بھی کہ جو مشاہیر اور کاملین فن گذر چکے ہیں یا بعض جو اب موجود ہیں اُن کے حالات دستیاب ہونے میں سخت دقّت پیش آئی۔ برادران وطن سے جو بوجہ اُن کی اولاد ہونے یا کسی دوسرے تعلّق سے اُن کے حالات بہم پہونچانے میں مدد دے سکتے تھے التجا کی گئی لیکن بہت کم مدد ملی اس لئے بوجہ نامکمّل ہونے کے میں نے اُس حصّہ کو قصداً فروگذاشت کر دیا ہے۔

مؤلف کو امید ہے کہ ہماری آیندہ نسلوں میں سے اگر کسی شخص کو تصنیف و تالیف کا مذاق ہوگا خاصکر بہ حیثیت ایک مورّخ کے اگر کوئی اس خطّہ مردم خیز کی تاریخ پر قلم اُٹھائے گا تو وہ اس کمی کو پورا کر دیگا اور یہ رسالہ کنز التاریخ اُس کو نقشِ اوّل کا کام دیگا۔ امید ہے کہ وہ حضرات اس خاکسار مؤلف کو دعائے خیر سے یاد کریں گے۔ اور دیگر ناظرین بھی جو اسے پڑھکر اپنی معلومات کو بڑھائیں گے وہ بھی مؤلف کو دعا سے محروم نہ رکھیں گے اب میں اس دعا پر اس خاتمہ کو ختم کرتا ہوں۔

خدا اس شہر بدایوں کی عزّت اور نام آوری کو ہمیشہ قایم رکھّے اور

اُس کی آبادی و رونق دن دونی اور رات سوائی ہو۔ آمین ثم آمین

تتمہ

سنہ ۱۹۰۳ء سے سنہ ۱۹۰۷ء تک یہ وہ زمانہ ہی جبکہ کتاب بعد تالیف کے بہ چند وجوہ شایع نہ ہو سکی اس پانچ برس کے عرصہ میں چونکہ بعض اہم و ضروری انقلاب و تبدیلیاں ہوئیں اسلئے ہمیں یہ تتمہ لکھنا پڑا۔

۲۹ جنوری سنہ ۱۹۰۳ء کو ریلوے لائن (جسکا ذکر صفحہ ۹ پر کیا گیا ہی) کھل گئی اسٹیشن ریلوے کی تعمیر کے ساتھ ساتھ اُسکے قریب احسان اللہ نامی ایک شخص نے مسافروں کے آرام کی غرض سے مسجد کی بنا ڈالی جسکے دروازہ کے سامنے ریلوے نے بلا ضرورت ایک دیوار بنا کر اسکا راستہ مسدود کر دیا تھا جسپر تمام مسلمانوں کی طرف سے ستمبر سنہ ۱۹۰۶ء میں عالیجناب سر جیمس لاٹوش صاحب بہادر لفٹنٹ گورنر دام اقبالہ کی حضور میں ایک میموریل بھیجا گیا چنانچہ ہز آنر کی رعایا پروری اور معدلت گستری کی بدولت ۱۳ دسمبر سنہ ۱۹۰۶ء کو وہ دیوار علیحدہ کرا دی گئی۔ ریل کے اجرا سے ضلع کی تجارت ترقی پر ہی۔ خاص بدایوں میں فلور مل اور قصبہ اُجھانی میں ایک کاٹن مل کا اجرا ہوا۔ مرض طاعون جس نے ہندوستان کے اکثر شہروں پر عرصہ سے اپنا سکہ بٹھلا رکھا تھا آخر حصہ سنہ ۱۹۰۴ء میں بدایوں میں بھی نمودار ہوا سنہ ۱۹۰۵ء میں اُس نے نہایت زور پکڑا اس زمانہ میں مسٹر ایلن مجسٹریٹ ضلع تھے اُنہوں نے حفظ ما تقدم کی ہر ممکن تدبیر سے کام لیا رعایا کے ساتھ اس نازک وقت میں نہایت دلجوئی کا برتاؤ کیا چوہوں کی ہلاکت پر خاص توجہ کی انہیں مجسٹریٹ ضلع کے عہد میں سنہ ۱۹۰۵ء کے محرم میں عشرہ کے روز ایک خاص واقعہ پیش آیا وہ یہ کہ مشہور تعزیہ (چون پزا اور کالیوں والا) اپنے معمولی راستوں سے چند جدید رکاوٹوں کے پیدا ہو جانے کے سبب نہ نکل سکے دوسری سڑک سے نکلنے کی کوشش کی تو وہاں ایک نیم کے درخت کی شاخیں حائل ہوئیں جو علیحدہ نہ ہو سکیں جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ بجائے تعزیہ دفن کرنیکے اپنے اپنے گھروں کو واپس ہو گئے۔ انکا واپس ہونا تھا کہ طرفۃ العین میں عشرہ کا سارا میدان ایک ہو کا عالم نظر آنے لگا۔ صاحب مجسٹریٹ بہادر نے بخیال اسکے کہ کہیں تعزیہ داروں کی یہ ناراضی نقض امن پیدا کرے چند مدبرانہ احکام جاری کئے اور بالکل امن رہا آخر میں صاحب موصوف نے چون پزے کے تعزیہ کی روک یعنی چھجہ کو انتظاماً اپنے حکم سے علیحدہ کرا دیا اور کالیوں والے تعزیہ کی روک یعنی گارڈروں کو برضامندی مالک مکان (جس نے گارڈر سڑک کے کنارہ نصب کئے تھے) پیچھے ہٹوا کر راستہ کو وسیع کرا دیا۔ ۲۰ فروری سنہ ۱۹۰۶ء کو وکٹوریا پارک کا افتتاح ہوا۔ مئی سنہ ۱۹۰۶ء سے مسٹر جے آر پیرسن نے مجسٹریٹی ضلع کا چارج لیا۔ اس وقت سے (سنہ ۱۹۰۷ء کے آخری حصہ میں) بوجہ خشک سالی قحط نمودار ہوا سرکار کی طرف سے رعایا کو تقسیم تقاوی کا انتظام ہو رہا ہی۔

تمت بالخیر ۲ نومبر سنہ ۱۹۰۷ء

حامداً و مصلّیاً

خاتمۃ الطبع

از خاکسار نظام الدین حسین نظامی بدایونی پروپرائٹر اخبار ذوالقرنین و نظامی پریس بدایوں

سب سے پہلے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ قابل اور بزرگ مصنّف کتاب ہذا کا پبلک سے تعارف کراؤں اور اس غرض کے لئے میں اُن کے مختصر حالات ذیل میں درج کرتا ہوں۔

مؤلف **کنز التاریخ** کا نام مولوی محمد رضی الدین ہے۔ وہ حضرت محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں۔ شیوخ صدیقی کا یہ خاندان بدایوں میں "**فرشوری**" کے نام سے مشہور ہے اس کی وجہ تسمیہ یہ کہی جاتی ہے کہ اس خاندان کے مورث اعلیٰ بعہد شمس الدین التمش ساتویں صدی ہجری میں مقام فرشور سے جو مصر کے قریب واقع ہے ہندوستان میں آئے پہلے بلگرام میں آباد ہوئے اور وہاں سے قاضی کمال الدین فرشوری بدایوں آئے۔ مؤلف کتاب ہذا بارہویں ذی الحجہ سنہ ۱۲۶۴ ہجری میں بمقام بدایوں پیدا ہوئے۔ ۵ برس کی عمر ختم ہونے پر تعلیم شروع ہوئی۔ ۹ برس کی عمر تک قرآن مجید اور فارسی کی معمولی تعلیم مختلف معلّموں نے وطن میں دی۔ دس سال کی عمر میں اپنے جد امجد

مولوی اساس الدین صاحب کے پاس جو اس وقت دہلی میں سکونت پذیر تھے بغرض تعلیم تشریف لے گئے اور وہاں مولوی محمد حسین[1] صاحب دھام پوری سے عربی شروع کی۔ اسی زمانہ میں غدر شروع ہو گیا اس لئے ستمبر ۱۸۵۷ء میں بہمراہی تمام خاندان کے بدایوں[2] واپس آنا پڑا۔

بدایوں میں آپ نے اپنے دادا مولوی اساس الدین صاحب سے فارسی کی تعلیم تکمیل کو پہونچائی اور جناب مولانا نور احمد صاحب مرحوم مغفور اور مولوی سیّد نوازش علی صاحب سہسوانی سے عربی پڑھی۔ اور اپنے والد ماجد جناب حکیم سعید الدین صاحب مبرور سے جن کا شمار بدایوں کے کامل اطبّا میں تھا طب شروع کی۔ جس کو حکیم ممتاز الدین[3] صاحب مغفور سے اتمام کو پہونچایا۔

ابتداء عمر سے جبکہ عمر تخمیناً ۱۵ سال کی ہو گی آپ کو شعر موزوں کرنے کا شوق ہوا۔ سب سے پہلے آپ نے اپنا کلام مولوی محمد نظام الدین صاحب ناطق بدایونی کو جو شاگرد رشید نواب الٰہی بخش خاں المتخلص بہ معروف دہلوی کے تھے دکھلایا بسمل تخلص کیا۔ اور مولانا دلدار علی صاحب مذاق بدایونی تلمیذ ملک الشعرا

---

[1] مولوی صاحب موصوف مفتی صدر الدین صاحب آزردہ کے شاگرد رشید تھے۔

[2] ان واقعات کو خود مؤلف نے تاریخ ہذا میں مفصّل لکھا ہے جو صفحہ ۳ ۴ سے بطور حاشیہ کے شروع ہوئے ہیں۔

[3] حکیم صاحب موصوف حکیم شریف خاں صاحب ضیا دہلوی کے شاگرد اور حکیم محمود خاں صاحب مرحوم کے ہم درس تھے اور طبیب حاذق تھے ۱۳۰۳ھ میں وفات پائی مؤلف کتاب ہذا کے والد ماجد کے حقیقی ماموں تھے۔

ذوق دہلوی سے بھی کبھی کبھی آپ اصلاح لیتے تھے ۔ ہم ایک شعر جسمیں مولانا موصوف نے نہایت عمدہ اصلاح دی ہے اس موقعہ پر لکھتے ہیں ۔ حضرت بسملؔ کا شعر تھا ؎

موت اور زیست ترے ساتھ لگی پھرتی ہے + کوئی قاتل تجھے کہتا ہے مسیحا کوئی

مولانا نے اصلاح دی ؎

دم قدم سے ترے وابستہ ہے کیا موت وحیات + کوئی قاتل تجھے کہتا ہے مسیحا کوئی

آپ کے والد ماجد حکیم سعید الدین صاحب کاملؔ بھی فن شعر سے کمال دلچسپی رکھتے تھے لیکن بلحاظ ادب اس فرزند سعید کی جرأت نہ ہوتی تھی کہ وہ اپنے بزرگ باپ کو اپنی جودتِ طبع کا نمونہ دکھلائے ۔ لیکن ۱۲۸۳ ہجری میں جبکہ اُن کی شاعری کی عمر تین سال کی ہو چکی تھی اُنہوں نے ایک نعتیہ قصیدہ سب سے پہلے جبّۂ شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بدایوں میں آنے کی یادگار میں تصنیف کیا تھا جس کا مطلع یہ ہے ۔

لائی کس گل کی نسیمِ سحر آنے کی خبر + پیرہن سے ہوئے جاتے ہیں گل اپنے باہر

اس قصیدہ میں ایک مصرع مادّہ تاریخ کا بھی تھا جو یہ ہے ۔

"زہے قسمت کہ جویاں آیا لباسِ سرور"
۱۲ ۸۳

یہ قصیدہ بدایوں میں اسقدر مقبول عام ہوا کہ زباں زد خلایق ہو کر رفتہ رفتہ آپ کے والد ماجد کے گوش مبارک تک بھی پہونچ گیا اُس وقت اُن کو اپنے لایق فرزند کی جودتِ طبع کا اندازہ ہوا اس کے بعد اتفاقیہ ایک عاشقانہ غزل بھی اُن کی نظر پڑ گئی جس کو خود بخود اصلاح دیکر اُنہوں نے

چھوڑ دیا۔ اور اس طریقہ سے آپ کو فنِ شعر میں بھی اپنے والد ماجد کی شاگردی کا فخر حاصل ہوگیا۔ جس کے اظہارِ مسرّت میں حضرت بسملؔ موصوف نے اُن کے پاس ایک غزل برجستہ لکھکر بھیجدی جس کے چند شعر یہ ہیں۔

تڑپے کچھ ایسے آپ کے بسمل کے ہاتھ پاؤں
لوہو لہان ہوگئے چھل چھل کے ہاتھ پاؤں
سر ایک ہاتھ پڑتے ہی پیروں پہ گرگیا
کیونکر نہ چوموں اپنے میں قاتل کے ہاتھ پاؤں
بے دست و پا تو سینہ میں تڑپے ہی دو دو ہاتھ
کرتا غضب جو ہوتے مرے دل کے ہاتھ پاؤں
بسملؔ قدم بھی لیجئے ہاتھ اُن کو دیجئے
ہاتھ آئے اب تو حضرتِ کامل کے ہاتھ پاؤں

خوش طبعی ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ الہ آباد میں میر ظہور حسین صاحب وکیل ہائیکورٹ کے مکان پر ایک صاحب قاضی نجم الدین برق سکندر آبادی شاگرد رشید حضرت مومنؔ دہلوی اپنے اُستاد کو ملک الشعرا ذوق دہلوی پر ترجیح دے رہے تھے۔ اُس جلسہ میں حضرت بسملؔ بھی موجود تھے آپ نے فرمایا کہ قاضی صاحب جو کچھ اُستاد ذوق کی نسبت کہیں وہ قابل شکایت نہیں کیونکہ اُستاد مرحوم اُن کی نسبت پہلے ہی کہہ گئے ہیں ؎

ہمارے سینہ میں وہ آہ آتشیں ہے ذوقؔ
جو برق دیکھے تو فی النّار والسّقر ہو جائے

مولوی صاحب کو بعمر ۱۶ سال ۱۸۶۵ء میں اپنی طبیعت کی مناسبت کے اعتبار سے قانونی تعلیم کا شوق ہوا۔ ۱۸۶۹ء میں ڈویزنل کمیٹی بریلی میں شریک ہوکر امتحان وکالت دیا اس سال امتحان نہایت سخت تھا۔ روہیل کھنڈ ڈویزن میں وکالت منصفی کی سند صرف ایک آپ کو ہی ملی اور کل صوبہ میں ۷ یا ۸ امیدوار اُس سال پاس ہوئے تھے۔ سند حاصل کرنے کے بعد ۳۰ مئی ۱۸۷۰ء کو مولوی صاحب نے وکالت کا کام بمقام منصفی پوایاں شروع کیا۔ ۱۸۷۵ء میں وکالت ججی کا امتحان پاس کیا اور ۱۸۷۶ء سے ججی شاہجہاں پور میں کام کرنے لگے۔ ۱۸۷۹ء میں وکیل سرکار مقرر ہوئے ۱۸۸۹ء تک اس عہدہ پر رہے اور یہ دس سال کا عرصہ نہایت نیک نامی کے ساتھ گذرا۔

زمانہ وکالت سرکاری میں آپ نے محسوس کیا کہ آزادی میں ایک قسم کی روک پیدا ہوگئی ہے اور یہ بات آپ کو ناپسند ہوئی اس لئے اُس سے استعفیٰ دے دیا اور بلا کسی جکڑبندی کے آپ نے اس آزاد پیشہ کا کام کرنا شروع کیا اس پیشہ کی ترقی کے لئے سب سے زیادہ جس چیز کی ضرورت ہے وہ معاملہ کی صفائی اور دیانت داری ہے۔ چونکہ یہ اوصاف آپ میں پہلے سے موجود تھے اس لئے پبلک کو آپ پر یوماً فیوماً اعتماد بڑھتا گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مولوی صاحب کا شمار شاہجہاں پور کے مشاہیر اور اس ضلع کے نامور وکلا میں ہوگیا۔

وکیل کی معراج ترقی کیا ہے ۔ اس سوال کا جواب[۵] پروفیسر ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب کو یورپ کے ایک معزز وکیل نے جب وہ یورپ میں تھے بہت صحیح دیا تھا کہ وکیل کی معراج یہ ہے کہ مدعی اُس کو محنتانہ صرف اس لئے دے جاوے کہ وہ مدعی کا وکیل نہ ہو اور مدعا علیہ اُس کو اس لئے فیس دے جاوے کہ وہ فریق ثانی کی وکالت قبول نہ کرے اور خاموش بیٹھا رہے ۔ اگرچہ بادی النظر میں یورپ کے معزز وکیل کا یہ کہنا ہمیں تعجب خیز معلوم ہوتا ہے لیکن جس شخص نے مولوی صاحب کی وکالت کو اپنی آنکھ سے دیکھا ہوگا وہ ضرور یورپین جنٹلمین کے اس قول کی تصدیق کریگا ۔

آپکی وکالت کی ایک خصوصیت

آپ پبلک کے ایسے معتمد علیہ ہیں کہ لوگ ہر چھوٹی بڑی مشکل میں آپ سے مشورہ لیتے ہیں آپ ہر شخص کو نیک مشورہ دیتے ہیں اور باوجود اس کے کہ آپ کی وکالت اعلیٰ درجہ کی ہے آپ کا وقت نہایت قیمتی ہے آپ مشورہ کی کوئی فیس نہیں لیتے ۔ لوگ نہ صرف اُن مقدمات میں جو اُس عدالت سے تعلق رکھتے ہوں جہاں آپ وکالت کرتے ہیں آپ کو مشیر بنانا پسند کرتے ہیں بلکہ چھوٹے بڑے تمام معاملات میں جس کا کچھ بھی تعلق قانون اور عدالت سے ہو سکتا ہے مثلاً دستاویز کا مسوّدہ وغیرہ تیار کرنے میں مشورہ لینے کے لئے آپ کے پاس جوق جوق آتے ہیں اور آپ کی عمدہ رائے اور خوش اخلاقی سے فائدہ اُٹھاتے ہیں ۔ ناممکن ہے کہ بوجہ کثرت کام اور قلت وقت گھبرا کر کسی فرد بشر سے چیں بہ جبیں ہوں ۔

[۵] ماخوذ از لکچر جو ڈاکٹر
صاحب موصوف نے
۱۴ اگست ۱۹۰۶ء کو
بمقام اسکول میوزیم
بدایوں دیا ۔

مشورہ سے گذر کر آپ نے خلق اللہ کی ایک اور خدمت اپنے ذمہ لے رکھی ہے وہ یہ کہ آپ کی قانونی قابلیت دیانت داری راست بازی اور اثر کی بدولت بڑے بڑے معرکۃ الآرا باہمی تنازعے بہ حیثیت ثالث کے آپ کو فیصل کرنا پڑتے ہیں نہ صرف وطن میں اہل برادری اپنے اپنے مقدمات کی پنچایت آپ کے سپرد کرتے ہیں بلکہ ضلع شاہجہاں پور اور بدایوں کے اکثر ہندو مسلمان روسا کے بڑے بڑے اہم معاملات کا فیصلہ کر کے آپ نے بارہا اُن متخاصمین کو عدالتی کشاکش سے باز رکھا ہے اور اُن کی جائدادوں کو تباہی سے بچایا ہے۔

سرکاری اعزاز علاوہ اپنے پیشہ کے کام کے شاہجہاں پور میں آپ سرکار کی طرف سے مجسٹریٹی کی آنریری خدمت پر مامور ہیں۔ سنہ ۱۸۹۴ء میں مسٹر اروین صاحب نے جو ضلع مذکور کے کلکٹر و مجسٹریٹ تھے آپ کی قابلیت اور دیانت داری پر نگاہ کر کے آپ کو آنریری مجسٹریٹی کے عہدہ کے لیے منتخب فرمایا اگرچہ آپ اپنی انکساری سے انکار کرتے رہے لیکن اُنھوں نے پبلک انٹرسٹ کو مدِ نظر رکھکر آپ کے انکار کی کچھ پروا نہ کی۔ اُس وقت سے اب تک تیرہ سال کی مدت گذری آپ شاہجہاں پور میونسپل بنچ کے رکن اعظم ہیں مجسٹریٹی درجہ دوم کے اختیارات حاصل ہیں آپ کے فیصلوں کی جو آپ بہ حیثیت مجسٹریٹ صادر فرماتے ہیں یہ خصوصیت ہے کہ وہ عدالت اپیل میں بہت کم جاتے ہیں اور اگر کبھی کسی فیصلہ کا اپیل ہوا بھی تو اپیل سے وہ فیصلہ مشکل سے مسترد ہوتا ہے۔

فہرست درباریان ہز آنر لفٹنٹ گورنر بہادر میں آپ کا چھٹا نمبر ہے اگرچہ ضلع شاہجہاں پور میں بھی آپ کی جائداد تخمیناً تین ہزار روپیہ سالانہ مالگذاری کی موجود ہے لیکن آپ کا نام درباریان ضلع بدایوں کے ساتھ شامل ہی۔

ملکی تجارت میں کوشش

آپ ملکی ترقی کے لیئے تجارت کو نہایت ضروری سمجھتے ہیں۔ مئی سنہ ۱۹۰۲ء میں آپ کی توجہ اور کوشش سے پچاس ہزار کے مشترکہ سرمایہ سے فلور ملز شاہجہاں پور کی بنیاد ڈالی گئی۔ جس کے آپ مینیجنگ ڈائرکٹر ہیں اگرچہ اس کارخانہ کی ہنوز ابتدا ہی لیکن امید ہی کہ آیندہ یہ پودا پھول پھل لائیگا۔

مسلمانوں کی تعلیم سے دلچسپی

مولوی صاحب پرانی وضع کے بزرگ ہیں آپ کی وضع قطع عادات اطوار وہی ہیں جو آج سے ۵۰ برس پہلے مسلمانوں میں نظر آتے تھے۔ نہ صرف ظاہری وضع بلکہ آپ کے دلمیں وہی نور ایمان موجود ہے جو ایک سچّے مسلمان کے لئے ضروری ہی۔ باایں ہمہ آپکے مزاج میں ہٹ دھرمی اور بیجا ضد کا نام ونشان نہیں ہی۔ آپ مسلمانوں کے لئے مذہبی تعلیم کے ساتھ ساتھ جدید تعلیم کو ضروری سمجھتے ہیں اسی اصول پر آپ نے اپنی اولاد کو تعلیم دی ہی۔ چار لڑکوں میں سے آپکے فرزند اکبر مولوی محمد فصیح الدین صاحب کیننگ کالج لکھنؤ کے گرایجویٹ ہیں جو بہ حیثیت ایک نیکنام اور نامور

ڈپٹی کلکٹر کے اس وقت گورنمنٹ صوبجات متحدہ کے پراونشل سروس میں داخل ہیں۔ دوسرے صاحبزادہ مولوی ریاض الدین احمد صاحب محمڈن کالج علی گڈھ کے گریجویٹ ضلع شاہجہاں پور میں پلیڈر ہیں۔

فرزند سوم محمد صبیح الدین صاحب مدرسۃ العلوم علی گڈھ کے فرسٹ ایر کلاس میں زیر تعلیم ہیں آپ کے سبط اصغر محمد فیاض الدین عربی فارسی کی ضروری تعلیم سے فراغت حاصل کر کے شاہجہاں پور ہائی اسکول میں تعلیم پا رہے ہیں۔ سنہ ۱۸۹۵ء میں جب مولوی حبیب رضا ایسے بزرگوں کی کوشش سے آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کا سالانہ اجلاس شاہجہاں پور میں منعقد ہوا تھا تو آپ نے اُستاد ذوق کی مشہور عاشقانہ غزل پر برجستہ مصرعے لگائے تھے جس سے آپ نے اپنے دلی قومی درد کا اظہار کیا تھا۔ فرماتے ہیں۔

مٹ گیا علم و ہنر اور اُٹھ گئے سب اتقیا　　تب ہماری قوم کے سیّد ہوئے ہیں پیشوا
حسرت و افسوس سے اسلام نے اُس دم کہا　　وہ جنازہ پر مرے کس وقت آئے دیکھنا
جبکہ اذنِ عام میرے اقربا کہنے کو ہیں
علم و فن کے سیکھنے کی قوم کو ہے احتیاج　　کیونکہ یاں جہلِ مرکب کا مرض پھیلا ہے آج
ناصحوں کی پند ہے اس کے لئے سوءِ مزاج　　میرے سودا کا اطبّا کر نہیں سکتے علاج
یوں ہی خبطی خبط و مالیخولیا کہنے کو ہیں
صاف کہتا ہوں اگرچہ ہو کسیکو ناگوار　　ظاہرا ہیں قوم کی حالت پہ اپنے اشکبار
ایک خرمہرہ نہیں کرتے مگر اُس پر نثار　　ہے صفائے دل وہی جسمیں عیاں ہو شکلِ یار

یوں تو آئینوں کے دل بھی باصفا کہنے کو ہیں

قوم کی تیری ہوئی جب غدر میں کچھ دار و گیر   تو نے دلوائی نجات ای سیّد روشن ضمیر
کام کرتا ہی جوانوں کے اگرچہ تو ہے پیر   ہیں ترے ہاتھوں کے قرباں واہ کیا مارے ہیں تیر
سب دہانِ زخم تجھکو مرحبا کہنے کو ہیں

اسی کے ساتھ مولوی صاحب نے اسی طرح میں حضرت مومن دہلوی کی غزل پر بھی تضمین کی تھی اُس کے چند بند نقل کرنا خالی از دلچسپی نہوگا - وہو ہذا

آج ہم اس بزم میں کچھ ماجرا کہنے کو ہیں   قصۂ رنج و الم درد و بکا کہنے کو ہیں
یعنی اپنی قوم کا ہم مرثیہ کہنے کو ہیں   نالہ ہی نکلے ہے گو ہم مدعا کہنے کو ہیں
لب نہیں کھلتے ہیں اب کیا جانے کیا کہنے کو ہیں

جو ترے بندے ہیں ای اسلام وہ ہیں پادشا   زندۂ جاوید ہو جاتے ہیں مر کر اولیا
خاک میں ملنے سے انکو رتبۂ اعلیٰ ملا   دیکھو تو کس حال سے کس حال کو پہونچا دیا
بخت تیرے عاشقوں کے نارسا کہنے کو ہیں

سیّد والا نسب نے قوم سے اپنی کہا   ہیں لئے کی اصلاح تیری اور یہ پایا صلا
کوئی ملحد مجھکو بتلاتا ہے کوئی دہریا   دوست کرتے ہیں ملامت غیر کرتے ہیں گلا
کیا قیامت ہے مجھی کو سب بُرا کہنے کو ہیں

بخت برگشتہ ہماری قوم کا بولا یہ بات   مجتمع ہیں یاں جو سب ای سیّدِ والا صفات
میرے شکوے سب کرینگے رند ہوویں یا ثقات   میں گلہ کرتا ہوں اپنا تو نہ سُن غیروں کی بات
ہیں یہی کہنے کو وہ بھی اور کیا کہنے کو ہیں

سُن کے لکچر سب کے مجھ سے میرِ مجلس نے کہا   حضرتِ بسمل تمہیں بھی آج کچھ کہنا ہی کیا؟

عرض کی میں نے اجازت ہو اگر ای پیشوا　　شکوہ حرفِ تلخ کا یا شورِ بختی کا گلا
ہم جو کچھ کہنے کو ہیں سو بے مزا کہنے کو ہیں

رفاہ عام کے کاموں سے ہمدردی

کوئی نیک تحریک ایسی نہیں ہوئی جسمیں آپ دامے درمے یا قدمے شریک نہ ہوتے ہوں اس موقعہ پر ایک خاص تحریک (چندہ حجاز ریلوے) قابل الذکر ہی۔ محرم ۱۳۲۱ھ (۱۹۰۳ء) میں جب ملّا عبدالقیوم صاحب حیدرآبادی صدر مجلس چندہ حجاز ریلوے کی طرف سے دورہ کرتے ہوئے بدایوں پہونچے تھے تو بدایوں میں سب سے پہلے شخص مولوی محمد رضی الدین صاحب تھے جنہوں نے اس کار خیر کی اہمیّت اور ضرورت کو سمجھا چنانچہ آپ کی زیر صدارت ایک انجمن اس مقصد کے پورا کرنے کے لئے قایم ہوئی اور ایک معتد بہ رقم آپکی کوشش سے جمع ہو کر قسطنطنیہ کو بھیجی گئی۔ وہاں سے اس کوشش کے صلہ میں نہایت عمدہ الفاظ میں شکریہ ادا کیا گیا۔ اور تمغہ اور فرمان سلطانی عطا ہوا۔

تصنیف وتالیف

جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں عہد جوانی میں آپ کو شعر شاعری کا مذاق تھا اُس زمانہ میں غزل قصیدہ مثنوی سب ہی کچھ آپ نے لکھا لیکن افسوس کہ آپ کا کوئی مستقل دیوان بوجہ مطبوعہ نہ ہونے کے ہماری نظر سے نہ گذرا۔ اب مدّت ہوئی کہ آپ نے عاشقانہ کلام بالکل ترک کر دیا ہی نہ آپ اپنے پچھلے کلام کی اشاعت پسند کرتے ہیں

۱۳۱۵ھ میں آپ اپنے وطن مالوف میں حضرت خواجہ ضیاء الدین بخشی ؒ کے مزار پر تشریف لے گئے اُس کے قرب وجوار میں دیگر قبور اور مزارات بزرگانِ دین

کو بے نام و نشان پایا تو آپ کے دل پر ایک خاص اثر محسوس ہوا جسکا نتیجہ کتاب **تذکرۃ الواصلین** ہے جو ۱۳۱۷ھ میں تالیف ہوئی اس کتاب میں آپ نے حتی المقدور تمام مشاہیر بزرگوں کے حالات اور اُن کے مزار کا پتہ لکھا ہے۔ جو دو فصلوں پر منقسم ہیں۔ فصل اوّل میں شہدا اور اُن کے مزارات کا ذکر ہے جنکا نمبر شمار صرف ۱۵ ہے۔ فصل دوم میں زمانہ قدیم سے زمانہ حال تک کے اولیاء کرام کا جن کا وصال ہو چکا ہے اور جو تعداد میں ۷۹ ہیں اور جن کے مزارات بدایوں میں واقع ہیں بیان کیا گیا ہے لیکن مؤلف نے اس فہرست میں بعض ایسے نامور اولیاء اللہ کو بھی شامل کر لیا ہے جو بدایوں کی سرزمین میں مدفون نہیں ہوئے لیکن باعتبار مولد کے بدایوں کو اُن سے نسبت حاصل ہے۔ مثلاً حضرت محبوب الٰہی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ یا مولانا شاہ سلامت اللہ صاحب بدایونیؒ۔ اگرچہ اس سے پہلے بھی بدایوں کے متعلق اولیاء اللہ کے حالات میں کتابیں فارسی اور اُردو میں لکھی گئیں لیکن ایسی کتاب کی جس میں زمانہ حال کے اولیاء اللہ کے حالات بالتفصیل مل سکتے ہوں اور زمانہ قدیم بزرگوں کے حالات معہ سنہ ولادت و وفات معلوم ہو سکیں سخت ضرورت تھی مؤلف تذکرۃ الواصلین نے حتی الامکان تاریخ ولادت و تاریخ وفات تحقیق کرنے کی کوشش کی ہے اور اکثر موقعوں پر وہ کامیاب بھی ہوئے ہیں۔ جس بزرگ کے متعلق ایسی تاریخیں کتب تواریخ کی چھان پھٹک کرنے کے بعد بھی دریافت نہیں ہو سکیں وہاں معذوری ظاہر کی ہے۔ جو لوگ اولیاء اللہ کے مزارات کی زیارت یا آثار قدیمہ کی سیر و سیاحت سے شوق رکھتے ہونگے

بقیہ تاریخ وسنہ کیا گیا ہی۔ بعدہٗ نواب وزیر کی سلطنت کا حال اور آخر میں روہیلکھنڈ کا جس میں بدایوں بھی شامل تھا ایسٹ انڈیا کمپنی کو تفویض ہونا نہایت شرح وبسط کے ساتھ لکھا گیا ہی۔ اُس کے بعد انگریزی عہد کا آغاز ہی ایسٹ انڈیا کمپنی کے عہد کی انتظامی حالت کا ذکر اور اُس وقت کے صاحبان ضلع کی فہرست ہی جس کے ضمن میں سنہ ۱۸۵۷ء کے دردناک واقعہ کی تفصیل دی گئی ہی۔ اور یہ وہ موقعہ ہی جہاں سے خود مؤلف کے زمانہ کی تاریخ شروع ہوتی ہی۔ اس وقت سے اور ابتک کے جو واقعات تاریخ میں درج کئے گئے ہیں اُنمیں قریب قریب تمام واقعات مؤلف کے چشم دید ہیں۔ مسٹر لیمب کے وقت میں محرّم کا مشہور قصّہ نہایت تفصیل کے ساتھ لکھا گیا ہی اور چونکہ وہ آپ بیتی سرگذشت تھی اس لئے اُس کا اس خوبی سے قلمبند کرنا کنز التاریخ کے مؤلف ہی کا حق تھا۔ اگرچہ کتاب کی تالیف سنہ ۱۹۰۲ء میں ختم ہو چکی تھی لیکن خاتمہ کے بعد مؤلف نے اپنی کتاب کو اَپ ٹو ڈیٹ (تاریخ اشاعت تک مکمّل) بنانے کی غرض سے سنہ ۱۹۰۷ء تک کے ضروری واقعات بطور تتمّہ کے لکھدئے ہیں۔ کتاب کے ساتھ تمام ضلع کا بڑا نقشہ اور خاص شہر کا نقشہ جس میں مشہور مشہور عمارات کا موقعہ دکھلایا گیا ہی چھاپا گیا ہی۔ جو ناظرین کو کتاب کے مطالعہ کے وقت ضروری مقامات کا موقعہ بتلانے میں مدد دیگا = مؤلف کا طرز بیان بالکل بے ساختہ اور صاف ہی ممکن ہی کہ آج کل کے نئے تعلیم یافتہ نوجوان کنز التاریخ کی عبارت میں انگریزی لٹریچر کا رنگ غالب نہ دیکھکر اُسے حقارت کی نظر سے دیکھیں لیکن اگر وہ غور سے دیکھیں گے تو اُن کو معلوم ہو جائے گا کہ مولوی صاحب نے جس عام فہم اور سلیس

زبان میں تاریخ لکھی ہی وہی مناسب حال بھی اُنھوں نے نہ تو غیر مانوس عربی اور فارسی کے الفاظ کو زبردستی ٹھونس کر معمولی پڑھے لکھے اُردوداں شخص کے لئے اُس کو چیستاں بنایا ہی نہ خواہ مخواہ باوجود انگریزی نہ جاننے کے سُنے سُنائے انگریزی الفاظ کو اُس میں جگہ دیکر انگریزی دانوں کا مُنہ چڑایا ہی تمام واقعات کو آپ نے بے کم وکاست لکھدیا ہی۔ بعض ایسے واقعات پر جس میں پُرانے مورخ مختلف الرائے ہیں آپ نے ایک وسیع النظر مورخ کی حیثیت سے محاکمہ کیا ہی۔

غرض یہ کتاب ابتدائے زمانہ سے جبکہ بدایوں آباد ہوا اور اسوقت تک کے حالات کا آئینہ ہی اس کے پڑھنے سے موجودہ اور آئندہ نسلیں اپنی ترقی وتنزل کا بخوبی اندازہ کرسکتی ہیں۔ اس وقت بدایوں ایسے قدیم اور مردم خیز خطّہ کے حالات پر یہ کتاب تاریخی دنیا میں آپ ہی اپنی نظیر ہی۔ ممکن ہی کہ اس کی اشاعت کے بعد اور علم دوست اصحاب بھی اس طرف توجّہ کریں لیکن ہم بلاخوف تردید کہہ سکتے ہیں کہ مولف کتاب ہذا نے آئندہ مولفین کے لئے اس قدر تاریخی مواد جمع کردیا ہے کہ وہ اُس کی محنت سے بے نیاز نہیں ہوسکتے اور اُس کے احسان سے سر نہیں اُٹھا سکتے۔ بدایوں کے متعلق جو تاریخی عمارتیں آئندہ زمانہ میں تعمیر کیجائیں گی ممکن ہی کہ وہ اس سے زیادہ دل لبھانے والی ہوں یا اس سے زیادہ خوشنما ہوں لیکن جب اُن محلات کی بنیاد کو تلاش کیا جائے گا تو وہ کنز التاریخ ہی کا میٹریل ہوگا۔

اب ہم اپنے اس ریویو کو جسے بہ حیثیت ایک پرنٹر اور پبلیشر کے ہم نے لکھنے کی

جرأت کی ہے اپنے اہلِ وطن کی خدمت میں ایک گذارش پیش کرنے کے بعد ختم کرتے ہیں۔

معزز ناظرین آپ کو اس تاریخ کے پڑھنے سے اندازہ ہوگا کہ سنگ بنیاد رکھے جانے کی تاریخ سے ابتک بدایوں نے صدہا انقلاب دیکھے اور سب سے آخری انقلاب اسلامی سلطنت کا برٹش حکومت سے تبادلہ ہے۔ برٹش حکومت کیا آئی گویا تمام ہندوستان کی کایا پلٹ گئی اور بدایوں بھی اُس اثر سے محفوظ نہ رہا۔ اُس نے بھی پرانی پوشاک کو اُتار کر نئی کینچلی فوراً نہیں تو رفتہ رفتہ بدل ہی ڈالی جدھر دیکھئے نئی چال، نئی رسمیں، نیا علم، نیا ہنر۔ جو لوگ زمانہ کا ساتھ دے رہے ہیں وہ دولتمند ہیں برخلاف اس کے جو اپنی آن پر مچلے ہوئے ہیں اُن کی حالت تباہ۔ اُن کی اولاد نانِ شبینہ کو محتاج ہے۔ افسوس وہ بدایوں جو علم وفضل کی کان سمجھا جاتا تھا اب اُس کی تمام علمی مجالس برہم نظر آتی ہیں اُس کی خانقاہیں بے چراغ ہیں اُس کے مدارس ویران ہیں۔

اے بدایوں کے نام پر فخر کرنے والے نوجوانو کیا تم بدایوں کی گذشتہ تاریخ پڑھنے اور یہاں کی قدیم عمارات کے متعلق تاریخی معلومات حاصل کرنے کے بعد بھی اپنی علمی اور اخلاقی ترقی سے غافل رہوگے۔

یہ غفلتیں مبادا اب روز بد دکھائیں
دھندلے سے کچھ نشاں ہیں ڈر ہے کہ مٹ نہ جائیں (حالیؔ)

اطلاع اس کتاب کا حق تالیف محفوظ ہے باضابطہ رجسٹری ہو گئی ہے۔

کتاب ملنے کا پتہ۔ مینیجر ذوالقرنین بدایوں۔ قیمت کاغذ عمدہ [illegible] فی جلد - کاغذ قسم دوم [illegible] فی جلد

کتبہٗ احقر فیض الحسن سہارنپوری کاپی نویس (کفایت اللہ پریس بدایوں)

نقشہ سرکار بدایوں بعہد اکبری جس میں اضلاع شاہجہاں پور و بریلی و پیلی بھیت

ضمیمہ کنز التاریخ بدایوں

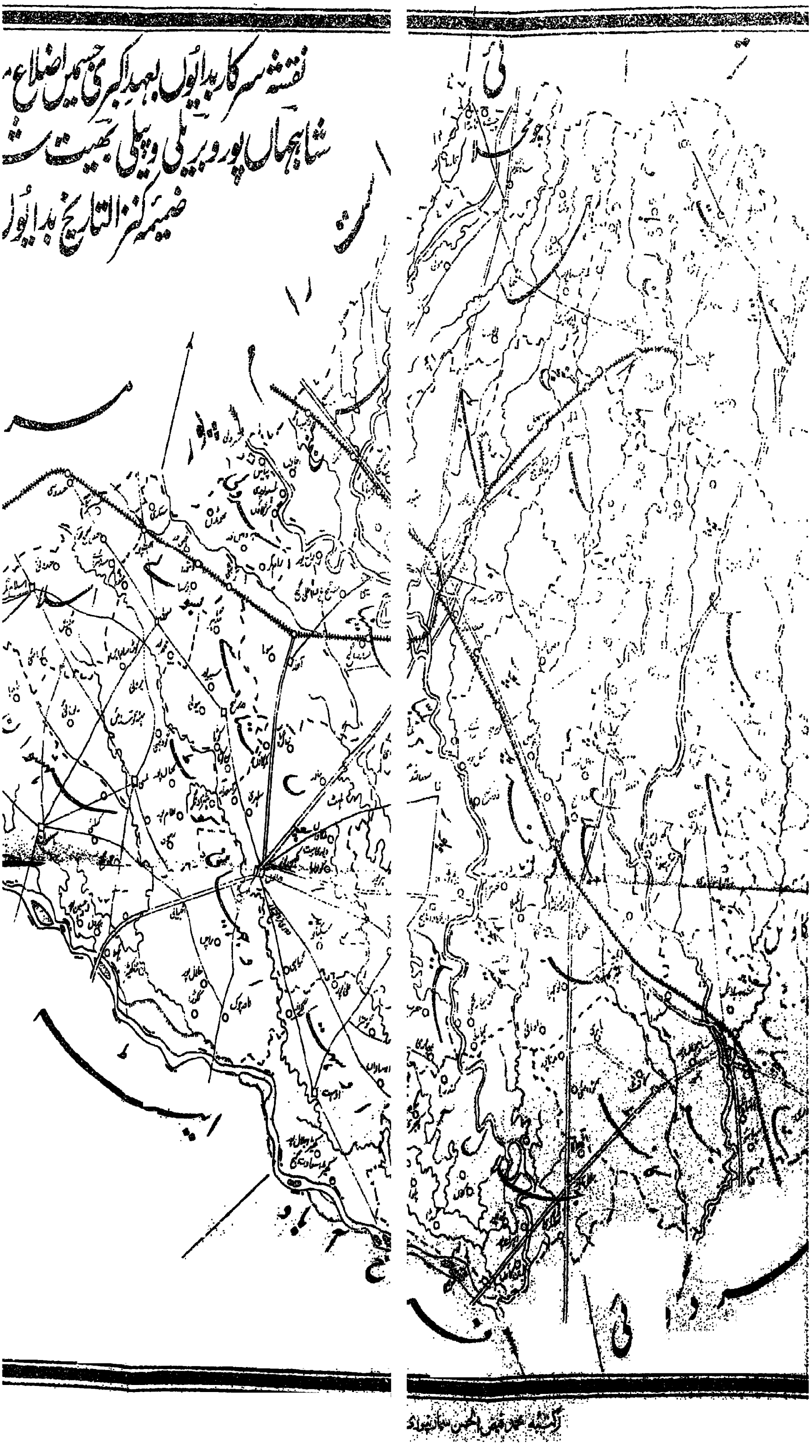

زکشیدہ محمد شمس الحسن سہارنپوری